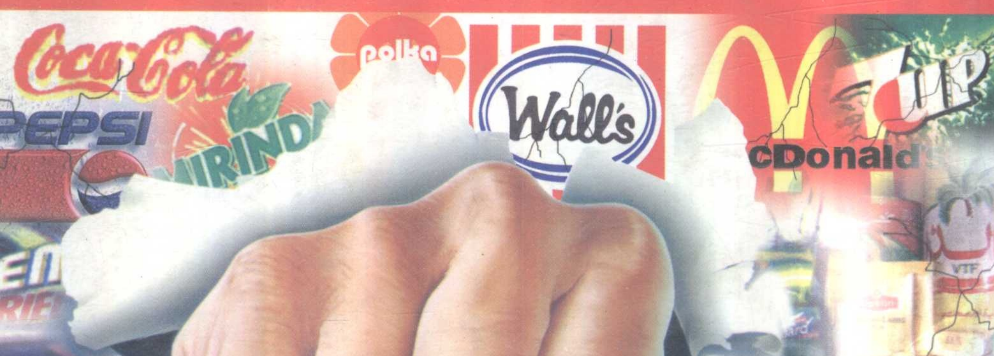
ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اسلام دشمنی



ترتیب وتالیف
مسعود مُفتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اسلام دشمنی

صفحہ شفقت

ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اسلام دشمنی

ترتیب و تحقیق

مسعود مفتی

علم و عرفان پبلشرز
34- اردو بازار لاہور فون: 7352332

نام کتاب	....	ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اسلام دشمنی
ترتیب و تحقیق	....	مسعود مفتی
ناشر	....	گل فراز احمد علم و عرفان پبلشرز، لاہور
سن اشاعت	....	اپریل 2003ء
مطبع	....	جوہر رحمانیہ پرنٹرز، لاہور
سرورق	....	محمد عامر سعید
کمپوزنگ	....	محمد حنیف
قیمت	....	150/- روپے

ملنے کا پتہ

علم و عرفان پبلشرز

34- اردو بازار، لاہور فون: 7352332

فہرست

انتساب

حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم

جناب منظور الٰہی بھٹہ

(سول انجینئر سٹیٹ بنک آف پاکستان)

کے نام

ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اسلام دشمنی

قبل از اسلام مدینہ میں یہود بہت کثرت سے آباد تھے اور درحقیقت یہ یہود ہی کی بستی تھی اور وہ اپنی کتاب میں آنے والی نشانیوں کے مطابق جو آخری نبی کے متعلق تھیں، اس بستی میں انتظار کر رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا اور یہود تک یہ خبر پہنچی اور ان کی کتاب کے مطابق تمام نشانیاں بھی انہوں نے آپ ﷺ میں پالیں تو انہوں نے صرف اسی بغض کے باعث آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا کہ آپ ﷺ اسحاق علیہ السلام کی اولاد یعنی بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ چیز ان کو گوارا نہ ہوئی کہ تمام انبیاء علیہ السلام تو اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں مگر آپؐ بنی اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں۔ صرف اسی بغض کے باعث انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور مکہ کو بھی مقدس نہ جانا کیونکہ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس سے خانہ کعبہ تبدیل فرمایا تھا۔ بنی اسرائیل کی بے شمار نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں سورۃ فاتحہ کی آخری آیت میں "مغضوبین" گردانا ہے یعنی جن پر اللہ نے غضب کیا اور ہمیں ہر نماز کی ہر رکعت میں ان کے راستے سے بچنے کی دعا مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

آج کے دور میں اگرچہ یہود و نصاریٰ کی سازشوں کے جال پیچیدہ تر ہوتے جا رہے ہیں لیکن ان کے عزائم اور مقاصد وہی پرانے ہیں۔ انہوں نے اپنی

معاشی وکاروباری پالیسیوں سے پوری دنیا کو اپنا اور اپنے مذہب کا غلام بنانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ یقین کیجیے کہ ان سے بچنے کے دو ہی راستے ہیں اوّل: ان کی تہذیب سے انکار دوئم: غیر ملکی چیزوں کا معاشی وکاروباری بائیکاٹ۔ ہم ان کی کچھ ایسی مصنوعات سے آپ کا تعارف کروانا چاہتے ہیں جو آج ہمارے گھر گھر میں موجود ہیں اور حد درجہ پسند کی جا رہی ہیں۔

حال ہی میں عراق کے خلاف امریکی یلغار نے پوری دنیا کے مسلمانوں میں غم وغصہ کی شدید لہر دوڑا دی ہے اور ہر طرف اہل اسلام کسی نہ کسی صورت میں امریکیوں کے ان مظالم پر سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔ خاص طور پر پوری مسلم دنیا میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کے حوالے سے شدید نفرت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ یہی وہ کمپنیاں ہیں جن کی مالی امداد سے اسرائیل اور امریکہ جیسے ظالم ممالک دنیا کے نہتے اور کمزور انسانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھاتے ہیں۔

پہلے پہلے یہ بات عام طور پر تسلیم نہیں کی جاتی تھی کہ واقعی یہ تجارتی ادارے درحقیقت یہودی لابی کا حصہ ہیں اور ان کے منافع کا ایک بڑا حصہ اسرائیل اور امریکہ تک پہنچتا ہے' لیکن اب عام طور پر ایسے شواہد موجود ہیں جن کے پیش نظر اس تلخ اور خوفناک حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ واقعی یہی ادارے مظلوموں اور کمزوروں کے قاتل ہیں۔

مثال کے طور پر مشہور مشروب کوکا کولا کو ہی لے لیجیے۔ کوکا کولا کی پوری دنیا میں بڑے پیمانے پر فروخت ہوتی ہے اور بلا مبالغہ کمپنی روزانہ کروڑوں ڈالر کا نفع حاصل کرتی ہے۔ مگر اس کمائی کا بڑا حصہ کہاں جاتا ہے؟ اس کا انکشاف خود کوکا کولا ہی کئی بار کر چکی ہے۔ 10 ستمبر 2001ء کو مصر کے ایک روزنامہ ''الاہرام'' نے کوکا کولا کا ایک اشتہار شائع کیا جس میں واضح طور پر کوکا کولا نے اپنے خریداروں سے کہا تھا ''کوکا کولا لیجیے اور اسرائیل کی مدد کیجیے۔'' کوکا کولا کمپنی کا ہیڈ آفس اٹلانٹا میں ہے جہاں سے یہ کمپنی عالمی یہودی تحریک کو ہر سال باقاعدگی سے اپنے منافع کا ایک

بڑا حصہ بطور فنڈ کے ادا کرتی ہے۔ کوکا کولا کمپنی نے کچھ عرصہ قبل اسرائیل میں بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کے لیے صاف پانی (منرل واٹر) کی ایک کمپنی بھی 20 ملین ڈالر میں خریدی ہے۔ اسرائیل میں اس قدر بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری اور یہود نوازی کی بناء پر کوکا کولا کو اسرائیل میں سب سے زیادہ اپنی مصنوعات تیار کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ 2000ء میں کوکا کولا کمپنی نے اسرائیل سے تعاون اور اس کے لیے فنڈ جمع کرنے کے لیے ایک وفد تیار کیا تھا' اس وفد کی قیادت ایک صیہونی صحافی لینڈ گراڈسٹن کر رہی تھی۔

کوکا کولا کی طرح دوسری کمپنی میکڈونلڈز ہے۔ اس کمپنی کے پوری دنیا میں 31 ہزار ہوٹل ہیں جو اپنی کمائی کا بڑا حصہ اسرائیل کو دیتے ہیں۔ چنانچہ JUF جو کہ یہودیوں سے مالی تعاون کا عالمی ادارہ ہے اور اس کا مرکز شکاگو میں ہے' اس نے کچھ عرصہ قبل میکڈونلڈز کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا تھا کیونکہ یہودیوں سے تعاون کرنے والے لوگوں کی فہرست جب جاری کی گئی تھی تو اس میں میکڈونلڈ کمپنی کو یہودیوں کے تیسرے بڑے معاون کے طور پر بتایا گیا تھا۔ میکڈونلڈز کا مالک عمری فیران ایک کٹر اور شدت پسند یہودی ہے اور اسے اسرائیل کی شہریت حاصل ہے۔ میکڈونلڈز کا ہیڈ آفس شکاگو میں واقع ہے اور یہیں سے ہر سال عالمی یہودی ریاست کے قیام کے لیے میکڈونلڈز فنڈ فراہم کرتا ہے۔

قارئین کرام! اللہ کے واسطے! اگر آپ یہود و ہنود کے ستائے ہوئے مظلوم مسلمانوں کی امداد اپنے ہتھیاروں اور جانوں سے نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کی اشیاء کا بائیکاٹ کر تو سکتے ہیں؟ اور اگر ہم اتنا بھی نہ کر سکے تو قیامت کے روز لٹی عصمتوں' معصوم بچوں کی شہادتوں اور بے گناہ مسلمانوں پر ہونے والے طرح طرح کے مظالم کے نظاروں اور ان پر اپنی بے حسی کا جواب اپنے رب کو کس منہ سے دیں گے؟

مسعود مفتی

۱

کہیں ہم حرام تو نہیں کھا رہے؟

یاسر محمد خان

جابر نے میرا ہاتھ پکڑ لیا "یہ ٹوتھ پیسٹ نہ لو!" میں نے پریشان ہو کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ سکہ بند پٹھان کے گال سرخ تھے' نتھنوں سے دھواں نکل رہا تھا اور وہ بار بار ٹانگوں پر جسم کا وزن بدل رہا تھا۔ میں نے اپنا پسندیدہ ٹوتھ پیسٹ واپس ریک میں رکھ دیا۔ ہم پیرس کی مشہور زمانہ سڑک شانزے لیزے کے ایک مشہور اسٹور میں کھڑے تھے۔ جابر واپس مڑا اور باہر سڑک پر آ گیا' میں بھی چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔

جابر میرا پرانا دوست ہے۔ پچھلے 22 سال سے پیرس میں رہ رہا ہے۔ میں یورپ کے دورے پر نکلا تو چند روز کے لیے اس کے پاس پیرس ٹھہر گیا۔ میرے وہاں پہنچنے پر جابر نے دفتر سے چھٹیاں لے لیں۔ ہم پیرس سے باہر چلے گئے ہم نے خوب گھوم کر فرانس دیکھا۔ واپس پیرس آئے تو ہم شاپنگ کے لیے مارکیٹوں میں نکل گئے۔ وہاں میں نے جابر میں ایک عجیب عادت دیکھی۔ میں کوئی بھی کھانے' پینے' لگانے یا ملنے والی چیز اٹھاتا تو جابر فوراً وہ چیز میرے ہاتھ سے اُچک لیتا اور اسے الٹ کر اجزاء کی فہرست پڑھنے لگتا۔ نفرت سے اس چیز کی طرف دیکھتا۔ پشتو میں کمپنی کو ایک طویل گالی دیتا اور وہ چیز ریک میں پٹخ کر میرا ہاتھ پکڑتا اور آگے

چل پڑتا۔ پچھلے دو گھنٹوں کے دوران جابر نے جب پندرھویں مرتبہ یہ حرکت دہرائی تو مجھے غصہ آ گیا اور میں نے سوچا اس بار بھی اگر اس نے یہی کیا تو میں شاپنگ بند کر دوں گا' واپس گھر چلا جاؤں گا۔ میں ٹوتھ پیسٹ کے ریک پر سے اپنا پسندیدہ ٹوتھ پیسٹ اٹھایا' لیکن جابر نے میرا ہاتھ پکڑ لیا "یہ ٹوتھ پیسٹ نہ لو!" اور ہم باہر سڑک پر آ گئے۔

"تم مجھ سے ناراض ہو گئے؟" جابر نے پٹھانوں کے روایتی اسٹائل میں گردن جھٹکی۔ مجھے واقعی جابر پر غصہ آ رہا تھا' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ اس قدر نامعقول بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ میں خاموش رہا' سامنے شانزے لیزے پر ٹریفک اسی طرح رواں دواں تھی' فٹ پاتھ روشنیوں میں نہائے ہوئے تھے۔ "ہاں! مجھے معلوم ہے تم مجھ سے ناراض ہو گئے۔" جابر بولتا چلا گیا "تم میرے دوست ہو' میں تمہیں کنوئیں میں گرتا نہیں دیکھ سکتا اور وہ بھی اس حالت میں کہ میں جانتا ہوں کہ تم کنوئیں کی طرف بڑھ رہے ہو۔" میرے غصے میں اضافہ ہو گیا اور میں نے چلا کر کہا: "ان بسکٹوں' چاکلیٹوں' بچوں کی ٹافیوں' چیونگموں' ٹوتھ پیسٹوں' کریموں اور ملٹی وٹامنز میں کنواں کہاں سے آ گیا؟' جابر تم ناقابل برداشت ہو۔" جابر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا' ٹیکسی کو اشارہ کیا' مجھے پچھلی نشست پر دھکا دیا اور ڈرائیور کو "پیگال" چلنے کا حکم دے دیا۔ پیگال میں اس کا ایک دوست رہتا تھا۔ جابر اسے شیخ صاحب کہتا تھا' شیخ صاحب کبھی فرانس کے ایک سرکاری دفتر میں ملازم تھے۔ پورے پورے فرانسیسی تھے' پھر ان کی "کایا کلپ" ہو گئی۔ شلوار قمیص پہننا شروع کر دی' ڈاڑھی رکھ لی' حج کیا اور پانچ وقت کی نماز پڑھنے لگے۔ ان کی "ان حرکتوں" کے باعث نوکری چلی گئی۔ وہ پیگال جیسے بدنام زمانہ علاقے میں آئے' چھوٹا سا ریسٹورنٹ بنایا۔ ریسٹورنٹ چل نکلا۔ آج کل وہ اپنے ہی ریسٹورنٹ کے ایک کونے میں بیٹھ کر دوستوں سے گپ شپ لگاتے رہتے ہیں۔ جابر مجھے شیخ

صاحب کے پاس لے گیا۔ شیخ صاحب کا ''کونا'' آباد تھا' دوستوں کے ساتھ ان کی گپ شپ جاری تھی۔ جابر نے مجھے شیخ صاحب کے سامنے بٹھایا اور جذباتی لہجے میں بولا: ''اس بے وقوف کو سمجھائیں' کس کس چیز میں ان خنزیر کے بچوں نے اپنے باپ کا خون ملا رکھا ہے۔'' شیخ صاحب نے قہقہہ لگایا۔ جابر کو صبر کرنے کی ہدایت کی اور میری طرف مہربان نظروں سے دیکھ کر بولے:

''یاسر صاحب! میں نے فرانس کے فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں دس سال نوکری کی۔ میرا کام خوراک' میک اپ کے سامان اور طاقت کی ادویہ کی رجسٹریشن تھا۔ جب بھی کوئی کمپنی اپنی کوئی پراڈکٹ مارکیٹ میں لانے لگتی تو پہلے وہ اس چیز کا نمونہ میرے پاس لاتی' اس نمونے کے ساتھ اس چیز میں شامل اجزاء کی ایک فہرست ہوتی۔ میں وہ پراڈکٹ لیبارٹری بھجوا کر رپورٹ منگواتا۔ کمپنی کے فراہم کردہ اجزاء اور رپورٹ میں ظاہر ہونے والے عناصر کا تقابل کرتا' اگر دونوں میں کوئی فرق نظر نہ آتا تو میں اس کمپنی کو رجسٹریشن لیٹر جاری کر دیتا۔ میرے مشاہدے میں آیا بعض کمپنیاں جب اجزاء کی فہرست دیتی ہیں تو ان میں مختلف کیمیکلز' اجناس اور ادویہ کے ساتھ ساتھ E141 اور E904 کے کوڈز بھی لکھ بھجواتی ہیں۔ شروع شروع میں یہ کوڈز پڑھ کر میں بہت حیران ہوا۔ میں نے اپنے اعلیٰ افسروں سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا: ''تم صرف اجزاء کی پڑتال کیا کرو' ان چیزوں کو چھوڑ دیا کرو۔'' میری حیرت میں اضافہ ہوگیا' میں نے اپنی سطح پر تحقیق شروع کر دی۔ انکشافات بہت ہی خوفناک تھے۔ مجھے معلوم ہوا پورے یورپ' امریکہ اور مشرق بعید میں سور کھایا جاتا ہے۔ ان ممالک میں اس کے لاکھوں فارمز ہیں' صرف فرانس میں چھوٹے بڑے ملا کر 42 ہزار فارمز ہیں۔ ان ممالک میں ہر سال لاکھوں کروڑوں سور پالے جاتے ہیں۔ جب یہ ایک مخصوص عمر کو پہنچ جاتے ہیں تو انہیں کاٹ کر بازار میں پیش کر دیا جاتا ہے' لوگ ان کا گوشت کھا جاتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ میں گوشت کھانے کی اپنی ہی روایت ہے۔ یہ لوگ چربی بالکل استعمال نہیں کرتے جبکہ اس بدبخت جانور میں تمام جانوروں سے زیادہ چربی ہوتی ہے۔ آج سے دو سو سال پہلے جب ان کے فارمز بننا شروع ہوئے۔ باقاعدہ سلاٹر ہاؤسز کی بنیاد رکھی گئی اور صارفین کو گوشت فوڈ ڈیپارٹمنٹ کی نگرانی میں پہنچایا جانے لگا تو یہ چربی ضائع کرنا مسئلہ بن گیا۔

ابتداء میں اسے جلا دیا جاتا تھا' پھر سوچا گیا یہ بنیادی طور پر فیٹ (چکنائی) ہے۔ اسے کیوں نہ ان چیزوں میں استعمال کیا جائے جن میں چکنائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وقت اس چربی کو پگھلا کر صابن بنانے کے عمل میں استعمال کیا گیا' تجربہ کامیاب ہوگیا۔ اس کے بعد باقاعدہ پلانٹ لگائے گئے جو اس چربی کو "پراسس" کرکے اس کی پیکنگ کرتے۔ یہ پیکنگ مارکیٹ کی جاتی۔ مختلف کمپنیاں اور ادارے یہ چربی خریدتے اور پھر اسے کھانے پینے کی مختلف اشیاء میں استعمال کرتے۔ اس صدی کے شروع میں کوالٹی کنٹرول کا سلسلہ شروع ہوا۔ یورپ کے مختلف ممالک نے کھانے' پینے' لگانے اور مریض کو دینے والی مصنوعات کی نگرانی شروع کر دی۔ تمام کمپنیوں اور اداروں کو پابند کر دیا گیا' وہ اپنی مصنوعات پر اجزاء اور ان کے اثرات کی فہرست شائع کریں۔ اداروں نے ڈبوں' ڈبیوں' بوتلوں اور پیکٹوں پر "فیٹس آف پگ" یا "پگ فیٹس" لکھنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ تک یہ معاملہ چلتا رہا لیکن جب ان مصنوعات کی ترسیل بیرون ملک شروع ہوئی۔ یہ پراڈکٹس اسلامی ممالک تک پہنچیں تو مسلمانوں نے ان کا بائیکاٹ کر دیا۔ آپ کو 1857ء کی جنگ آزادی کا پس منظر تو معلوم ہی ہوگا' اس زمانے میں رائفل کی گولیاں یہاں یورپ سے ہندوستان جاتی تھیں' یہ بارود سمندری جہازوں کے ذریعے ہندوستان پہنچایا جاتا تھا۔ چھ ماہ تک سمندر میں رہنے کے باعث بارود گیلا ہو جاتا تھا۔ اس پر سمندر کی نمی اور نمکین ہوا دونوں اثر انداز ہو جاتی تھیں۔ لہٰذا وہ قابل

استعمال نہیں رہتا تھا۔ برطانیہ ان گولیوں اور گولوں کو سمندری نمک اور ہوا سے محفوظ رکھنے کے لیے ان پر چربی کی ایک تہہ چڑھا دیتا تھا۔ جب یہ گولیاں جوانوں تک پہنچتیں اور ان کے استعمال کا وقت آتا تو جوان دانتوں سے چربی کھینچ کر اُتارتے' گولی رائفل میں چڑھاتے اور چلا دیتے۔ یہ کام چلتا رہا لیکن بعد ازاں مقامی فوجیوں کو معلوم ہوگیا' یہ چربی سور کی ہے' لہٰذا انہوں نے بغاوت کر دی۔ یوں یہ اختلاف 1857ء کی جنگ آزادی میں تبدیل ہوگیا۔ اس قسم کے کئی واقعات وقوع پذیر ہونے لگے۔ کمپنیوں نے شور کر دیا' لہٰذا مجبوراً یورپی حکومتوں نے کمپنیوں کو اجازت دے دی' وہ ''پگز فیٹس'' کی جگہ ''اینمل فیٹس'' لکھ دیا کریں۔ اینمل فیٹس لکھنے سے ''سور کی چربی'' کا معاملہ تو حل ہوگیا۔ کمپنیاں بڑے آرام سے کہنے لگیں: ان کی مصنوعات میں جانوروں کی چربی استعمال ہوتی ہے' لیکن یہاں ایک اور سوال پیدا ہوگیا۔ اہل مغرب جانوروں کا جھٹکا کرتے ہیں۔ انہیں کرنٹ دے کر ہلاک کرتے ہیں' پھر تیز دھار آروں کے ذریعے انہیں کاٹ دیتے ہیں' جبکہ مسلمان حلال جانوروں کو اسلامی طریقے سے ذبح کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق غیر شرعی طریقے سے کاٹے جانے والے حلال جانور کا گوشت بھی حرام ہو جاتا ہے' لہٰذا جب جانور ہی حرام ہوگیا تو اس کی چربی کہاں حلال رہی۔ چنانچہ جب مغرب کی کمپنیوں نے ''اینمل فیٹس'' کو گائے اور بکری کی چربی کی شکل دینی چاہی تو مسلمانوں نے گوروں کے ہاتھوں کاٹی جانے والی بکریوں اور گائیوں کو بھی حلال ماننے سے انکار کر دیا۔ یوں ایک بار پھر مسلم ممالک نے ان مصنوعات کا بائیکاٹ شروع کر دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کمپنیاں باقاعدہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی شکل اختیار کر چکی تھیں۔ ان کی مصنوعات ایک ملک کی سرحد سے نکل کر سات براعظموں پر پھیلنے لگی تھیں۔ یورپ کے اندر بھی مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی' لہٰذا کمپنیاں دنیا کے ایک تہائی صارفین سے محرومی برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔ دوسرا مصنوعات کی

تعداد اور کمپنیوں کی پیداوار میں اس قدر اضافہ ہو چکا تھا کہ کمپنیوں کے لیے حلال جانوروں کی چربی اور بیجوں کے تیل کا بندوبست مشکل ہو گیا۔ اگر کمپنیاں مسلم ممالک سے اسلامی طریقوں سے ذبح کیے گئے حلال جانوروں کی چربی حاصل کرتیں یا تیل والے بیجوں کا تیل نکلوا کر استعمال کرتیں تو ان کا بجٹ خراب ہو جاتا' مصنوعات مہنگی ہو جاتیں اور وہ مقابلے کے رجحان میں مار کھا جاتیں۔ دوسرا یورپ میں سور کی چربی تھی بھی وافر مقدار میں۔ یورپ کے بڑے بڑے دماغ غور و فکر کرنے لگے۔ طویل غور و خوض کے بعد یہ حل نکالا گیا کہ کمپنیاں براڈکٹس پر چربی کا ذکر ہی نہ کریں لیکن یہاں یہ مسئلہ کھڑا ہو گیا' قواعد و ضوابط کے مطابق تمام کمپنیاں اپنی مصنوعات پر اجزاء کے نام لکھنے کی پابند ہیں۔ اس کا یہ حل نکالا گیا کہ مختلف کمپنیوں کے نمائندوں نے بیٹھ کر چند کوڈز طے کیے۔ یہ کوڈز یہ ثابت کرتے تھے کہ کس چیز میں کس جانور کی کتنے فیصد چربی شامل ہے۔ کوڈز کی یہ فہرست مختلف ممالک کے فوڈز ڈیپارٹمنٹس کے حوالے کر دی گئی۔ اس فہرست کے بعد اب تمام کمپنیاں اجزاء کی فہرست میں وہ کوڈز لکھ دیتی ہیں اور ہر سال اربوں ڈالر کا منافع کماتی ہیں۔ ہماری بدبختی دیکھو مسلمان نہ چاہتے ہوئے بھی یہ مصنوعات استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی اخلاقیات پر بھی اس نجس جانور کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ تم اسلامی ممالک میں جو بے حیائی' بداخلاقی اور جنسی بے راہ روی دیکھ رہے ہو اس کی بڑی وجہ وہ ٹوتھ پیسٹ' شیونگ کریم' چیونگم' چاکلیٹس' مٹھائیاں' کیک' کارن فلیکس' ٹافیاں' ڈبوں میں بند خوراک' پھل اور سبزیاں' چبانے والی بعض ادویات اور وٹامن کی گولیاں ہیں' جن میں حرام جانوروں کی چربی استعمال ہوتی ہے۔"

شیخ صاحب خاموش ہو گئے۔ میں پریشان ہو گیا کیونکہ یہ میری زندگی کا بہت بڑا انکشاف تھا۔ "آپ کے پاس وہ کوڈز ہیں؟" میں نے شیخ صاحب سے پوچھا۔ شیخ صاحب نے جیب سے ایک چھوٹی سی چٹ نکالی اور سامنے میز پر رکھ

دی۔ یہ ایک ٹائپ شدہ فہرست تھی۔ شیخ صاحب نے دفتر کی فائلوں سے یہ کوڈز چھانٹ کر نکالے تھے۔ ان کی کاپیاں کیں اور اپنے دوستوں میں بانٹ دیئے۔ اس کے بعد ان کے دوست جب بھی خریداری کے لیے جاتے ہیں' اشیاء کے اجزاء ضرور دیکھ لیتے ہیں۔ میں شیخ صاحب سے جدا ہوگیا۔ جابر کو بھی پیرس چھوڑ آیا' لیکن وہ فہرست میرے پاس رہی۔ میں جب بھی جابر سے ملنے جاتا ہوں یا پاکستان کے اندر کھانے پینے کی کوئی غیر ملکی پراڈکٹ خریدنے لگتا ہوں تو یہ فہرست اور اس کے کوڈز ضرور سامنے رکھ لیتا ہوں۔ حلال اور حرام کے بارے میں فیصلہ کرنا تو علماء کرام کا کام ہے۔ لیکن بحیثیت ایک مسلمان میرا دل کہتا ہے جہاں شک پڑ جائے' جو چیز آپ کے ضمیر پر بوجھ بن جائے اس سے پرہیز ہی کرنا چاہیے۔ میں یہ کوڈز نہایت نیک نیتی سے یہاں تحریر کر رہا ہوں۔ آپ اس سلسلے میں علماء کرام سے فتویٰ لے لیجئے گا۔ باقی کام ان کا ہے۔ کوڈز یوں ہیں:

E100- E1[illegible] E120- E140- E141- E153- E210-
E213- E214- E216- E234- E252- [illegible]- [illegible]- E325-
E326- E327- E334- E335- E336- [illegible]- [illegible]- E430-
E431- E432- E433- E434- E434- E435- E436- E440-
E470- E471- E472- E473- E474- E475- E476- E477-
E478- E481- -E482- E483- E491- E492- E493- E494-
E495- E542- E570- E572- E631- E635- E904

سرمایہ دارانہ نظام کا خونی عفریت

یاسر محمد خان

سوڈکس ھوالائینس کمپنی دنیا کی پانچ سویں کمپنی ہے ''گویا بگ فائیو ہینڈرڈز'' میں اس کا نام آخر میں آتا ہے۔ اس کمپنی کے اثاثے 10 ہزار 3 سو 6 ملین ڈالر ہیں' ان اثاثوں کو اگر ہم اربوں میں تبدیل کریں تو یہ سوا دس ارب ڈالر بنتے ہیں' یہ اثاثے پاکستان جیسے 14 کروڑ 50 لاکھ آبادی کے ملک کے کل بجٹ کے برابر ہیں۔ پاکستان آرمی جس کا شمار دنیا کی پہلی دس بہترین افواج میں ہوتا ہے اس کا سالانہ بجٹ تین عشاریہ تین ارب ڈالر ہے جو سوڈکس ھوالائینس کمپنی کے اثاثوں کا ایک تہائی بنتا ہے۔ پاکستان کے تین بڑے ادارے ہیں جنہیں ہم اس ملک کا نقد اثاثہ سمجھتے ہیں' یہ پی ٹی سی ایل' ریلوے اور واپڈا ہیں' تین سال پہلے ہی اس پی ٹی سی ایل کی مالیت 13 ارب ڈالر تھی اور اب وہ گھٹ کر ڈیڑھ اور دو ارب ڈالر ہو چکی ہے' واپڈا کا سائز 3 ارب ڈالر اور ریلوے دو ارب ڈالر کے برابر ہے گویا دنیا کی آخری بڑی کمپنی چاہے تو چٹکی بجا کر ہمارے یہ تینوں بڑے بڑے ادارے خرید سکتی ہے۔ یہ تو ہے ایک کمپنی اور ایک ملک کی صورتحال۔ اگر پانچ سو کمپنیوں کی فہرست میں شامل چند کمپنیاں اتحاد کرلیں تو وہ دنیا کے آدھے سے زیادہ وسائل پر قابض ہو سکتی ہیں۔ مثلاً پوری دنیا کے برقی نظام کی مالیت ایک سو 88 ارب ڈالر ہے' تین کمپنیاں مل کر یہ سارا نظام خرید سکتی ہیں۔ ڈاک کا نظام 113 ارب ڈالر' پانی

صاف کرنے کا نظام 58 ارب ڈالر' ریلوے کا نظام 109 ارب ڈالر' دنیا کی زیر کاشت زمین 178 ارب ڈالر' پوری دنیا کی صحت اور صفائی کا نظام دو سو گیارہ ارب ڈالر اور دنیا کی تمام بڑی شاہراہیں 186 ارب ڈالر میں خریدی جاسکتی ہیں۔ دنیا کے یہ سارے اثاثے پانچ سو کمپنیوں کی فہرست میں شامل پہلی 20 کمپنیاں خرید سکتی ہیں اس کے بعد اگر یہ کمپنیاں چاہیں گی تو بلب روشن ہوں گے' خط اپنے پتے پر پہنچے گا' ریل کا ڈبہ حرکت کرے گا' زمین میں گندم کاشت ہوگی اور سڑک پر پہیہ چلے گا۔ یہ کمپنیاں چاہیں گی تو مریض کو گولی یا ٹیکہ ملے گا' پوری دنیا ان کے اشارہ ابرو کی محتاج ہو جائے گی۔

یہ تو ہے ایک صورتحال اب آتے ہیں دوسری صورتحال کی طرف۔ ادویات بنانے والی صرف ایک کمپنی چاہے تو دنیا کے ہر شخص کو مفت علاج مل سکتا ہے' دو کمپنیاں مل کر دنیا کی کل آبادی کو پوری زندگی کے لیے ہسپتال کا ایک ایک کمرہ فراہم کرسکتی ہیں' اگر تین کمپنیاں مل جائیں تو تمام مریضوں کے لیے درمیانے درجے کا ایک ایک ہسپتال بنایا جاسکتا ہے' ادویات بنانے والی دو کمپنیاں ایسی ہیں جو دنیا کے ہر مریض کو بارہ بارہ گھنٹے کے لیے دو ڈاکٹر اور چار نرسیں فراہم کرسکتی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی دولت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ اگر ادویہ بنانے والی پانچ کمپنیاں زندگی بچانے والی دواؤں پر اپنا کنٹرول ختم کر دیں تو مہلک امراض سے مرنے والوں کی مقدار میں 90 فیصد کمی ہو جائے۔ ادویات بنانے والی کمپنیاں ہر سال جتنے اشتہارات دیتی ہیں' دواؤں کی پروموشن کے لیے جتنے سیمینار' جتنی ورکشاپس کرتی ہیں اگر یہ بجٹ بچالیا جائے تو دنیا سے تین بڑے مہلک امراض ختم ہوسکتے ہیں۔ سرجری کے آلات بنانے اور بیچنے والی دو کمپنیاں چار سال تک دنیا کے تمام مریضوں کے مفت آپریشن کرا سکتی ہیں' طاقت کی دوائیں بنانے والی کمپنیاں دس سال تک دنیا کے تمام نومولود بچوں کو ڈبے کا دودھ بلامعاوضہ فراہم کرسکتی ہیں' صرف دو کمپنیاں چاہیں تو دنیا سے ٹی بی' کینسر اور ایڈز جڑوں سے اکھاڑ سکتی ہیں' اگر زرعی اجناس کے بیج' کھاد اور کیڑے مار ادویہ بنانے والی دو کمپنیاں چاہیں تو پوری دنیا کو

دس سال تک کے لیے خوراک اگا کر دے سکتی ہیں' دنیا کی آدھی بنجر زمینوں کو دو سال کے اندر اندر قابل کاشت بنا سکتی ہیں' چار کمپنیاں مل جائیں تو مریخ جیسے سیارے کو انسانی زندگی کے قابل بنا سکتی ہیں' بجلی بنانے والی آٹھ کمپنیاں پوری زمین کو چار سال تک مفت بجلی فراہم کر سکتی ہیں' ریل سسٹم کی مالک 5 کمپنیاں تین سال کے لیے ریل کا سفر فری کر سکتی ہیں دس ہوائی کمپنیاں مل کر دنیا کو پانچ سال تک مفت ہوائی سفر کرا سکتی ہیں اور ڈاک کی کمپنیاں اتنا سرمایہ جمع کر چکی ہیں کہ اگر وہ اگلے پچاس سال تک مفت سروس فراہم کریں تو بھی خسارے میں نہیں جائیں گی۔

ایک اور پہلو بھی ملاحظہ کیجئے! شیل کمپنی کے پاس 54 لاکھ ایکڑ کمرشل زمین ہے' یہ دنیا کے بڑے ممالک کے کمرشل ایریا کے برابر ہے۔ ایکسن موبائل کے عہدیداروں کے پاس موجود گاڑیاں بیچ دی جائیں تو روانڈا' برونڈی اور ایتھوپیا کا قحط دور ہو جائے۔ دنیا کی دس بڑی کمپنیاں اپنے دفتروں میں ہر سال جتنی اسٹیشنری استعمال کرتی ہیں اس کی مالیت دنیا کے پندرہ غریب ملکوں کے تعلیمی بجٹ کے برابر ہیں۔ جاپان میں ہر سال 35 ارب ڈالر ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مہمانوں پر خرچ کیے جاتے ہیں' یہ دنیا کی صحت کے کل بجٹ کی ایک چوتھائی رقم ہے۔ شراب بنانے والی چار کمپنیوں کی رقم سے دنیا کے تمام نشیوں کو صحت یاب کیا جا سکتا ہے۔ دنیا کی پہلی چھ کمپنیوں کا بونس اقوام متحدہ کے آدھے بجٹ کے برابر ہے' صرف ایک کمپنی دنیا سے بارودی سرنگیں اٹھوا سکتی ہے' کولنگ سسٹم بنانے والی چار کمپنیاں سعودی عرب کے صحراؤں کو ٹھنڈا کر سکتی ہیں' چار کمپنیاں جی ہاں' صرف چار کمپنیاں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے سارے قرضے اتار سکتی ہیں۔ صرف ایک کمپنی پوری دنیا کے معذوروں کو مصنوعی اعضاء بنا کر دے سکتی ہے اور صرف چار کمپنیوں کے اثاثے بیچ دیئے جائیں تو نیویارک' واشنگٹن' شکاگو' لاس اینجلس' لندن' پیرس' بون' ٹوکیو اور ماسکو جیسے ایک سو شہر آباد کیے جا سکتے ہیں۔

TANG' رگوں میں اترتا زہر

محمد ریاض ملک

TANG امریکی کمپنی کرافی فوڈز Krafi Foods کا تیار کردہ پاؤڈر ہے جسے پانی میں حل کرنے سے مشروب تیار ہو جاتا ہے۔ اسے عام طور پر ہمارے گھروں میں مہمان نوازی وغیرہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ TANG کے اجزاء میں سؤر کی چربی بھی شامل ہے جسے انہوں نے اپنے ساشے اور بوتل پر کوڈ نمبر E171, E102, E110 کے ذریعے درج کیا ہے۔ اسلام دشمن ملٹی نیشنل کمپنیاں مسلمانوں کے غم وغصہ کے خوف سے اپنے اجزائے ترکیبی میں سؤر یا دوسری غلیظ اور ناپاک چیزوں وغیرہ کا ذکر نہیں کرتے بلکہ اس کے لیے وہ خفیہ کوڈ استعمال کرتے ہیں۔ امریکی خود تو اس نجس حیوان کی عادات اپنا چکے ہیں' اب ساری دنیا بالخصوص مسلمانوں کو بھی اس مکروہ اور ناپاک چیز میں ملوث کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر خالد غزنوی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''طب نبوی اور جدید سائنس'' میں لکھتے ہیں ''قرآن مجید نے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں پانچ مقامات پر سؤر کو نجس ہونے کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے۔ چونکہ اسلام کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا' اس لیے یقین اور ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس پر من وعن یقین کرلیا جائے لیکن وہ لوگ جو وجوہات جاننے کا شوق رکھتے ہیں یا جو اسلام کو نہیں مانتے اور وہ حیران ہیں

کہ آج کل کے پلے ہوئے سؤر' جن کا گوشت ڈاکٹر چیک کرنے کے بعد کھانے کی اجازت دیتے ہیں' کیسے مضر ہو سکتے ہیں؟

ماہرین طب کے مطابق سؤر کو ہیضہ ہوتا ہے' چیچک نکلتی ہے' جلدی بیماریاں ہوتی ہیں' اس کی آنتوں میں متعدد اقسام کے طفیلی کیڑے پرورش پاتے ہیں۔ جن کے انڈے مکھیوں کے ذریعہ قریب کے لوگوں تک چلے جاتے ہیں۔ سؤر خوراک کے لحاظ سے ہمہ خور ہے جسے Omnivorous کہتے ہیں۔ یہ سبزی بھی کھاتا ہے اور خونخوار بھی ہے۔ یہ اپنا پاخانہ بھی کھا سکتا ہے اور اپنے بچے بھی۔ جنگلی سؤروں میں باولہ پن بھی پایا جاتا ہے۔ اس کی عادات قریب رہنے والوں اور اس کا گوشت کھانے والوں کے لیے مستقل خطرے کا باعث رہتی ہیں۔

جانوروں کے اجسام پر پرورش پانے والے طفیلی کیڑوں کی ایک قسم Taenia Solium زیادہ طور پر سؤر میں موجود ہوتی ہے۔ یہ کیڑا خوراک کے ساتھ بلکہ جسم میں کسی بھی سوراخ کے راستے داخل ہو کر آنتوں' گوشت یا جوڑوں میں گھر بنا لیتا ہے۔ اگر یہ آنتوں میں ہو تو اسے متعدد دواؤں کی مدد سے ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ مگر جب یہ گوشت میں جا کر اپنے اردگرد ایک حفاظتی دیوار بنا لیتا ہے تو پھر کسی دوائی کا اس تک پہنچنا ممکن نہیں رہتا۔ یہی مشکل جوڑوں میں بیٹھ جانے والے کیڑوں سے ہوتی ہے۔ گوشت یا جوڑ میں اس کیڑے کی موجودگی مسلسل درد' ورم' اکڑن پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً اگر یہ ٹانگ کے گوشت میں کہیں جاگزین ہو تو وہ جسم کا بوجھ برداشت نہیں کرتی اور درد کی وجہ سے نیند اور چین اڑ جاتے ہیں۔

آنتوں اور جگر میں پلنے والا ایک خطرناک کیڑا Fasciolopsis Buski سؤر اور کتے کے جسم میں پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے اسہال پیٹ درد اور موت ہو سکتے ہیں۔ یہ کیڑا کتوں اور سؤروں کے قریب رہنے سے انسانی جسم میں داخل ہو کر زندگی بھر کی اذیت کا باعث بنتا ہے۔

یورپ میں جانور اتنے نہیں ہوتے کہ وہاں کے لوگوں کی غذائی ضروریات پوری ہوسکیں' اس لیے ان کی رسد آسٹریلیا' نیوزی لینڈ' چلی' ارجنٹائن' کینیا وغیرہ سے درآمد ہوتی ہے۔ جنگ عظیم سے پہلے جرمنی کے لیے گوشت ارجنٹائن سے آتا تھا۔ جب یہ دیکھا گیا کہ وہاں کے سؤر کے گوشت کی وجہ سے لوگوں میں جوڑوں کی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں تو جرمن حکومت نے چاہا کہ گوشت کا ہر ٹکڑا ترسیل سے پہلے خوردبینی معائنہ سے گذرے۔ اگرچہ یہ ایک مہنگا کام تھا لیکن اس خطرناک بیماری سے بچاؤ کی صرف ایک ہی ترکیب ممکن تھی۔ چنانچہ جرمنی جانے والے گوشت کی قیمت میں اضافہ ہوا اور ماہرین نے ہر سپلائی کے ساتھ سرٹیفکیٹ دیا کہ اس میں طفیلی کیڑے نہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد دیکھا گیا کہ تمام احتیاطوں کے باوجود کیڑوں سے پیدا ہونے والی بیماریوں کی شرح بدستور وہی ہے جو اس سے پہلے تھی۔ اب اکثر ممالک میں سور کا گوشت طویل طبی معائنوں کے بعد بازار میں آتا ہے۔

اگرچہ یہ ساری پیش بندیاں خوش فہمی سے زیادہ کچھ نہیں اور اگر ہم مان بھی لیں کہ ان کوششوں کے بعد گوشت میں اب کیڑے نہ ہوں گے تو اس کے گوشت کی ساخت میں شامل چربی کے دانے اس گوشت کو دل کی بیماریوں میں نامناسب غذا بنا دیتے ہیں۔

سؤر کا گوشت کھانے سے دل کی بیماریوں اور بلڈ پریشر کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔ اسے کھانے والوں کو جوڑوں کی تکالیف ہمیشہ رہتی ہیں اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ اسے کھانے والا ہمیشہ بے غیرت ہوتا ہے۔"

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ بازار میں پائی جانے والی غیر ملکی مصنوعات کے اجزاء ترکیبی کی فہرست پر ایک نظر ڈال لیا کرے تاکہ خفیہ کوڈ کے عنوان سے یہ زہر ہمارے جسموں میں نہ اتارا جاسکے۔

کے ایف سی، میکڈونلڈ اور پیزا ہٹ میں استعمال ہونے والا گوشت

محمد نوید شاہین ایڈووکیٹ

اسلام دین فطرت ہے، اس لیے تمام مذاہب سے زیادہ حلال وحرام پر زور دیتا ہے۔ اسلام جن چیزوں کو مضر صحت سمجھتا ہے، اپنے ماننے والوں کے لیے ممنوع قرار دیتا ہے۔ حرام چیزوں کو استعمال کرنے پر پابندی خود انسانی صحت اور زندگی کے لیے بے حد ضروری ہے۔ یہ پابندیاں ایک لمبی صحت مند اور باعزت زندگی گزارنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ اسلام نے وہ چیزیں حرام کی ہیں جن کو کھانا انسانی صحت کے لیے انتہائی نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ اس طرح اسلام میں ذبح کا تصور بھی بے حد اہم ہے۔ ذبح کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ حلال جانور کا گوشت ایسی صورت میں حاصل ہو کہ وہ خراب نہ ہو۔ اس کی رنگت اور ذائقہ خوشگوار رہیں اور وہ گوشت کچھ عرصہ قابل خوراک رہے۔ جانور کو اگر اذیت دے کر ذبح کیا جائے یا اس کے جسم سے پورا خون نہ نکلے تو ہسٹامین کی پیدائش اور جسم میں خون کا بقایا رہ جانے کے بعد ایسا گوشت انسانی استعمال کے لیے مناسب نہ رہے گا۔

محترم خالد غزنوی اپنی کتاب ''طب نبوی ﷺ'' میں لکھتے ہیں:

''اسلام نے جانوروں کو قابل خوراک بنانے کی بنیادی شرط یہ قرار دی

ہے کہ اس کے جسم سے سارا خون باہر نکل جائے۔ عام حالات میں اس غرض کے لیے گردن کے سامنے کی طرف کی خون کی چار نالیاں Jugur Veins کے ساتھ شہ رگ بھی کاٹ دی جائے۔ Carotid Arteries اس عمل کی وجہ سے جانور فوراً بیہوش ہو جاتا ہے۔ دل سے سر کو جانے والی دونوں طرف کی بڑی شریانیں اور وریدیں کٹ جانے سے خون تیزی سے نکلنے لگتا ہے۔ اب وہ تڑپنے لگتا ہے۔ کیونکہ دماغ کا جسم کے عضلات سے تعلق حرام مغز کی معرفت قائم رہتا ہے۔ جانور کے بازو اور ٹانگیں زور سے ہلتے ہیں تو ان کے آخری کناروں میں رکا ہوا خون بھی وہاں سے نکل جاتا ہے۔

برصغیر میں صرف سکھ گوشت کھاتے تھے اور وہ جانور کو کھڑا کر کے اس کی گردن پر تلوار کا وار کر کے سر اتار دیتے تھے۔ اسے وہ اپنی زبان میں ''جھٹکا'' کہتے تھے اور ایسا گوشت مہاپرشاد کہلاتا تھا۔ جھٹکا کرنے میں جانور کی ریڑھ کی ہڈی کٹ جانے کے باعث دماغ کا جسم سے تعلق منقطع ہو جاتا تھا اور جانور کے عضلات بے حرکت ہو جاتے تھے۔ زخم سے اتنا ہی خون نکلتا ہے جتنا کہ آس پاس موجود ہو ایسے جانور کے جسم میں خون کی کافی مقدار باقی رہ جاتی ہے' گوشت بدرنگ اور بدذائقہ ہوتا ہے۔ اسے پکاتے وقت ایک عجیب قسم کی بدبو اور سڑاند آتی ہے۔

یورپی ممالک میں مدتوں جانوروں کا جھٹکا کیا جاتا تھا۔ پھر انہوں نے اسے جدید شکل دیتے ہوئے Guillotine بنالی۔ جانور کو کٹھرے پر کھڑا کیا جاتا ہے اور اوپر سے ایک بھاری چھرا گر کر سر کو تن سے جدا کر دیتا ہے۔ تجربات سے معلوم ہوا کہ مشین سے اس طرح کاٹا ہوا گوشت جلد خراب ہو جاتا ہے۔ چونکہ خون اس کے اندر رہ جاتا ہے اس لیے پکاتے وقت بدبو دیتا ہے۔

جانوروں کو ذبح کرنے کا جدید مرکز Bbotaire کہلاتا ہے' جانور کو اندر لے جا کر اس کے سر میں ایک وزنی ہتھوڑا مارا جاتا ہے یا دماغ پر بجلی کا کرنٹ لگایا

جاتا ہے۔ جانور جب بیہوش ہو جاتا ہے تو اسے زنجیروں میں جکڑ کر الٹا اٹھالیا جاتا ہے۔ اس جکڑے ہوئے مجروح اور بیہوش جانور کی گردن پر آری کی مانند ایک تیز چھری مشین سے پھر کر اسلامی طریقہ کی بھونڈی نقل میں نصف گردن کاٹ دیتی ہے۔ جدید ذبح کا اصول یہ ہے کہ جانور کے جسم سے خون نکل جائے اس عمل میں مشینی مدد میسر ہونے کے باوجود چار پانچ منٹ لگ جاتے ہیں۔ لاہور کے بوچڑ خانہ میں ہاتھ سے اسلامی طریقہ سے ذبح کرنے میں بھیڑ بکری پر ایک منٹ لگتا ہے اور گائے بھینس پر تین چار منٹ صرف ہوتے ہیں۔

جدید طریقہ سے ذبح کرنے میں جانور کو بیہوش کرنے کے لیے جو Stunning دماغی چوٹ یا بجلی کے جھٹکے سے لگائی جاتی ہے وہ اسے جسمانی صدمہ یا Surgical Shock کی کیفیت میں مبتلا کر کے ہسٹامین کی پیدائش کا باعث بنتا ہے اور اس طرح یہ گوشت قرآن کی ممنوعہ فہرست کے لاٹھی سے مارے ہوئے اور ٹکر کھائے ہوئے جانوروں میں آ جاتا ہے۔ ان تمام جانوروں کا گوشت نہایت بدمزہ ہوتا ہے۔ یورپ میں حس ذائقہ رکھنے والے کئی دوستوں کو کوشش کے ساتھ ایک روز تازہ ذبح کیا ہوا گوشت اور دوسرے روز مشین کا مذبوحہ کھلایا گیا۔ اس سب نے اتفاق کیا کہ ذبح کیے ہوئے گوشت میں جو لذت ہے وہ دوسرے میں نہیں۔ ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ جانوروں کے لیے آرام دہ اور کھانے والوں کے لیے محفوظ ترین ہے۔"

میکڈونلڈ اور کے ایف سی میں استعمال ہونے والا گوشت نہ تو اسلامی طریقہ سے ذبح کیا جاتا ہے اور نہ ہی یہاں حلال جانوروں کا گوشت استعمال ہوتا ہے۔ یہاں جو چکن استعمال ہوتا ہے' انسانی جسم کے لیے نہایت خطرناک اور نقصان دہ ہے۔ ان ہوٹلوں میں جو چکن استعمال ہوتا ہے' وہ بغیر پروں کے مرغیوں کا ہوتا ہے جنھیں بے شمار تجربات کے بعد تخلیق کیا گیا' ان کی افزائش نسل اور خوراک کے

بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں' ماہرین صحت کے نزدیک وہ انسانی صحت کے لیے انتہائی خطرناک ہیں۔

اسرائیلی ماہر جینیات جس نے بالکل اصل جیسی بغیر پروں کے مرغیاں تخلیق کی ہیں' کا کہنا ہے مستقبل میں گرم ممالک میں بغیر پروں کے مرغیاں پالنے کے بہت بڑے فارم بن سکتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق ان نئی مرغیوں میں حراروں کی مقدار خاصی کم ہوگی' یہ تیزی سے بڑھیں گی اور ماحولیاتی مطابقت بھی ان میں کافی ہوگی۔ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ صرف گرم موسم میں ہی زندہ رہ سکیں گی۔ ہیبریو (Hebrew) یونیورسٹی یروشلم کے "اویگڈور کینر (Avigdor Cahaner) کا دعوٰی ہے کہ اس نے سرخ جلد والی مرغیاں تخلیق کی ہیں اور ان کی پرورش ایک قدرتی طور پر ننگی یا خالی گردن والے عام برائیلر مرغ کے ساتھ کی ہے۔

لیکن کچھ نقادوں کا خیال ہے کہ ماضی کے تجربات جو پروں کے بغیر مرغیوں کے ساتھ ہوئے ہیں' ان کا نتیجہ ایک بے قاعدہ تبدیلی نسل کی صورت میں سامنے آیا اور وہ عام پرندے کی نسبت زیادہ بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ نر پرندہ اس قابل نہیں ہیں کہ افزائش کے عمل میں کام آسکیں کیونکہ وہ اپنے پروں کو پھڑ پھڑا نہیں سکتے۔ بغیر پر کے نر اور مادہ دونوں پرندے بعض طفیلیوں' مچھروں کے حملوں اور سورج کی گرمی سے زیادہ جلدی اثر لیتے ہیں۔

آئر میں سکاٹش ایگریکلچر کالج کے ٹام ایکے مووک Tom Acamovic کا کہنا ہے کہ بغیر پر کے پرندے موسمی تغیر و تبدل سے بھی بہت جلد اثر لیتے ہیں۔ خاص طور پر کم عمر پرندے۔ جوئیس ڈی سلوا (Joyce D'Silva) کا کہنا ہے کہ دنیا بھر کی فارمنگ میں مرغی ایک قابل کرامت پرندہ ہے۔ یہ ایک بنیادی مثال ہے اس علم کی اور ان تجاویز کی کہ ترقی پذیر ممالک کی ترقی میں یہ ایک خلاف تہذیب بات ہے۔ مرغیوں کے گوشت کو متوسط طبقے کی پہنچ میں لانے کے لیے ان

مرغیوں کی کارخانوں میں بڑے پیمانے پر تیاری کا عمل ترقی پذیر ممالک کے لیے مناسب نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان کی تیاری میں پانی، بجلی اور غلے جیسی وہ اہم اشیاء استعمال ہوتی ہیں۔ جن کو انسانی ضرورت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

برائلر مرغیاں چونکہ تیزی سے اپنا وزن بڑھالیتی ہیں، اس لیے ان کی نسل بڑھائی جاتی رہی ہے۔ لیکن افزائش نسل کے اس عمل کے دوران بہت زیادہ حرارت پیدا ہوتی ہے۔ فارموں پر ان مرغیوں کو تقریباً 20 درجہ سنٹی گریڈ پر رکھا جاتا ہے جو کہ وزن بڑھانے کے لیے بہترین درجہ حرارت قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن گرم ممالک میں اس درجہ حرارت کو برقرار رکھنے کے لیے ایئر کنڈیشنگ کی مہنگی سہولت درکار ہوتی ہے جس کے غریب کاشتکار متحمل نہیں ہوسکتے۔

پولٹری سائنسدان کیہنر Cahaner کا کہنا یہ ہے کہ مرغیوں کے پروں کے نہ ہونے کے چند فائدے بھی ہیں۔ چیر کے مطابق غذائی ماہرین کے نزدیک پروں کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ بے پر کی مرغیوں کو پکانے کا عمل زیادہ تیز ہوتا ہے۔ اور یہ عمل ماحولیات سے مطابقت رکھتا ہے۔ ان کے مطابق مرغیوں کے پر ایک فضول چیز تھیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مرغیاں بہت سی خوراک اس لیے کھا جاتی ہیں کہ وہ ایسے پر پیدا کرسکیں جن کو بالآخر ضائع کر دیا جاتا ہے۔ کاشتکاروں کو اس عمل کے لیے اپنی کافی بجلی بھی ضائع کرنی پڑتی ہے۔ مرغیوں کے بال اکھاڑنے کے لیے پانی کی بھی بڑی مقدار درکار ہوتی ہے۔

کیہنر کا کہنا ہے کہ اس وقت مخلوط نسل کی مرغیوں کی تیاری، برائیلر مرغیوں کی تیاری کے مقابلے میں کافی کم ہے۔ اور مستقبل میں افزائش نسل سے اس فرق کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔ ایک اور سائنسدان ڈینش وٹس (Danish Vets) کا کہنا ہے کہ نامیاتی برائیلر چکن عام طریقے سے نشوونما پانے والی مرغیوں کے مقابلے میں Food Poison کا باعث بننے والے بیکٹیریا کا شکار ہونے کی تین گنا زیادہ

صلاحیت رکھتے ہیں۔

Danish Veterinary Laboratory میں تحقیق کرنے والے محققین کی ایک ٹیم نے دریافت کیا ہے کہ برائیلر مرغیوں کی تمام 22 اقسام میں ایسے جراثیم پائے جاتے ہیں، جو برطانیہ میں عام طور پر Food Poison کی بیماری کا باعث بنتے ہیں۔ جبکہ عام طریقے سے افزائش کی جانے والی مرغیوں کی 79 اقسام میں سے ایک تہائی اقسام کے بارے میں ایسی شکایات سامنے آئی تھیں۔

ایک سائنسدان کارل پیڈرسن(Karl Pedersen) کا کہنا ہے کہ نامیاتی تحریک بہت مضبوط ہے۔ لیکن عام طور پر ایسی خبروں کو خوش آمدید نہیں کہا جاتا۔ اس کے مطابق اس میں حیرانگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ نامیاتی پرندے ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے جراثیموں والی خوراک یا پانی استعمال کر بیٹھتے ہیں جو کہ ان مسائل کا باعث بنتے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کے باوجود مرغیوں کی دونوں اقسام میں جراثیموں سے شکار ہونے کی شرح کے حوالے سے پایا جانے والا فرق ہماری توقعات سے زیادہ ہے۔

برطانیہ کی پولٹری کونسل کے سربراہ پیٹر بریڈ ناک(Peter Bradnock) کا کہنا ہے کہ اس طرح کے نتائج ان کے لیے بھی حیرانگی کا باعث تھے۔ اس کا کہنا ہے کہ ہم خوراک کی حفاظت کے بارے میں مزید کوشش کر رہے ہیں۔

UK Soil Association کے ڈائریکٹر پیٹرک ہولڈن (Patrick Holden) جس نے عضویاتی افزائش کے بارے بہت کام کیا ہے' کا کہنا ہے ہم اپنی تحقیق میں مزید باریک بینی سے اس بات کا مشاہدہ کر رہے ہیں لیکن یہ ممکن ہے کہ اینٹی بائیوٹک ادویات کا استعمال غیر عضویاتی مرغیوں کے اندر انفیکشن کو دبا سکتا ہے اور اسے تلاش کرنا مشکل ہوسکتا ہے۔ جبکہ عضویاتی مرغیوں کے اندر عام طور پر اینٹی بائیوٹک دواؤں کا استعمال نہیں ہوتا۔ تاہم پیڈرسن کا کہنا ہے کہ ڈنمارک میں

عام برائیلر سنٹرز میں اینٹی بائیوٹک دواؤں کا استعمال بہت کم کیا جاتا ہے۔

پیڈرسن کا کہنا ہے کہ عام طور پر صرف 10 سے 50 بیکٹیریا انفیکشن کی وجہ بنتے ہیں۔ جبکہ ایک برائیلر کے ایک گرام میں تقریباً ایک بلین بیکٹیریا شامل ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ مقدار خاصی زیادہ ہوتی ہے' اس لیے ایک پرندے سے دوسروں تک انفیکشن پھیل سکتی ہے۔

عام طریقے سے افزائش پانے والے پرندے 38 دنوں کے اندر اندر ذبح کر دیئے جاتے ہیں۔ جبکہ عضویاتی پرندے ان سے دوگنا عمر پاتے ہیں۔ اور اسی طرح سے انفیکشن سے بھی جلدی اثر لیتے ہیں۔ بہت سے یورپی ممالک میں وہ کسان جو عام طریقے سے برائیلرز کی افزائش کرتے ہیں' وہ ایک ہی وقت میں ساری مرغیاں ذبح کر دیتے ہیں۔ اس طرح سے خالی برائیلر سنٹر اگلے دن کا سٹاک آنے تک مکمل طور پر انفیکشن سے پاک ہو جاتے ہیں۔

Campylobacter جو کہ برطانیہ میں Food Poisoning کی سب سے عام وجہ ہے جس سے اگرچہ گذشتہ چند سالوں سے متعدی امراض بڑھ گئے ہیں۔ اور اس طرح کے واقعات کی تعداد تقریباً دوگنی ہوگئی ہے۔ یہ واقعات 1986ء میں 25000 کے قریب تھے۔ مگر 2000ء میں ان کی تعداد بڑھ کر 54000 تک ہوگئی ہے۔ گذشتہ ماہ ہونے والے ایک سروے میں برطانیہ کی فوڈ سٹینڈرڈ ایجنسی نے پتہ چلایا کہ تمام مرغیوں کا تقریباً نصف اس خطرناک بیکٹیریا سے آلودہ ہوتا ہے۔ پیڈرسن کا کہنا ہے کہ ان متعدی امراض سے بچانے کے لیے آدھا کام بھی نہیں کیا گیا ہے۔ اگر پرندے باہر آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں۔ اس صورت میں اس کا کہنا ہے کہ کھانا پکاتے ہوئے پھر بیکٹیریا زندہ نہیں رہیں گے۔ لیکن اگر ان کا استعمال کچن میں صحیح طریقے سے نہ کیا جائے تو پھر باقی خوراک بھی اس سے متاثر ہوسکتی ہے۔

کچھ ایسے کیمیکل جو کہ کینسر کی وجہ بنتے ہیں اور ان کا استعمال بند کیا گیا ہے۔ وہ بہت تیزی سے خوراک میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن ان کے لیے کوئی باقاعدہ معائنہ کا طریقہ کار اختیار نہیں کیا گیا تا کہ صارفین کو اس سے بچایا جا سکے۔

بلجیئم میں تقریباً 20,000 خوراک کے نمونوں کا معائنہ اس سلسلہ میں کیا گیا اور تقریباً 4 فیصد نمونوں میں اعلیٰ سطح کا (Polychlorinated biphenyls) PCBs پایا گیا۔

برسلز (Brussels) یونیورسٹی کے Luc Hens کا کہنا ہے کچھ انڈوں میں اس سے ملتے جلتے جراثیم موجود تھے ہینز کا کہنا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سارے واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں جس میں یہ آلودگی ظاہر نہیں ہو پاتی۔ اس کا یقین تھا کہ یورپی یونین سے باہر کے ممالک میں اس طرح کے واقعات ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر گزشتہ ہفتے برطانیہ کی فوڈ سٹینڈرڈ ایجنسی نے اعلان کیا کہ انہوں نے Anglesey کے فارم پر موجود انڈوں میں بہت زیادہ مقدار PCBs کی دریافت کی ہے۔ ایجنسی صرف PCBs کو ہی انڈوں میں تلاش کر سکی کیونکہ ان کی تلاش اس وقت شروع ہوئی جب جانوروں کے منہ اور پاؤں سے Dioxin نکلنا شروع ہو گیا تھا۔ اور جانوروں کو تلف کرنا شروع کر دیا گیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ چونکہ خوراک کو عام طور پر ٹیسٹ نہیں کیا جاتا اس لیے یہ جاننا ناممکن ہے کہ کون سا جانور اس سے بیمار ہے۔

فوڈ سٹینڈرڈ ایجنسی کا کہنا ہے کہ اس سلسلہ میں فارم میں مرغیوں کو دی جانے والی خوراک کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ جیسا کہ 1999ء میں بلجیئم سکینڈل کیس میں ہوا۔ جب 50 کلوگرام پرانے ٹرانسفارمر کا تیل جس میں PCBs شامل تھا' کو 500 ٹن جانوروں کی خوراک میں شامل کر دیا گیا۔ صرف خوراک تیار کرنے والے باقاعدگی سے PCBs کی موجودگی یا غیر موجودگی کا معائنہ کر سکتے

ہیں۔

ایکسٹر یونیورسٹی کے PCBs سپیشلسٹ پال جونسٹن (Paul Johnston) کا کہنا ہے کہ خوراک میں PCBS کی موجودگی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ہینز Hens کا خیال ہے کہ ہمیں اس سلسلہ میں فکر مند ہونا چاہیے کینسر کے ہونے والے واقعات کی بنیاد پر ہینز کا خیال ہے کہ خوراک کی وجہ سے مزید کینسر کے واقعات ہوں گے۔ یہ کینسر کے بارے میں مکمل اعداد و شمار نہیں ظاہر کرتے۔ لیکن اگر وہ صحیح ہے تو چھاتی کے دودھ میں PCBs اور Dioxins کی موجودگی بہت ساری بیماریوں جیسے Immune, Hypothyroidism, Irregularities اور Haemorrhaging کی وجہ بنتے ہیں۔ کیونکہ بچوں کے Metabolism میں حیاتین کے کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہینز کا کہنا ہے کہ اگر لوگوں کے جسم میں PCBs اور Dioxins بڑھے گا تو وہ کینسر کا شکار ہوں گے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ مقدار پر منحصر ہے۔ کچھ لوگوں کو کینسر کا خطرہ زیادہ رہتا ہے اور کچھ لوگوں کو بہت کم۔ یورپی کمیشن اب کوشش کر رہا ہے کہ جانوروں کی خوراک میں PCBS اور دوسری چیزوں کی مقدار کے لیے ایک قانونی حد مقرر کر دی جائے۔

ماہرین امراض کا کہنا ہے کہ گھی اور چکنائی کے زیادہ استعمال سے دل کے امراض میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں ایک سازش کے تحت میکڈونلڈ' کے ایف سی اور پیزا ہٹ کلچر کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ میکڈونلڈ' کے ایف سی اور پیزا ہٹ عوام کو چکنائی والی غذائیں فراہم کر رہے ہیں جس کی وجہ سے دل کے امراض' موٹاپا اور ذیابیطس کے امراض میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

برطانیہ' میکڈونلڈ اور پاگل گائیں

قاضی کاشف نیاز

ایڈز کے بعد یورپ کو ایک اور پر اسرار عفریت نے جکڑ لیا ہے۔ برطانیہ اس کا خصوصی شکار ہے۔ وہ برطانیہ جو آج لشکر طیبہ کو دہشت گرد قرار دے رہا ہے' گائے کے پجاری ہندو ظالموں کے پنجوں سے مظلوم کشمیری مسلمانوں کو چھڑانے والے مجاہدوں کو امن اور انسانیت کا دشمن کہہ رہا ہے' اسی برطانیہ پر آج ایسا عذاب مسلط ہو چکا ہے کہ وہ اس سے جان چھڑانے کے لیے اپنے ہندو لالہ کی گاؤ ماتا کو لاکھوں کی تعداد میں زندہ جلانے پر مجبور ہو چکا ہے اور خود ہندو لالہ بھی اپنی گاؤ ماتا کا یہ حشر بے بسی سے دیکھنے پر مجبور ہے۔ برطانیہ والوں کو خطرہ ہے کہ کہیں ان بیمار پاگل گائیوں کے گوشت کھانے سے وہ خود پاگل نہ ہو جائیں اور پاگل گائیوں کی طرح وہ بھی کہیں سر ٹکرا ٹکرا کر ہلاک نہ ہو جائیں۔ اس پراسرار بیماری جسے Mad Cow Disease کہا گیا ہے اور اسے Foot & Mouth Disease یعنی ''منہ کھر'' کی بیماری کا نام بھی دیا جا رہا ہے حالانکہ منہ کھر کی بیماری کوئی نئی نہیں ہے یہ ایک پرانی بیماری ہے جو جانوروں میں ایک وائرس کے پھیلنے سے عموماً ہو جاتی ہے۔ اس میں پاؤں اور منہ پر چھالے سے بن جاتے ہیں' جن میں بعد میں زخم بن جاتے ہیں' دودھ بہت کم ہو جاتا ہے' اس کا تدارک ممکن ہوتا ہے۔ تاہم میڈ کاؤ ایک

بالکل نئی قسم کی بیماری ہے۔ اس میں جانور ذہنی طور پر پاگل پن کا شکار ہو جاتا ہے۔ دیوار سے ٹکریں مارتا ہے۔ گول دائرے میں چکر لگانے لگ جاتا ہے۔ انسانوں اور جانوروں کو کاٹنے لگتا ہے۔ یہ دونوں بیماریاں اکٹھی بھی پائی جاسکتی ہیں۔ اور یہ انسانوں کے لیے بھی خطرناک ہے۔ اس بارے میں جب ہمارے ویٹرنری ڈاکٹر محترم گلریز صاحب نے انٹرنیٹ پر تحقیقی مواد دیکھا تو وہاں بھی اس بات کی تصدیق ہوئی کہ یہ ایک نئی بیماری ہے جس کا وجود پہلے کبھی نہیں پایا گیا۔ University of Illinois at Urbana Champaign کے پیش کردہ مواد میں اس بیماری کو میڈیکل زبان میں Bovine Spongiform Encephalopathy (BSE) کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں واضح طور پر لکھا ہے۔

Bovine spongiform encephalopathy (BSE) is a fatal brain disease of cattle. The disease is believed to be caused by a self replicating Protein (a Prion) rather than a bactarium or virus

"بوائن سپانجی فارم جانوروں کی ایک مہلک دماغی بیماری ہے۔ یہ بیماری نہ تو کسی بیکٹیریا سے پیدا ہوتی ہے نہ ہی وائرس سے بلکہ خود بخود پیدا ہونے والی ایک معتر قسم کی پروٹین (جسے پری اونز Prions کہتے ہیں) کے پیدا ہونے سے ہوتی ہے۔"

کہا جاتا ہے کہ اس بیماری کا سب سے پہلے انکشاف اپریل 1985ء میں ہوا تھا۔ 1990ء کے بعد سے برطانیہ میں BSE کے ایک لاکھ تہتر ہزار 173000 کیس جانوروں میں پائے گئے۔ یہ وبا 93-1992ء میں اپنے عروج پر پہنچ گئی جب ہر ہفتے ایسے کیسوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی اور اب بھی تمام تر احتیاط تدابیر کے باوجود ہر ہفتے ایک سو کے قریب کیس رپورٹ ہوتے ہیں۔

یہ بیماری صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ یورپ کے بیشتر ممالک میں پھیل چکی ہے۔ آئرلینڈ میں 337 کیس' فرانس میں 51' پرتگال میں 195 اور سوئٹزرلینڈ میں 283 کیس پائے گئے ہیں۔ تاہم اس مرض سے ہونے والی 75 فیصد اموات کا تعلق برطانیہ سے ہے۔

جانوروں میں منہ کھر اور میڈ کاؤ کی بیماریاں اکٹھی بھی پائی جاسکتی ہیں۔ میڈ کاؤ کی بیماری خطرناک ہے جو انسانوں میں یہ بیماری پاگل گائے کا گوشت کھانے سے منتقل ہو رہی ہے جسے CJD (Jakob disease Creuztfeldt) کا نام دیا گیا ہے۔ برطانیہ میں 1995ء سے اب تک گائے کے پاگل پن سے ہلاک ہونے والے انسانوں کی تعداد میں چار گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ اس مرض کی وجہ سے برطانیہ کے ایک لاکھ 80 ہزار جانور متاثر ہوئے ہیں۔ جس سے اس ملک کی گوشت کی صنعت پر بڑے مضر اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ایک تازہ رپورٹ کے مطابق ورم دماغ کے اس مرض میں برطانیہ میں 23 فیصد سالانہ کے حساب سے اضافہ ہو رہا ہے اور یہ مرض لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں میں زیادہ پھیل رہا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے بڑی مشکل یہ حائل ہے کہ ماہرین اس مرض کے دماغ میں حضانت (Incuibation) کی مدت کا تعین نہیں کر پا رہے۔ یہ مرض بعض صورتوں میں 20 سال تک دماغ میں پرورش پاتا رہتا ہے۔ اس لیے اس کی علامات کا کھوج لگانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس مرض میں دماغ میں ورم ہو کر سوراخ ہو جاتے ہیں۔

میڈ کاؤ بیماری کی بڑی وجہ گائیوں کو پیش کی جانے والی وہ خوراک قرار دی جا رہی ہے جو متاثرہ بیمار جانوروں کی ہڈیوں اور گوشت سے تیار کی جاتی ہے۔

قارئین کرام! ایک قابل ذکر بات ہے کہ مغربی سائنسدان ایک عرصے سے جانوروں کو جلد بڑا اور صحت مند کرنے کے لیے بہت سے غیر فطری طریقوں پر

عمل پیرا ہیں۔ جانوروں کو جان بوجھ کر ایسی گندی غذائیں دی جاتی ہیں کہ انہیں کھا کر وہ اپنی طبعی مدت سے پہلے بڑے ہو جائیں اور دودھ بھی جلد اور زیادہ دیں اور ان کا گوشت بھی سرخ اور خوشنما ہو۔ مغربی ممالک میں جانوروں کی فیڈ یا خوراک کی تیاری میں خنزیر کے کھر، کان، جسم کے اندرونی اعضاء اور دیگر باقیات سے بننے والی چیزیں (Hog Meal) شامل کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں چار چیزوں کی حرمت کا بتا کے کئی بار اکٹھے ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوا۔

انما حرم علیکم المیتة ودم ولحم الخنزیر وما اھل به لغیر الله

تم پر مردار، خون، سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام (کسی جن، دیوتا، نبی، صحابی، پیر، ولی مثلاً گیارہویں والے پیر وغیرہ کا نام) پکارا گیا ہو، حرام ہے۔(البقرۃ: 173)

اللہ عزوجل نے جو چیز حرام قرار دی ہے تو اس کے کھانے کا نقصان آخرت میں ملنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی یقیناً ہوتا ہے اور آج یہ حرام چیزیں استعمال کرنے کے بدترین نتائج دنیا میں بھی ہمارے سامنے ہیں۔ میڈ کاؤ بیماری کے سلسلے میں بہت سے شواہد ہیں کہ ان متاثرہ گائیوں کو سور کا گوشت بھی استعمال کرایا جاتا ہوگا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ غیر مسلموں میں سور کا گوشت عام استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے ان کے ہاں سوروں اور دیگر جانوروں کے فارم اکٹھے ہی ہوتے ہیں۔ مغربی سائنسدان سوروں کے ساتھ دیگر جانوروں کے ملاپ کے تجربات بھی عام کرتے رہتے ہیں جبکہ طبی طور پر سور سب سے زیادہ جراثیم زدہ جانور ہوتا ہے اور بیمار سور تو جراثیم کا گھر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسی غلیظ چیز کے غلیظ نقصان تو ہوتے ہی ہیں۔ میڈ کاؤ بیماری کے سلسلے میں انٹرنیٹ پر پیش کردہ مواد کو دیکھا جائے تو اس میں بھی سوروں پر

خاص نظر رکھنے کی احتیاط ہر جگہ نظر آتی ہے۔

ہمارے ہاں برائلر مرغیوں میں بھی گندی غذا استعمال کی جاتی ہے۔ اگرچہ ان میں خنزیر تو شامل نہیں لیکن بیمار اور مردہ جانوروں کا گوشت' خون' ان کی ہڈیاں' پر' آنتیں اور گلی سڑی مچھلیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ اور عموماً انہیں ٹریٹ بھی نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اس وجہ سے مغربی ممالک کے ساتھ ساتھ یہاں بھی ہیپا ٹائٹس' یرقان اور کینسر ایسی بیماریوں میں تشویشناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ اس خوراک میں بیماریوں کے 40 فیصد جراثیم ہوتے ہیں جو انسانی جسم میں منتقل ہو رہے ہیں۔

میڈ کاؤ کی ہلاکت خیز تباہی کی وجہ سے دنیا بھر کے ممالک نے برطانوی گوشت کی درآمد پر فوری پابندی لگا دی ہے جس سے برطانیہ جو "گریٹ بریٹین" کہلاتا ہے' کی معیشت کو زبردست دھچکا لگا ہے۔ حالانکہ دنیا کے ایک تہائی سے زائد رقبہ پر حکومت کرنے والا برطانیہ اب صرف خاص برطانیہ تک محدود ہے لیکن اب بھی "گریٹ" شاید اس لیے وہ خود کو کہتے ہیں کیونکہ دنیا کے نئے سامراج امریکہ کے ساتھ برطانیہ ایک بڑا اور استاد پارٹنر ہے۔ گویا اب وہ بادشاہ سے زیادہ بادشاہ گر ہے۔ دنیا کے دو سب سے بڑے قضیئے مسئلہ فلسطین اور مسئلہ کشمیر پیدا کرنے والا برطانیہ تھا جو آج تک حل ہونے کو نہیں آ رہے اور اب یہ امریکہ کے ساتھ مل کر نہ صرف دنیا کو مزید نت نئے پیچیدہ مسائل میں گرفتار کر رہا ہے بلکہ خود امریکہ کو بھی دن بدن بری طرح پھنسا رہا ہے۔ آج برطانیہ دنیا کے بڑے بڑے دہشت گردوں کی سب سے محفوظ پناہ گاہ ہے۔ عالم اسلام کا جو بھی علیحدگی پسند لسانیت پرست اور اسلام دشمن لیڈر ہوتا ہے' اسے برطانیہ ہی پناہ دیتا ہے۔ شیطان رشدی کی حفاظت پر کروڑوں پونڈ لٹانے والا برطانیہ ہی ہے لیکن اگر کوئی اسلام اور جہاد کا نام لے تو یہ برطانیہ اس کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ یہ وہی برطانیہ ہے جس کے وزیراعظم جان میجر نے اپنے وزیر ڈگلس ہاگ کے نام خفیہ خط لکھا اور اس میں بوسنیا کے بارے میں

برطانیہ کے عزائم بتاتے ہوئے لکھا تھا۔

''ہم اس بات کی ہر ممکن کوشش کریں گے کہ بوسنیا ہرزیگوینا کے حصے بخرے کریں' اس کو تباہ و برباد کریں اور ایک ''اسلامی ریاست'' جو یورپ کے اندر قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے' اس کے خاتمے تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ایک سخت پالیسی محسوس ہو لیکن خارجہ اور دولت مشترکہ کے دفتر میں پالیسی سازوں اور مسلح افواج سے بزور اصرار کہوں گا کہ یہی ''سچی سیاست'' ہے جو مستقبل میں ایک مستحکم یورپ کے لیے لازمی ہے۔ جس کا اخلاقی نظام ''عیسائی تہذیب اور اخلاقیات'' پر استوار کرنا ہے۔

یہ برطانیہ کی اسی دہشت گردانہ پالیسی کا نتیجہ ہے کہ آج کئی برسوں کے بعد بھی بوسنیا اور کوسووا سے مسلمانوں کی بڑی بڑی اجتماعی قبریں دریافت ہو رہی ہیں۔ جان میجر کے ان مذموم صلیبی اور کریہہ عزائم پر مشتمل اس خفیہ خط سے اب پوری دنیا آگاہ ہے اور پھر اس کے مطابق بوسنیا کا جو حشر کیا گیا' وہ بھی پوری دنیا میں انسانی حقوق کے نام نہاد نام لیواؤں کے سامنے ہے۔ لیکن اس کھلی دہشت گردی پر امن اور انصاف کے کسی ٹھیکیدار نے کہیں چوں تک نہیں کی۔ البتہ جو مجاہد یہ دہشت گردی ختم کرنے کے لیے کمربستہ ہیں' انہیں آنکھیں بند کر کے کسی دلیل کے بغیر دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔

عراق کے معاملے میں بھی برطانیہ نے یہی پالیسی اپنائی ہے اور امریکہ کے کندھے پر بندوق رکھ کر اس خطے میں اپنی چودھراہٹ دکھانے کی کوشش میں ہے۔ شاید وہ دنیا کے ہر قضیئے میں امریکہ کو آگے رکھ کر اور اس کا پورا ساتھ دے کر اپنی ''عظمت رفتہ'' کو بحال ہوتا دیکھتا ہے۔ چنانچہ اپنے اس جذبے کی تسکین کے لیے وہ امریکہ کی ہر دہشت گردی کی سب سے بڑھ کر حمایت کرتا ہے۔ لیکن جس قدر وہ اپنی برتری کی نمود کے لیے پاگل ہوتا جا رہا ہے تو اللہ نے بھی اب اسے مکمل

طور پر پاگل بلکہ اچھوت بنانے کا بندوبست کر دیا ہے۔ برطانوی گوشت اور اس کی اشیاء کی درآمد پر جو پوری دنیا میں پابندیاں لگ رہی ہیں تو یہ اس کے اچھوت بننے کا آغاز ہے۔ لیکن فی الحال اس کے پاگل پن کی انتہا دیکھئے کہ دن رات کتوں اور سوروں سے پیار کرنے اور انسانوں سے زیادہ جانوروں کو تحفظ دینے والے جب ان انگریزوں کو میڈ کاؤ کی خطرناک بیماری کا علم ہوا تو یہ اس قدر خوفزدہ ہوتے ہیں کہ پھر ان بے زبان جانوروں کے تمام حقوق بھول جاتے ہیں اور غصے میں آ کر 2 لاکھ سے زائد گائیوں کو زندہ جلا کر دفن کر دیتے ہیں اور بھی مزید کئی لاکھ گائیوں کو اس طرح مارا جا رہا ہے حالانکہ انہیں مار کر بھی جلایا جا سکتا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جانوروں سے ہمدردی اور ان کے حقوق کے دعوے بھی یہ ویسے ہی کرتے ہیں جیسے انسانوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ جب انہیں اپنا مفاد عزیز ہو تو بوسنیا' کوسووا' عراق' فلسطین وغیرہ میں لاکھوں انسانوں کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اسی طرح جانوروں سے کچھ خطرہ ہوا تو انہیں بھی بے دردی سے مارنے لگے۔

اب دیکھئے ہمارے دین نے جانوروں سے کس پیارے انداز سے ان کی صفات اور خدمات کا ذکر کر کے ان سے محبت و ہمدردی کی تعلیم دی ہے۔ سورۃ الانعام میں فرمایا:

ومامن دآبة فی الارض ولا طائر یطیر بجنا حیه الاامم امثالکم

اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلتے ہیں اور جتنے پرندے اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں' وہ سب کے سب تمہاری طرح قومیں ہیں۔ (الانعام :38)

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے۔ ان میں سے کسی پر تم سوار ہوتے ہو اور کسی کا گوشت کھاتے ہو اور

تمہارے واسطے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ اپنے
سینے میں چھپی ہوئی حاجتوں کو انہی پر سواری کر کے تم حاصل
کرلو اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر تم لدے پھرتے ہو۔
(المومن 80-79)

اور تمہارے لیے چوپایوں میں بڑا سبق ہے کہ ان کے پیٹ
میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ تم کو پلاتے
ہیں جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔ (النحل:66)

سورۃ الزمر میں فرمایا:

اس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے۔ پھر اس سے
اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ نر و
مادہ اتارے۔ (الزمر 6:)

اور پھر اپنے ان احسانات کے ذکر کرنے کے بعد اللہ رب کریم نے فرمایا:

ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم

(پھر بھی) اگر تم ناشکری کرو تو (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ تو
(سب) سے بے نیاز ہے۔ (الزمر 7:)

جانوروں سے ہر ممکن حسن سلوک کی اسلام نے کس قدر تعلیم دی ہے' اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ نبی ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق ایک عورت صرف اس وجہ سے جہنم میں چلی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا تھا اور اسے نہ تو کوئی خوراک دی اور نہ ہی چھوڑا۔ اور وہ اسی طرح بھوکی مر گئی۔ (بخاری)

غرض اسلام تو جانوروں سے بھی بہترین سلوک کی تعلیم دیتا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے تعلیم دی کہ اگر ذبح بھی کرنا ہو تو تب بھی انہیں تیز چھری سے کرو تاکہ انہیں کم سے کم اذیت پہنچے۔ لیکن آج جانوروں کے حقوق کے علمبردار لاکھوں

بے زبان گائیوں کو زندہ تڑپا تڑپا کر جلا رہے ہیں اور اس پر کسی طرف سے کوئی اف بھی نہیں ہوئی۔

میڈ کاؤ کی اس بیماری کی روک تھام کے لیے اقدامات ضرور کرنے چاہئیں لیکن جانوروں سے ہمدردی کے تمام تقاضے پورے کر کے اور اس کے ساتھ وہ اصل اسباب بھی دور کرنے چاہئیں جن کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی۔ جانوروں کی افزائش کے غیر فطری طریقے اور حرام اور غلیظ غذائیں ترک کرنا ہوں گی۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل وطن بھی اس معاملے میں عبرت پکڑیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ امریکہ نے تو اس بیماری کی خطرناک مضرت کے پیش نظر اپنے استاد پارٹنر برطانیہ کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا اور اس نے 1989ء سے برطانیہ سمیت اس مرض سے متاثرہ تمام ممالک سے گوشت کی درآمدات پر پابندی لگا دی ہے جبکہ چند سال پہلے امریکہ نے 1980ء کے بعد سے خون دینے والے ہر اس شخص پر تاحیات پابندی لگا دی جس نے برطانیہ اور آئرلینڈ میں چھ ماہ بھی گزارے ہوں۔ اب اس پابندی کا دائرہ دوسرے متاثرہ ممالک تک بھی وسیع کیا جا رہا ہے۔ یہ لوگ اس قدر احتیاطیں کر رہے ہیں جبکہ ہمارے ہاں محض "سٹیٹس" کے لیے یہ مضر صحت گوشت میکڈونلڈ اور دوسرے بڑے بڑے ہوٹلوں میں منگایا جا رہا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ میکڈونلڈ کے جنرل منیجر علی یوسف کا کہنا ہے کہ وہ یہ گوشت برطانیہ سے نہیں بلکہ جنوبی افریقہ سے منگوا رہے ہیں۔ حالانکہ جنوبی افریقہ خود ایک بڑا متاثرہ ملک ہے۔ عام طور پر جنوبی افریقہ کی بھی گوشت کی بیشتر پراڈکٹس پر پابندی لگ چکی ہے۔ جنوبی افریقہ کے ہائی کمشنر اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ جنوبی افریقہ سے پاکستان گوشت برآمد کیا جا رہا ہے تاہم انہوں نے میڈ کاؤ کے گوشت کی تردید کی ہے البتہ منہ کھر کے جراثیم کی اس میں تصدیق کی ہے حالانکہ گوشت ان میں سے کسی بھی بیماری کے جراثیم کا شکار ہو یہ انسان کے لیے سخت مضر ہے۔ لیکن اس سب کے

باوجود پاکستان میں جنوبی افریقہ کے مضرصحت گوشت کی درآمد کا سلسلہ جاری ہے۔ ان پاگل گائیوں کو جنوبی افریقہ میں کیمیکل سے تیار شدہ مصنوعی غذا دے کر گوشت کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ پاکستان میں ایسے مضر گوشت کے ٹیسٹ کے لیے اعلیٰ قسم کی مطلوبہ لیبارٹری نہیں ہے۔ ایسی لیبارٹریاں صرف لندن' نیویارک اور ملبورن آسٹریلیا میں ہیں اور ان کے ٹیسٹ کے لیے ایسا گوشت وہاں بھیجا جانا چاہیے۔

کچھ عرصہ پہلے بلدیہ لاہور نے میکڈونلڈ کو اس مضر صحت گوشت کی درآمد پر نوٹس بھی جاری کیا تھا۔ لیکن بالآخر یہ اقدام کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ہمارے اداروں کی روایتی کرپشن کی نذر ہوگیا اور اب میکڈونلڈ برانچوں کا جال بڑی تیزی سے ملک میں پھیلایا جا رہا ہے۔ لاہور میں ہر ماہ دو ماہ بعد ایک برانچ کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اب تک 9 کے قریب برانچیں لاہور میں کھل چکی ہیں۔ کراچی میں بھی یہی صورتحال ہے اور اس انتہائی نفع بخش کاروبار کو خوب وسعت دی جا رہی ہے۔

میکڈونلڈ برگر کی قیمت شروع میں کم سے کم 60 روپے تک تھی لیکن جب سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ میکڈونلڈ جنوبی افریقہ سے میڈکاؤ کا گوشت منگواتا ہے تو اس کے بعد سے گاہکوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے میکڈونلڈ برگر کی کم سے کم قیمت 25 روپے تک کر دی گئی ہے جبکہ انارکلی شاپنگ فیسٹیول میں گاہکوں کو میکڈونلڈ برگر کے انعامی کوپن الگ دیئے جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس بات کی غمازی ہے کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے بلکہ یقینی طور پر کالا ہے۔ میکڈونلڈ برگر کی ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس میں سے انتہائی ناگوار قسم کی بو آتی ہے۔ میکڈونلڈ برگر کے بارے میں ابھی جب یہ انکشاف نہیں ہوا تھا کہ اس میں پاگل گائیوں کا گوشت استعمال ہوتا ہے تو اس وقت بھی بہت سے لوگ اس کی اسی بو کی وجہ سے یہ برگر پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن ہماری ایلیٹ کلاس کا کیا کیجئے کہ وہ محض اپنے سٹیٹس کے

اظہار کے لیے یہ انتہائی بوبھرے برگر بھی کھانا گوارا کرتی رہی۔ حالانکہ یہ وہ کلاس ہے جو بڑے گوشت کا کبھی نام لینا بھی پسند نہیں کرتی لیکن یہی گوشت اور وہ بھی مضر صحت' جب اسے اعلیٰ ریستورانوں اور فائیو سٹار ہوٹلوں میں سجا کر پیش کیا گیا تو اس نے چھوٹے گوشت سے بھی کئی گنا مہنگے نرخوں پر لے کر کھانا قبول کرلیا۔ مغربی ثقافت کی یوں اندھا دھند اور بے وقوفانہ تقلید کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی...... میکڈونلڈ برگروں میں یہ بدبو اب بھی اسی طرح ہے اور اسے کسی وقت بھی چیک کیا جاسکتا ہے۔

میکڈونلڈ والے اپنی عام اشیاء کی تیاری میں بھی حد درجہ بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں۔ اس سلسلے کا ایک دلچسپ اور عبرتناک واقعہ ملاحظہ کریں جو ہمیں ایک بھائی نے ای میل پر بھیجا ہے۔ اس کے مطابق چند ہفتے قبل امریکہ میں ایک خاتون اپنے 6 اور 8 سال کے دو بچوں کے ساتھ میکڈونلڈ ریستوران میں داخل ہوئی۔ اس نے بچوں کے لیے چکن میک نگٹز اور اپنے لیے ہیم برگر کا آرڈر دیا۔ اس کا چھ سالہ بچہ چکن نگٹز کھانے کی بجائے وہاں موجود کھیلوں میں دلچسپی لینے لگتا ہے چنانچہ ماں نے یہ چکن خود کھانے کا فیصلہ کرلیا...... مگر یہ کیا ہوا...... وہ حقیقتاً نہیں دیکھ رہی تھی کہ وہ کیا کرنے لگی ہے۔ وہ اپنے چھ سالہ بچے کو کھیلتے ہوئے دیکھنے میں حد درجہ محو تھی اور اسی محویت میں وہ جوں ہی کھانے لگتی ہے اچانک اس کا آٹھ سالہ بیٹا چلاتا ہے...... مم اسے مت کھاؤ!! وہ محسوس کرتی ہے کہ اگرچہ اسے فرائی کیا گیا ہے لیکن یہ چکن کے سر یعنی کلغی سمیت بغیر کوئی پر اتارے فرائی کیا گیا ہے۔ اسے اس قدر بے احتیاطی کی کچھ سمجھ نہیں آئی۔ میکڈونلڈ کا مینجر اسے اس کوتاہی کے بدلے دو ہفتے کے مفت کھانے کی پیشکش کرتا ہے۔ مگر خاتون نے حکام کو اس کی شکایت کرنے کا فیصلہ کرلیا اور بالآخر میکڈونلڈ والوں سے اس بے احتیاطی پر ایک لاکھ ڈالر حاصل کیے۔

دیکھئے امریکہ میں اتنی بے احتیاطی پر خاتون نے کس قدر جرمانہ وصول کیا

ہے لیکن ہمارے ہاں میکڈونلڈز میں کھلے عام جنوبی افریقہ سے معتزگوشت منگوایا جارہا ہے اور اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا جارہا۔ اسی طرح حال ہی میں ٹورنٹو کے ایک مقامی خاندان نے مکڈونلڈ کے خلاف ایک کروڑ ڈالر کا قانونی دعویٰ دائر کیا ہے۔ دعویٰ میں الزام لگایا ہے کہ 9 سالہ بچی ایان عبدی عاما جون 1999ء میں مکڈونلڈ کا برگر کھانے لگی تو اس میں سے چوہے کا سر نکلا۔ اس چوہے کی آنکھیں' دانت' ناک اور مونچھیں بھی سالم تھیں۔ اس برگر کو کھانے سے بچی شدید بیمار رہنے لگی۔

قارئین کرام! اس واقع میں آپ نے یہ بھی ملاحظہ کیا کہ خاتون نے ہیم برگر (Ham Burger) بھی منگوایا تھا جو دراصل سور کی ران کے گوشت سے بنا ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیرون ملک مکڈونلڈ برگرز میں سور کا گوشت عام شامل ہوتا ہے اور پاکستان میں ایسے برگرز کی ناگوار بو کی وجہ سے اس خدشے کو تقویت ملتی ہے کہ یہاں بھی سور کے گوشت کی یا کم ازکم میڈکاؤ کی آمیزش ضروری ہے۔ جیسی غذا ہوتی ہے' انسانی عادات پر بھی ویسے ہی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ غلیظ جانوروں کے گوشت کے یقیناً غلیظ اثرات مرتب ہوتے ہیں اور میکڈونلڈ کا مقصد بھی یہی ہے۔

میکڈونلڈ کا مشن اور مطلب ہی یہودی ثقافت کو فروغ دینا ہے۔ کے ایف سی' ڈائیوو اور اس طرح کے ادارے اپنے انہی مقاصد کے تحت پاکستان میں وارد ہوئے ہیں۔ جب یہ ادارے نئے نئے کھلے تو پاکستان میں انہوں نے ہی سب سے پہلے لڑکوں اور لڑکیوں کو اکٹھے ویٹرز کے طور پر کھڑا کیا۔ لوگوں کے بے پناہ رش میں یہ میل اور فی میل ویٹرز بڑی تعداد میں اکٹھے ایک ہی کاؤنٹر پر بڑی تیزی سے ایک دوسرے سے ٹکراتے اور مس کرتے ہوئے لوگوں کی ''خدمت'' کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ بہت بڑی ٹی وی سکرین پر عریاں پاپ انگلش گانے الگ دکھائے جاتے ہیں۔ پروگرام یہ ہے کہ جب لوگ بڑی سکرین پر عریاں پاپ گانے دیکھنے کے عادی

ہو جائیں گے تو پھر ان ریستورانوں کو آہستہ آہستہ کلبوں اور ناچ گانوں میں بدل دیا جائے گا جہاں لڑکے لڑکیاں خود بھی مل کر یہ پاپ گانے گا سکیں گے۔ دوسری طرف ڈائیوو نے بس ''ہوسٹس'' کی صورت میں لڑکیاں فراہم کی ہیں حالانکہ مردوں کو بھی رکھا جاسکتا تھا جن کی بڑی تعداد پاکستان میں بے روزگار بیٹھی ہے۔ یوں غیر ملکی سرمایہ کاری کے نام پر ان غیر ملکی کمپنیوں نے مغربی ثقافت کو یہاں پروان چڑھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ایک طرف لوگوں کو شرم و حیاء سے عاری کیا' دوسری طرف اب پاگل گائیوں کا گوشت کھلا کر انہیں ذہنی طور پر بھی ختم کرکے مارنا چاہتے ہیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ اگر گائے کے گوشت کا برگر ہی کھلانا ہے تو جنوبی افریقہ سے منگوانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا یہاں گائیں کم ہیں یا جنوبی افریقہ کی گائیں زیادہ لذیذ ہوتی ہیں۔ عالمی طور پر یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی بھی ادارے کے لیے مقامی طور پر خام مال زیادہ سستا پڑتا ہے لیکن یہ کیسی گائے ہے جو جنوبی افریقہ سے منگوا کر بھی سستی پڑتی ہے۔

ہماری حکومت سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس معاملے کو دینی اعتبار سے نہیں دیکھنا چاہتی تو کم از کم انسانی لحاظ سے ہی دیکھ لے۔ یہ وباء اللہ نے برطانیہ ایسے ملکوں پر نازل کی ہے اور وہیں پر ہی یہ وباء رہنے دینی چاہیے...... اگر ہم نے ان سے عبرت نہ پکڑی تو یہاں بھی اس کا شکار زیادہ تر وہی لوگ ہی ہوں گے جو ان کے دوست' مغرب پسند اور دین سے بیزار ہیں اور اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں لگانے کی بجائے ان کی راہ میں لگاتے ہیں جو مغرب میں ذہنی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ اور پاگل ہو کر ٹکریں مار رہے ہیں اور ہمیں بھی اسی دیوالیہ پن کا شکار کرنا چاہتے ہیں...... اللہ ان کے فتنوں سے بچائے اور ان ظالموں کو ان کے اپنے ہاتھوں سے ہی تباہ و برباد کردے۔ آمین

کوکا کولا اسرائیل تعلقات

امتیاز احمد انجم

دنیا بھر کے مسلمانوں نے عموماً اور عرب ممالک نے خصوصاً اسرائیل کے بائیکاٹ کی مہم چلا رکھی ہے اور مسلمانوں نے ہر اس چیز کے بائیکاٹ کا اعلان کیا ہے جس کا فائدہ یہودیوں اور اسرائیل کو پہنچتا ہو۔ خاص طور پر ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کا زور وشور سے بائیکاٹ کیا جا رہا ہے جو اپنی کمائی سے براہ راست اسرائیل کو امداد مہیا کرتی ہیں اور انہی کمپنیوں کی فراہم کردہ دولت کے بل بوتے پر اسرائیل کی ناجائز ریاست قائم و دائم ہے اور اسی دولت سے اسرائیلی افواج کو اسلحہ اور گولہ بارود فراہم کیا جاتا ہے جو فلسطینی مسلمانوں کا خون بہانے کے لیے بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے یا پھر اسے عرب اور دیگر مسلمانوں پر مظالم ڈھانے کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔

بائیکاٹ کی یہ مہم نہ صرف بھرپور طریقے سے عملی طور پر جاری ہے بلکہ یہودی مصنوعات کے بائیکاٹ سے ان کمپنیوں کو شدید خسارے کا سامنا ہے اور بہت سی کمپنیاں دیوالیہ بھی ہو چکی ہیں۔ آیئے اس مہم کے سلسلے میں ہم کوکا کولا کمپنی پر کی گئی تحقیق اور تجزیئے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کمپنی یہودیوں سے کتنا تعلق رکھتی ہے اور اپنی کمائی سے یہودیوں کو کتنا فائدہ

پہنچاتی ہے؟

کوکا کولا کمپنی کی چند ایک مصنوعات:

کوکا کولا	Coca Cola
فانٹا	Fanta
فروٹوپیا	Fruitopia
کیا اورا	Kiaora
للٹ	Lilt
سپرائٹ	Sprite
سن کٹ	Sunkit
سکوپس	Schwoppes

عنوانات

کوکا کولا 1966ء سے اسرائیل کی ایک بہت بڑی معاون کمپنی ہے۔
(حوالہ نمبر4)

1997ء میں اسرائیلی حکومت کے اقتصادی مشن نے کوکا کولا کو عزت افزائی بخشی اور اسے اسرائیل ٹریڈ ایوارڈ دیا گیا۔ یہ ایوارڈ کوکا کولا کو اسرائیل کے ساتھ کیے گئے تعاون کے اعتراف کے طور پر دیا گیا تھا کیونکہ کوکا کولا نے گزشتہ تیس سالوں میں مسلسل اسرائیل کو امداد فراہم کی۔ (حوالہ نمبر1)

1990ء میں عرب لیگ کی طرف سے پیپسی کا وسیع پیمانے پر بائیکاٹ کیا گیا تھا جو مئی 1991ء میں ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ 1992ء کے بعد پیپسی بھی اسرائیل میں کاروبار کر رہی ہے۔ (حوالہ نمبر2)

2001ء میں کوکا کولا کے ورلڈ ہیڈکوارٹر میں امریکن اسرائیل چیمبر آف کامرس کی طرف سے سب سے بڑے معاون کے طور پر کوکا کولا کو ''گالا ایوارڈ'' دیا

گیا۔ (حوالہ نمبر 5)

اس بات کا بھی انکشاف ہوا کہ ''اسرائیل کے ساتھ تعاون'' کے پروگرام کے لیے کوکا کولا نے اپنے کارکنوں کو اسرائیل عرب تنازعہ کے حوالے سے خصوصی تربیت دی ہے جبکہ اس تربیت کا خصوصی نصاب ایک کمپنی نے تیار کیا جس کو ''جیویش ایجنسی'' اور ''اسرائیلی گورنمنٹ'' کی طرف سے فنڈ مہیا کیے گئے۔

(حوالہ نمبر 6)

فروری 2002ء میں کوکا کولا نے اسرائیل کے ساتھ تعاون بڑھانے کے موضوع پر ''فرینڈز آف اسرائیل'' اور ''نیشنل ہیلی'' نامی کمپنیوں کے ساتھ ایک مشترکہ لیکچر کا اہتمام کیا چنانچہ یونیورسٹی آف منیسوٹا میں ایک غیر معروف صیہونی نمائندہ لنڈا گریڈسٹین نے لیکچر دیا۔ (حوالہ نمبر 3)

حال ہی میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ میلینز کے حساب سے اسرائیل کو امداد کرنے کے بدلے میں اسرائیلی حکومت نے فلسطینیوں سے ہتھیائے گئے علاقے کریات گیٹ میں کوکا کولا کو نیا پلانٹ لگانے کی اجازت اور حوصلہ افزائی دی ہے۔

(حوالہ نمبر 7)

اضافی معلومات مع حوالہ جات

(حوالہ نمبر 1)

The "The Southern Shofar" Jewish newspaper of Alabauna

جس کا پتہ ہے: www.bham.net/shofar/1997/697/nbriefs.

اٹلانٹا میں اسرائیل کی طرف سے کوکا کولا کی عزت افزائی

29 مئی کو اٹلانٹا میں امریکن اسرائیل چیمبر آف کامرس اور اسرائیلی حکومت کے اقتصادی مشن کی طرف سے کوکا کولا اور اس کے چیئرمین رابرب گوئیز یوٹا کو

اسرائیل تجارتی ایوارڈ اور ڈنر سے نوازا گیا۔

گوائیزیوٹا 1954ء سے کوکا کولا کے لیے کام کر رہا ہے اور اس کا 1964ء میں اٹلانٹا کے ہیڈکوارٹر میں تبادلہ ہوا تھا۔ 1980ء میں اسے کوکا کولا صدر اور چیف آپریٹنگ آفیسر منتخب کیا گیا۔

کوکا کولا گذشتہ 30 سالوں سے اسرائیل کی خدمت کر رہی ہے باوجود اس کے کہ عرب لیگ نے اس کا بائیکاٹ بھی کیا تھا۔ (حوالہ نمبر 2)

www.snoper2.com/cokelore/israel.html.

1992ء کے ایام میں جب عرب لیگ نے کوکا کولا کا بائیکاٹ کیا ہوا تھا پیپسی نے عرب مارکیٹ میں بڑی تیزی سے جگہ بنائی اور خوب نفع حاصل کیا۔ اگرچہ بعد میں پیپسی بھی عرب لیگ کی بلیک لسٹ پر آگئی تھی۔

ان دنوں پیپسی کمپنی نے خود کو عرب لیگ کی بلیک لسٹ میں آنے سے بچنے کے لیے وقتی طور پر پیپسی کو اسرائیل سے دور رکھنے کی کوشش کی لیکن اس وجہ سے امریکہ میں پیپسی پر مسلسل تنقید ہوتی رہی اور جو بھی پیپسی استعمال کرتا ہے اسے سیاسی طور پر غلط سمجھا جاتا تھا امریکہ کی ایک تنظیم نے پیپسی کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا اور الزام لگایا کہ پیپسی اسرائیل کے بائیکاٹ کی مہم میں حصہ لے رہی ہے۔ اگرچہ امریکی قوانین امریکی کمپنیوں کو اس بائیکاٹ میں حصہ لینے سے منع کرتے تھے لیکن یہ قوانین زیادہ واضح نہیں تھے۔ اس لیے پیپسی نے اپنا کام جاری رکھا۔ تاہم عدالتی تحقیقات سے یہ بات سامنے آگئی کہ پیپسی اسرائیل کی بائیکاٹ مہم میں شامل نہیں بلکہ در پردہ اسرائیل کی امداد کرنے میں شامل ہے اس لیے اس معاملے پر خاموشی اختیار کر لی گئی۔

19 فروری بروز منگل 2002ء کو کوکا کولا نے یونیورسٹی آف منیسوٹا کے اشتراک سے اسرائیل کی حمایت میں پروپیگنڈہ کے لیے فنڈ جمع کرنے کے لیے ایک

لیکچر کا اہتمام کیا یہ لیکچر لنڈا گریڈشٹین نے دیا۔ اس تقریب کو ''فرینڈز آف اسرائیل'' اور ''نیشنل ہیلی'' جیسی صیہونی تنظیموں کا تعاون بھی حاصل تھا۔

حال ہی میں انتفاضہ کے الیکٹرونک ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ لنڈا گریڈشٹین صیہونی تنظیموں سے باقاعدہ تنخواہ وصول کرتا ہے جبکہ اس کا دعویٰ ہے وہ نیشنل پبلک ریڈیو (NPR) کا مشرق وسطیٰ کے لیے جز وقتی نمائندہ ہے۔

electronicintifata.net/actioninteur/2001gradstun.html

(حوالہ)

www.israel-mfa.gov.il/

mfa/goasp?MFAHOOu10

(حوالہ نمبر 4)

اسرائیل کی ایک سرکاری ویب سائٹ (Ministry of Foreign Affairs) یعنی وزارت امور خارجہ کی ویب سائٹ میں اسرائیل کی تاریخ کے اہم واقعات ترتیب وار درج کیے گئے ہیں' 1996ء کے اہم واقعات میں صرف چھ واقعات درج کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ہے ''کوکا کولا کی صیہونی ریاست کے لیے امداد'' کوکا کولا نے عربوں کے بائیکاٹ کے باوجود اسرائیل میں کوکا کولا کے پلانٹ لگانے کے منصوبے کا اعلان کیا ہے۔

(حوالہ نمبر 5)

www.rdu-yok-meg.org.il/Heve

Avd Now/News Letter.htm

11 اکتوبر 2001ء کو کوکا کولا کے ورلڈ ہیڈکوارٹر کی میزبانی میں امریکن اسرائیل چیمبر آف کامرس نے سال کی بہترین اسرائیلی کمپنی ''سال کی بہترین اسرائیلی ٹیکنالوجی'' وغیرہ کے عنوان سے ''ایگل سٹار ایوارڈ گالا'' تقسیم کیے۔ کوکا کولا

کمپنی اس تقریب کی سب سے بڑی سپانسر تھی۔

(حوالہ نمبر 6)

www.mcitar.org.il.news.htm

کوکا کولا اسرائیل کے اشتراک سے اپنے کارکنوں کو تربیت فراہم کر رہا ہے' یہ کارکن یہودی آبادکاروں میں سے لیے گئے ہیں خاص طور پر سابق سوویت یونین سے لائے گئے آبادکاروں میں سے جو ابھی تک اسرائیل کے خالصتاً صہیونی ماحول میں رچے بسے نہیں ہیں انہیں تربیت دی جا رہی ہے۔ اس تربیتی پروگرام میں عرب اسرائیل تنازعہ کو خصوصی مضمون کے طور پر پڑھایا جاتا ہے اور انہیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ فلسطین کی سرزمین یہودیوں کی آبائی زمین ہے اور مسجد اقصیٰ کی جگہ پہلے ہیکل سلیمانی موجود تھا جسے اب دوبارہ تعمیر کرنا ہوگا۔ تربیت پانے والے کارکنوں کو کوکا کولا کی مارکیٹنگ کے ساتھ اسرائیل کی امداد پر بھی خصوصی لیکچر دیئے جاتے ہیں' مزید برآں انہیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ عربوں کے خلاف اور اسرائیل کی حمایت میں پروپیگنڈہ مہم کس طرح چلائی جاتی ہے۔ کارکنوں کی ہفتہ وار نشستیں ہوتی ہیں جس میں حصہ لینے والوں کو باقاعدہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ اس پروگرام کو تنظیم' میتار' چلا رہی ہے جسے ''جیویش ایجنسی'' (یہودی ایجنسی) اور اسرائیلی وزارت تعلیم کی طرف سے بھی فنڈز مہیا کیے جاتے ہیں جبکہ کوکا کولا اس پروگرام کی سب سے بڑی سپانسر ہے۔

(حوالہ نمبر 7)

کولا کولا کا فلسطینیوں سے ہتھیائی گئی زمین پر پلانٹ لگانے کا منصوبہ

کوکا کولا کمپنی اسرائیلی حکومت کو ملین ڈالرز کے حساب سے جو ٹیکس اور امداد دیتی ہے اس کے بدلے میں اسرائیلی حکومت نے اسے اسرائیل میں اس زمین پر نیا پلانٹ لگانے کے منصوبے کی اجازت دی ہے جو فلسطینیوں کی ملکیت ہے۔ لیکن

اسرائیل نے اسے ناجائز طور پر قبضہ کر کے ہتھیا لیا ہے۔ کوکا کولا کا نیا پلانٹ جو فلسطینیوں کی زمین پر قائم کیا جائے گا اس کے نفع سے نہ صرف اسرائیلی حکومت کی امداد کی جائے گی بلکہ اس سے 700 اسرائیلی یہودیوں کو ملازمت بھی ملے گی۔ فلسطینیوں سے ہتھیائی گئی اس جگہ کا نام باب کریات (Kiryat Gate) ہے۔ قبل ازیں "انٹل" کمپنی بھی ایسی ہی ناجائز قبضے والی جگہ پر پلانٹ لگا رہی ہے لیکن اسے قانونی مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ باب کریات جہاں انڈسٹریل ایریا تعمیر کیا گیا ہے دراصل عراق کا ایک گاؤں المنشیا ہے جہاں کے باشندوں کو 1949ء میں بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یا تو جبراً بے دخل کر دیا گیا یا ان کی نسل کشی کی گئی۔

(حوالہ نمبر 8)

www.inminds.co.uk/boycott-news-0226.html

انٹرنیٹ پر یہ رپورٹ جاری کی گئی ہے کہ کوکا کولا نے اسرائیل میں ایک مضحکہ خیز مہم چلائی ہوئی ہے جس میں مسجد اقصیٰ کے گنبد صخریٰ کو کوکا کولا کے ٹریڈ مارک میں ڈھکا ہوا دکھایا گیا ہے اس رپورٹ کے اصل ذریعے کے لیے ہارٹز کی 19 جولائی 2002ء کی اشاعت ملاحظہ فرمایئے۔ یاد رہے "شمشیر" نے اس رپورٹ کو موضوع بحث بناتے ہوئے "کوکا کولا کی اسلام دشمنی" کے عنوان سے جلد 4 شمارہ 10 میں مفصل مضمون شائع کیا ہے۔

کوکا کولا کی مکمل برانڈ لسٹ

اے اینڈ ڈبلیو کو' امباسا' اینڈی فروٹ' ایکوا' اینڈینا' ایکوارلیس' بکارڈی مکسچر' بارکس' ریبیٹ۔

بیوریٰ' بمبو' بمبو بریک' بسٹر ون' بجار' بولٹ' بوناک' بوناکا' بونا کالس' بوری بوری' برائٹ اینڈ ارلی برن۔

کیفین' فری کوکا کولا' کیفین فری لائٹ کوک' ڈائٹ کوک' کینیڈا ڈرائی کو' کینگو کیپی' کپرائس' چنتو' سل' سٹرا' کیرووا' چیری کوک' چنتو لائٹ' چیولری' چوٹو کاوورڈ' چوہائی' کوکالائی' کوکا کوکا' کوکوٹین' کول فرام عیسٹیا' کرسٹل' کرش کو' کری سٹال' ڈاسانی واٹر' ڈیلا ویئر پنچ' ڈائٹ اے اینڈ ڈبلیو کو' ڈائٹ انڈیا' نیکٹار انڈینا نیکٹا رائل ٹی' ڈائٹ بارکس' ڈائٹ کینیڈا ڈرائی کو' ڈائٹ کیرووا' ڈائٹ چیری کوک' ڈائٹ کوک کوکا کولا لائٹ' ڈائٹ کول فرام عیسٹیا' ڈائٹ کرش کو' ڈائٹ ڈی آر پیپر کو' ڈائٹ فانٹا' ڈائٹ ہائی سی' ڈائٹ ہائی سپاٹ کو' ڈائٹ انکا کولا' ڈائٹ کیا اوراکو' ڈائٹ کریسٹ' ڈائٹ لفٹ' ڈائٹ منٹ میڈ سافٹ ڈرنک' ڈائٹ میلو ییلو' ڈائٹ ایم آر پب' ڈائٹ عیسٹیا' ڈائٹ اوسس کو' ڈائٹ سپورٹ کو' ڈائٹ ٹائی' ڈی آر پیپر کو۔

ایمبلیم' ایوا' فانٹا' فانٹا بٹر' فانٹا سٹل' فنٹلے' فائیورا' وانٹی' فراز اینڈ نیوز' فریسکا' فریسکو لیٹا' فرسکو' فروٹیا' فروٹوپیا' فروٹو پیائی' فروٹ ٹری' فروگوس' فروک ٹائم۔

جارجیا' جارجیا کلب' گتی کو' گولڈ سپاٹ' گرینڈ بلو' گرینیٹی' ہچی مٹو۔

ہادائی' ہائی سی' ہارسں کو' ہائی سپاٹ کو' ہیٹ' ہاریزن' ہوانگ' آئس ماؤنٹین' آئٹ کولا' ایٹو۔

جیٹ ٹانک' جمیلی' جوزونی یوسانی' جوڈور' کاپو۔

کیا اوراکو' کن' کنلے' کوچا کیڈن' کاؤمی ساؤ کائی' کریسٹ' کواٹ' کواٹ لائٹ' کولی' کیبن لیکٹیلر۔

لیفس' لفٹ' للٹ' لمکا' لیموئیڈ۔

ماسٹر چلی' ماسٹر پورٹازا' میجن' می سوئی میگوری' میلو' میلو ییلو' میز میز ومیگورڈ' نومیگورڈ' مناکا' منواؤنو' منٹ میٹ' منٹ میڈ ایڈس اینڈ پنچ' منٹ میڈ جوس ٹوگو' منٹ میڈ پریمیم چوائس' منٹ میڈ سافٹ ڈرنک' میریلی' ایم آر پب۔

ناگومی' نامتھپ واٹر' نیکٹرین' نیسکیفے' نیسٹیا' نیوو بجسٹیا' نیھون الپس موری نو میزو ڈائیوری' نارڈک منٹ' نوسٹا

اوسس کو' او کے' اولڈ کالونی کو۔

پارلی' پچی ریکو' پیون' پلے' پومز' پاوریڈ' پرائیوٹ لیبل' پلپ۔

قوقواٹرو' ڈیمبلن' روٹ بیئر' رئیل گولڈ' ریڈ فلیش' ریڈ لائن' ریفریش ٹی' رم زم' روز الٹا' روز زکو' رائل ٹرو۔

سیمسن' سینھیا' سیرے بوسائی سائی' سکوپس کو' سیزنز' سیرے یوسابو' سیلٹر' سینفسن' سرا' شن ہائی گوان' شکپی کیوریب' شپلا' سمبا' سمارٹ' سونجیچا' سوتوکو' سون فل' سون سو' ساؤدرن سن' سپارلیٹا' سپارلیٹا گنگر بیئر' سپارلیٹا آئرن برو' سپلیشن' سپورٹ کو' سپرکو' سکورٹ کو' سٹونی گنگربیر' سن فل' سن فلڈ' سن کٹ کو' سن ویلی' سورگ۔

ٹیب' ٹیب ایکسٹرا' ٹاہیٹین ٹریٹ کو' ٹائی' ٹیسٹرز چوائس' ٹیان یوڈی' ٹکی کو' تھمز اپ' ٹاپ' ٹاپور' ٹروپیکل' ٹیوبورگ سکوائش لائٹ' ٹوٹی کو۔

ارگ' ورائٹی پیک' وتجیبیٹیا' واٹل' ونک کو' دوری جپ۔

قارئین کرام! یقیناً آپ اچھی طرح جان گئے ہوں گے کوکا کولا ہم لوگ جسے نہایت شوق سے پیتے ہیں' یہ دراصل مشروب نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے مسلمان بھائیوں کا خون ہے جسے ہم گھونٹ گھونٹ کرکے اپنے حلق میں اتارتے ہیں اور پھر اتارتے ہی چلے جاتے ہیں۔ یاد رکھئے! کوکا کولا صرف ایک مشروب ساز کمپنی نہیں ہے بلکہ یہ صہیونیوں کا ایک بڑا اقتصادی منصوبہ ہے جس کے ذریعے وہ مسلمانوں پر کئی جہتوں سے وار کررہے ہیں۔ اس منصوبے کے ذریعے سب سے پہلے تو اسرائیل کو مضبوط کیا جارہا ہے۔ اسرائیل کی مضبوطی سے مراد اسرائیل کی معیشت اور اسرائیل کی عسکریت کو مضبوط بنیاد فراہم کی جارہی ہے۔ اس معیشت اور عسکریت کے بل بوتے پر اسرائیل نہ صرف فلسطین کے مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے بلکہ

پورے علاقے میں اپنے خونی پنجے مضبوط کر رہا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر پوری دنیا کے مسلمانوں پر جو ظلم وستم ڈھائے جا رہے ہیں اور ان کے خلاف سازشیں کی جا رہی ہیں ان سب کے پیچھے صہیونی ہاتھ ہے صہیونی ہاتھ کا مطلب ہے کہ صہیونیوں کی دولت اور ان کی فوجی قوت جس کو ہم مسلمان اپنے ہاتھوں سے مضبوط کر رہے ہیں۔ کیونکہ دنیا بھر میں اس یہودی کمپنی کی مصنوعات کی سب سے زیادہ کھپت مسلمان ممالک میں ہے۔

کوکا کولا اور پیپسی جو دونوں ہی یہودی کمپنیاں ہیں۔ انہوں نے ایک طرف تو اسرائیل کی معیشت اور عسکریت کو مضبوط کیا ہے دوسری طرف پوری بین الاقوامی مارکیٹ پر قبضہ کر کے خاص طور پر مسلمان ممالک کی مقامی کمپنیوں کو ناکامی سے دوچار کر دیا ہے ان کی منہ زور مارکیٹنگ کے سامنے مقامی اور چھوٹی کمپنیاں بے بس ہیں اور یوں ان ملکوں کا سرمایہ یہ کمپنیاں کھینچ کر اسرائیل کو آباد کر رہی ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ایک طرف تو دیگر ملکوں کی مشروب سازی کی صنعت کو شدید نقصان پہنچا ہے دوسری طرف ان کا زرمبادلہ اسرائیلی یہودیوں کے قدموں میں ڈھیر ہوگیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ کمپنیاں تشہیر کے نام پر دیگر ممالک خصوصاً اسلامی ممالک میں فحاشی اور عریانی کو بے انتہا فروغ دے رہی ہیں۔ کوکا کولا اور پیپسی کی تشہیری مہم جو صرف پاکستان میں چلائی گئی ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق اس پر اربوں روپے خرچ کیے گئے ہیں۔ جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے یہ دو کمپنیاں صرف پاکستان سے یقیناً کھربوں روپے سمیٹ کر اسرائیل لے جاتی ہیں اور ہم لوگ دیکھتی آنکھوں سنتے کانوں یہ میٹھا زہر اپنے حلق میں انڈیل لیتے ہیں اور ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ فلسطینی مسلمانوں پر برسنے والے میزائل، بم اور راکٹ ہم نے ہی اپنے ہاتھوں سے اسرائیل کو خرید کر دیئے ہیں۔ ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ حرمین شریفین کے

گرد یہود و نصاریٰ کی فوجیں ہمارے ہی پیسے کے بل بوتے پر گھیرا ڈالے بیٹھی ہیں۔
لیکن اگر ہر شخص یہ تہیہ کر لے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کا خون یعنی کوک اور پیپسی نہیں پیئے گا تو یقین کیجئے یہ مضبوط کمپنیاں دھڑام سے زمین پر آ گریں گی اور ان کا وجود بکھرنے میں دیر نہیں لگے گی اور ان کمپنیوں کے گرنے کے ساتھ ساتھ اسرائیل کی معیشت کو بھی شدید دھچکا لگے گا۔ اگر ہمیں واقعی فلسطینی' عراقی اور دیگر مظلوم مسلمانوں سے ہمدردی ہے تو ہمیں کوک اور پیپسی کا مکمل بائیکاٹ کرنا ہوگا۔ ہمیں یہ عہد کرنا ہوگا کہ آئندہ ان گندے مشروبات کو ہاتھ تک نہیں لگائیں گے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان سے ایسے کنارہ کش ہو جائیں جیسے شراب سے' بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ شراب تو صرف ایک شخص کو نقصان پہنچاتی ہے لیکن کوک اور پیپسی شراب سے بھی زیادہ مضر اور خطرناک ہیں کیونکہ یہ پوری امت مسلمہ کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ کوک اور پیپسی پینے والا نہ صرف اپنے ضمیر کا مجرم ہے بلکہ وہ پوری امت مسلمہ کا مجرم بھی ہے' وہ فلسطینی مسلمانوں کا مجرم ہے' وہ عراق کے مظلوم مسلمانوں کا مجرم ہے' وہ سرکار مدینہ ﷺ کا بھی مجرم ہے کیونکہ اسی کے پیسے سے یہود و نصاریٰ اپنی فوجوں کو پالتے ہیں' عسکری قوت کو مضبوط کرتے ہیں اور پھر وہی فوجیں ایک طرف تو قبلہ اوّل پر قبضہ کرتی ہیں اور مسجد اقصیٰ شہید کرنے کے ناپاک منصوبے بناتی ہیں تو دوسری طرف خانہ کعبہ اور روضۂ رسول ﷺ پر نظریں گاڑے بیٹھی ہیں۔ جو بھی شخص ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اور عشق رسول ﷺ کا دم بھرتا ہے اس کے لیے قطعاً مناسب نہیں کہ وہ خون مسلم کے جام بھر بھر کر اپنی پیاس بجھاتا رہے اور دوسری طرف مسلمانوں کا خون نچڑتا رہے اور بہتا رہے۔

کوکا کولا اور پیپسی: مشروبات یا تیزاب؟

ڈاکٹر انعام اللہ

''میں کوک پیوں گا' مجھے پیپسی چاہیے'' اس طرح کے جملے آپ کو اکثر سننے کو ملیں گے۔ ان مشروبات کی کسی بوتل میں اگر اکھڑا ہوا دانت یا ناخن ڈال دیا جائے تو وہ دو دن میں گل کر دو ہفتے کے اندر حل ہو جائے گا جبکہ یہی دانت' ہڈیاں اور ناخن انسان کے مرنے کے بعد ہزار ہا سال تک محفوظ حالت میں مل سکتے ہیں۔ صحت کے لیے حد درجہ خطرناک ہونے کے باوجود کیا وجہ ہے کہ بچے دیوانہ وار ان مشروبات کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اس مطالبے کی وجہ ان کمپنیوں کی طرف سے انتہائی سحر انگیز اور گمراہ کن تشہیر ہے جس میں معصوم بچے مشہور کرکٹرز' فلم اسٹارز اور من پسند ہیروئنوں کو انتہائی جذباتی انداز میں یہ مشروبات پیتے ہوئے دیکھ کر ان کے انداز (Style) میں ان کی نقالی کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ چکا چوند (Glamour) ننھے منے بچوں کو مرعوب کر کے ان مشروبات کا عادی بنا ڈالتی ہیں۔

ان کمپنیوں کا کہنا ہے کہ ہم اپنا آدھا منافع اس بات پر خرچ کرتے ہیں کہ عوام کوئی مشروب مانگنے کی بجائے پیپسی یا کوک کا نام لے کر مشروب کو طلب کریں۔ ظاہر ہے اس اشتہار بازی کا خرچ استعمال کرنے والے ہی کی جیب سے

پورا کیا جاسکتا ہے۔

پیپسی یا کوک ہے کیا؟

یہ مشروبات جن چیزوں کا مرکب ہیں آپ انہیں باریک انگریزی میں ڈھکن کے اندر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ یہ کیمیائی مادے درج ذیل ہیں۔

کاربن ڈائی آکسائیڈ (Co2)

قدرت اس زہریلی گیس کو جو خون کے ایک فضلے کی مانند ہے سانس کے ذریعے پھیپھڑوں سے باہر نکالتی ہے لیکن پیپسی اور کوکا کولا مشروب کے لیے پانی میں اس گیس کو گزار کر جذب کیا جاتا ہے جسے ہم منہ کے ذریعے اپنے معدے میں اتار دیتے ہیں۔ اس گیس کو پانی میں گزارنے کے عمل سے کاربانک بنتا ہے اور ان مشروبات کی تیزابیت کا درجہ 3.4 ہوتا ہے یعنی انسانی جسم کی تیزابیت سے تین یا چار درجے تیز۔ اس درجے کی تیزابیت ہڈیوں اور دانتوں کو گھول کر رکھ دیتی ہے۔ انسانی ڈھانچہ زوال پذیر ہو جاتا ہے۔ ایسی عمر میں یہ مشروبات حد درجہ خطرناک ہیں۔ ان مشروبات کے حد درجہ ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے ہمارے جسمانی نظام اور معدے پر دو چند بوجھ بڑھ جاتا ہے۔ ایک تیزابیت کی وجہ سے اور دوسرا مشروب کے درجہ حرارت کی وجہ سے جو عموماً صفر ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے جبکہ جسم کا درجہ حرارت 37 ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ اس فرق کو مٹانے کے لیے معدے کو فاضل کام کرنا پڑتا ہے۔ کھانے کے دوران میں ان مشروبات کے استعمال سے ہاضمے کے مددگار کیمیائی مادے (Digestive Enzymes) تحلیل ہو کر معدے پر مزید بوجھ ڈال دیتے ہیں جس کی وجہ سے معدہ میں جلد ہی گیسیں اور دیگر زہریلے مادے بنتے ہیں جو آنتوں میں جذب ہو کر جسم کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دیتے ہیں۔

فاسفورک ایسڈ (Phosphoric Acid)

یہ تیزابی مادہ ہمارے جسم کی ہڈیوں اور دانتوں سے کیلشیم کے مادے کا

اخراج کرتا ہے۔ مسلسل استعمال سے ہڈیوں کی شکست و ریخت ہونے کی وجہ سے ہڈیوں کا درد' کمر کا درد اور بعض اوقات معمولی چوٹ سے ہڈیوں کا ٹوٹ جانا عام علامات ہیں۔ اس بیماری کو "Osteoporosis" یعنی ہڈیوں کی کمزوری کہا جاتا ہے۔

کیفین (Caffiene)

یہ اعصابی نظام کو تحریک دینے والی نشہ آور دوا ہے جس کے استعمال سے آدمی وقتی طور پر بیدار' تازہ دم اور خوشی محسوس کرتا ہے۔ پانچ چھ گھنٹے میں اس کا اثر ختم ہونے پر کمزوری' سستی' اضمحلال اور بوریت محسوس کرتا ہے۔ کیفین کے زیادہ استعمال سے ہیجان' بے چینی' رعشہ' دل کی تیز دھڑکن کے ساتھ دل کی چال کی یکسانیت میں تبدیلی آ سکتی ہے۔ سر درد کے ساتھ دوروں کی نوبت آ سکتی ہے۔ کیفین کی مقدار عام بوتل میں 35 سے 50 ملی گرام تک جبکہ ڈیڑھ لیٹر کی بوتل میں 200 ملی گرام تک موجود ہوتی ہے۔

سوڈیم بینزوئیٹ (Sodium Benzoate)

یہ مشہور اینٹی فریز کیمیکل ہے جو گاڑیوں میں پانی کو جمنے سے بچانے کے لیے ڈالا جاتا ہے' یہ سنکھیا سے ملتا جلتا آہستہ عمل کرنے والا زہر ہے۔ ایک گھنٹے میں چار لیٹر کولا مشروبات پینے کے نتیجے میں موت واقع ہو سکتی ہے جبکہ دو ڈھائی لیٹر پینے سے بے ہوشی طاری ہو سکتی ہے۔

رنگ دار مادے (Food Colours)

سرخ امارنتھ (Amaranth) اور براؤن بورڈیکس (Bordeaux) قابل ذکر ہیں جو تحقیقات کے مطابق کینسر کا باعث بنتے ہیں اور انسانی صحت کے لیے مضر اثرات رکھتے ہیں۔

پیپسی اور کوکا کولا کے عمومی نقصانات

ذہنی صحت پر اثر سے بے چینی' ہیجان اور اڑیل پن پیدا کر کے بچے کو ضدی بنا ڈالتے ہیں۔ ماں باپ کو تنگ کرنا اور آپس میں مار کٹائی کا رجحان زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور ذہانت میں کمی آ جاتی ہے۔

بچوں کی جسمانی صحت پر اثر کر کے پہلی صورت میں بظاہر موٹا بچہ لیکن اندرونی طور پر کمزور اور سست جبکہ دوسری صورت میں بھوک کے مارے جانے سے پیلی رنگت کا لاغر بچہ جس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اور چہرے پر مردنی ہوگی۔

ان مشروبات کا کثرت سے استعمال جگر کے امراض (Liver Cirrhosis) کا باعث بنتا ہے جو کہ اس مرض کی الکوحل مشروبات کے بعد دوسری بڑی وجہ ہے۔

زیادہ استعمال سے ذہنی دباؤ' سر درد خصوصاً درد شقیقہ (جس میں اسے نسبتاً بند کیا جاتا ہے) رویہ میں تبدیلی اور ذہنی صلاحیت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

لمبے عرصے تک استعمال معدے اور مثانے کے کینسر کا باعث بن سکتا ہے۔

حاملہ عورت میں ان مشروبات کا استعمال بچے کی جسمانی بناوٹ میں خرابی کے علاوہ معذور بچوں کی پیدائش کا سبب بن سکتا ہے' جس کی شرح ہمارے معاشرے میں بڑھ رہی ہے۔

امریکی اور یورپی ڈاکٹروں کی رائے میں ان ممالک میں مندرجہ بالا بیماریوں کا سبب کوکا کولا مشروب کو گردانا گیا ہے۔ انہوں نے اپنے عوام پر زور دیا ہے کہ اپنے کھانے پینے کی عادات کو نہ بدلنے کی صورت میں اگلے 20 سال میں بھیانک نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

متبادل صحت مند مشروبات

دودھ کے مشروبات سادہ یا ذائقہ دار مثلاً الائچی اور بادام پستے کی کترن

کے ساتھ کے مشروبات' ادرک اور شہد کے ساتھ کھجور کے مرکب کے ساتھ ملک شیک آم' کیلا' سیب' کا لسی سادہ یا ذائقہ دار خشخاس بادام کے ساتھ۔

ٹھنڈے پانی کے مشروبات

سکنجبین' گڑ' لیموں اور نمک کے ساتھ آلو بخارے اور املی کا شربت' تخم بالنگر اور گوند کتیرا اور دیگر مشروبات مثلاً شربت الائچی' شربت بزوری وغیرہ۔

تازہ جوسز

مثلاً گاجر کا جوس' سیب اور گاجر مکس جوس' انار' آم کا شربت۔

سبز قہوہ

الائچی' ادرک' لیموں اور سونف کے ساتھ خصوصاً سردیوں میں استعمال مزاج کے مطابق کیا جاسکتا ہے۔ کالی چائے کی نسبت یہ ہاضمے اور صحت کے لیے انتہائی مفید ہے۔

آخری بات

اگر آپ کے بیت الخلاء کا نکاس بند ہو جائے تو رات کو پیپسی یا کوکا کولا کی لیٹر یا ڈیڑھ لیٹر والی بوتل ڈال دیں۔ صبح فلش کریں تو نکاس (Drain) کھل گیا ہوگا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ایک صحت مند معاشرے کے قیام کے لیے علم پر مبنی معاشرہ قائم کریں۔ اس سلسلے میں جاننے والوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے آس پاس خوابیدہ لوگوں میں بیداری پیدا کریں اور اپنی 24 گھنٹوں کی عادات اور مصروفیات کو منطقی انداز میں مرتب کریں۔ (بشکریہ "زندگی")

امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ
پیپسی سے پیمپر تک

ابوذر غفاری

ہر اس مال کا بائیکاٹ کیجئے جس کو خرید کر آپ خود کو کمزور اور اپنے دشمن کو قوی کرتے ہیں۔ آج دنیا کے کسی بھی مقام پر یہود و ہنود یا صیہونی دشمن کے ہاتھوں امت مسلمہ ظلم کا نشانہ بنتی ہے تو اس کی بنیادی وجہ ان کی مضبوط اقتصادی قوت ہے کیونکہ فوجی قوت کی بنیاد ترقی یافتہ معیشت پر ہے۔ بھارت' اسرائیل اور امریکہ کے گٹھ جوڑ نے مسلمانوں کے وسائل اور دولت پر قبضہ کرنے کے ساتھ ہر میدان میں غاصبانہ قبضہ کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ کالونیاں بنا کر ہم پر حکومت کرنے والے اب ہماری اقتصادیات پر قبضہ جما کر ہمیں اپنا دست نگر بنا رہے ہیں۔ اس وقت مسلمان دنیا کی 20 فیصد آبادی ہیں اور 23 فیصد رقبہ کے مالک ہیں' مگر عالمی معیشت میں ان 60 مسلم ممالک کا حصہ صرف 4 فیصد ہے مگر اس کمزور اور ناتواں جسم سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑنے کے لیے یہود اور ہنود نے جال پھیلایا ہے اور ہماری مارکیٹیں بھارتی اور یہودی ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات سے بھری پڑی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنی مصنوعات کے فروغ کے لیے وہ سرمایہ صرف کر کے

فحش اور عریاں اشتہارات کے ذریعے ہمارے ذہنوں کو پراگندہ اور اخلاقی تباہی کا سامان کر رہے ہیں تاکہ کمزور معیشت اور کمزور اخلاقی اقدار کسی جگہ بھی ایک مضبوط فوجی قوت نہ بن سکے اور وہ بے دریغ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے رہیں' معصوم بچوں اور نہتے شہریوں کو قتل کرتے رہیں اور ہماری عزتیں پامال کرتے رہیں۔

ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کا 30 تا60 فیصد منافع اسرائیل کی فلاح و بہبود پر خرچ ہوتا ہے۔ صرف کوکا کولا نے اپنی آمدنی کا ایک بڑا حصہ اسرائیل کو دینے کا اعلان کیا ہے۔ ہمارا ایمان اور حب الوطنی ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ دشمن کی سازشوں کو پہچانیں' کیا ہم اپنی ایک معمولی سی خواہش اور سہولت پسندی کو قربان نہیں کر سکتے؟ جبکہ غیرت ایمانی رکھنے والے کشمیری اور فلسطینی مجاہدین اپنی جانوں کی قربانیاں دے رہے ہیں اور ہمارا کردار یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کا قتل عام کرنے والوں کی معیشت مضبوط کر کے انہیں اسلحہ فراہم کر رہے ہیں۔

میکڈونلڈ' کے ایف سی' پیزا ہٹ' پیپسی کولا' کوکا کولا...... یہ یہودی پانی اور امریکی کھانے ہیں جن کی پاکیزگی مشکوک اور جن کا حلال ہونا زیر بحث ہے۔ اس کھانے اور پینے کا جو بل بھی ادا کر رہے ہیں اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ آپ دشمن کو اس گولی کا بل ادا کر رہے ہیں جو وہ آپ پر یا آپ کے کسی مسلمان بھائی پر چلائے گا۔ جس طرح سود کا کھانا حرام اسی طرح اس کھانے اور پینے کو بھی اپنے اوپر حرام قرار دیجئے۔ آج کی اصطلاح میں اس کو معاشی جہاد کہہ سکتے ہیں۔ پورے خلوص اور لگن سے اس جہاد میں حصہ لیجئے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیجئے۔

عرب ممالک میں امریکی وصیہونی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم پورے زور و شور سے جاری ہے اور عربوں کی غیرت ایمانی نے کفر کی معیشت کو ایک زبردست جھٹکے سے دوچار کر دیا ہے اگر تمام مسلمان مل کر اس مہم کو کامیاب بنائیں تو یقیناً یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے قتل عام کو ترک کر کے ان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر

مجبور ہو جائیں گے' اس مہم کی اثر انگیزی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بین الاقوامی اور امریکی ذرائع ابلاغ بھی اس مہم کی کامیابی کی خبر سنا رہے ہیں آیئے اس سلسلے میں نیویارک ٹائمز کی ایک رپورٹ ملاحظہ کیجئے:

عرب ممالک میں امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم دن بدن زور پکڑتی جا رہی ہے' فاسٹ فوڈ' اسٹار بکس کافی شاپس اور پیپسی سے لے کر ٹیمپر تک کریانے کی تمام اشیاء کی فروخت میں شدید کمی واقع ہوئی۔ یہ مہم اسرائیل کے مغربی کنارے پر حملے کی وجہ سے امریکہ کے خلاف مشتعل عربوں کی طرف سے چلائی جا رہی ہے۔

بائیکاٹ مہم غیر محسوس انداز میں پھیل رہی ہے یہاں تک کہ عرب لیگ نے بھی ان تجارتی کمپنیوں پر عارضی بندش عائد کر دی ہے جو گزشتہ ایک دہائی سے اسرائیل سے تجارت کر رہی تھیں۔

بائیکاٹ کا اعلان مساجد' گلی محلوں اور انٹرنیٹ پر کیا جا رہا ہے' بہت سے ملکوں میں مشہور امریکی مصنوعات کے متبادل اشیاء کی فہرستیں گردش کر رہی ہیں۔ شیخ یوسف قرضاوی جو ایک اسلامی سکالر ہیں انہوں نے قطری ٹیلی ویژن الجزیرہ چینل کے پروگرام میں اظہار خیال کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کیا کہ ''امریکہ کا بائیکاٹ پیپسی سے لے کر ٹیمپر تک کیا جائے۔'' الجزیرہ نے اس دوران فلسطین کے جنین کیمپ کے متعدد مناظر بھی دکھائے جسے اسرائیلیوں نے تاخت و تاراج کر دیا' اعلان میں یہ بھی کہا گیا کہ عربوں اور یہودیوں میں اعلان جنگ ہو چکا ہے اور امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے اور یہ مصنوعات خرید کر یہودیوں اور امریکیوں کے ساتھ مسلمانوں کے قتل عام کے جرم میں شریک نہ بنیں۔

بحرین کی کئی سپر مارکیٹیں پہلے ہی اپنی دکانوں سے تقریباً ایک ہزار امریکی مصنوعات کو نکال کر متبادل لا چکی ہیں۔ شمالی لبنان میں ایک ''کنٹکی فرائیڈ چکن'' (امریکن کمپنی) کی خالی دکان میں بارود کا دھماکہ بھی ہوا مگر کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

امریکہ کے مخالفین میں یہ بات وسیع پیمانے پر گردش کر رہی ہے کہ مکڈونلڈ

اور اسی طرح کی کئی کمپنیاں اپنی آمدنی کا ایک خطیر حصہ اسرائیل کو عطیے کے طور پر دیتی ہیں اور اس بات کو تقویت اسٹاربکس کمپنی کے چیف ایگزیکٹو ہاورشولاز کی اسرائیل کی حمایت میں تقریر سے بھی ملی جس نے اشتعال کی لہر میں مزید اضافہ کیا اور عرب ممالک میں اس کمپنی کی کافی کی دکانیں بند ہوگئیں اگرچہ یہ کافی عرب شہروں میں بہت مقبول تھی مگر اب اس میں بے انتہا کمی آچکی ہے اور کافی شاپس بند ہوتی جارہی ہیں۔

تاہم ابھی تک کافی زیادہ اقتصادی نقصان ہوچکا ہے لیکن اگر عربوں نے مکمل بائیکاٹ کر دیا تو عرب ممالک کے امریکی ایکسپورٹرز کا تجارتی خسارہ 2.5 فیصد ہو جائے گا۔ تاہم نیویارک ٹائمز کے تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ فاسٹ فوڈ اور دیگر استعمال کی اشیاء کی فروخت میں 20 سے 30 فیصد کی نمایاں کمی آچکی ہے۔

ہم قارئین شمشیر کی آسانی کے لیے ایک ایسی فہرست مہیا کر رہے ہیں جس میں یہود و ہنود کی تیار کردہ مصنوعات اور اس کے مقابل پاکستانی یا دیگر غیر ملکی متبادل مصنوعات کے نام ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جب آپ خرید و فروخت کے لیے جائیں تو مسلمانوں کے قاتلوں کی تیار کردہ اشیاء کے بجائے ملکی مصنوعات طلب کریں تاکہ آپ کی محنت سے حاصل شدہ کمائی مسلمانوں کے قتل عام میں مدد نہ دے سکے۔

امریکی اور یہودی مصنوعات

نام کمپنی	مصنوعات
پراکٹر اینڈ گیمبل	شیمپو: ہیڈ اینڈ شولڈرز' پرٹ پلس
P & G	صابن: بکس' کیمے' پام اولیو' سیف گارڈ' ایریل ڈٹرجنٹ
	ٹوتھ پیسٹ: کولگیٹ' کلوز اپ' سگنل 2' میکلینس
	نیپکن: آلویز' آئل آف اولے

پیپسی	پیپسی کولا' سیون اپ' مرنڈا' ٹیم' سلائس
کوکا کولا	سپرائٹ' فانٹا' میک برگر' میکڈونلڈ' پیزا ہٹ
لیور برادرز	ڈٹرجنٹ: سرف' سن لائٹ صابن: لکس' ریکسونا' لیرل' ڈوو' سن لائٹ سوپ' لائف بوائے' لائف بوائے گولڈ' وم بار' میجک بار ٹوتھ پیسٹ: کلوز اپ' پیپسو ڈنٹ شیمپو: سن سلک' لائف بوائے کوکنگ آئل: ڈالڈا بناسپتی' ڈالڈا آئل' پلانٹا آئل' ڈالڈا سن فلاور آئل کریم: فیئر اینڈ لولی' پونڈز چائے: بروک بانڈ سپریم' بروک بانڈ کینیا مکسچر' ٹاپ اسٹار آئس کریم: پولکا' والز
کولگیٹ اینڈ پامولیو کمپنی	ڈٹرجنٹ: برائٹ' ایکسپریس' بونس' میکس وم بار ٹوتھ پیسٹ: کولگیٹ' میکلینس' فارمینس' ٹینگ
نیسلے	نیڈو' ایوری ڈے' ملک پیک' لیکوڈ ملک' پولو' مائلو' فراسٹ جوس' اوولٹین' سیری لیک' ہارلیکس' پیک فریز بسکٹ' رفحان گلوکوز ڈی' رفحان جیلی' کسٹرڈ
جنرل الیکٹرک	مائیکرو ویوز' ٹیلی ویژن' ویڈیو گیمز
شیفر' پارکر' ہائر	ہائر کی اسٹیشنری کی مصنوعات اور پارکر پین
باربی	باربی گڑیا اور بچوں کے کھلونے
نائیک	کیپ' ٹراؤزر' جوتے
مدر کیئر	بچوں اور عورتوں کے لباس وغیرہ

جانسن اینڈ جانسن	بے بی پاؤڈر' شیمپو' لوشن وغیرہ
امریکن بینک اور	نیشنل بینک آف امریکہ' سعودی امریکی بینک' ایکسپریس بینک'
مالیاتی کمپنیاں	اسٹینڈرڈ چارٹرڈ' سٹی بینک
پیٹرول	شیل' کالٹیکس
الکاٹیل	ٹیلی فون سیٹ' موبائل سیٹ
اس کے علاوہ	جیلٹ بلیڈ' ریز' سیون اوکلاک' چیری بلاسم بوٹ پالش' رابن نیل' مورٹیں کوائل و دیگر مصنوعات' باٹا شوز' آئی سی آئی پینٹ وغیرہ

پاکستانی مصنوعات

نام کمپنی	مصنوعات
کھانے کا تیل	حبیب' صوفی' سن رائٹ' شان' سویرا' مالٹا' میزان' سیزن' سن رائز' کسان' کشمیر
صابن اور شیمپو	کیپری' صوفی' تبت' باڈی گارڈ' ڈلیشیا' پائلٹ' بوئیو آملہ' پام روز
چائے	ٹپال' کوہ نور' میزبان' روبی ڈسٹ' ریڈروز' سونی' جے ایس ایل
واشنگ پاؤڈر	صوفی' گائے' ریما' ریشماں 222' صابن 101' پاک ڈٹرجنٹ'
سوپ	ان سوپ' وائٹ گولڈ ڈٹرجنٹ
شربت' جوس	روح افزاء' نور' جام شیریں' قرشی' انرجائل' فروٹو' کوئس' پاکولا' ایپل سیڈرا' ریڈ اپیل' آرسی کولا
الیکٹرک مصنوعات	رائل' کینڈی' ویوز' ملت' سپر ایشیا' پاک فین' یونس انڈسٹریز وغیرہ کے برقی آلات
ٹوتھ پیسٹ	سوڈا و ہائٹ' ہمدرد' ڈینٹونک' انگلش' پیلو' مسواک
پیٹرول	پی سی او
آئس کریم	ایگلو' یمی' اسنوپی

بے بی کیئر	کڈکو، چیلوکو
لوشن، کریم	اے وبون، اولیویا، کیئر، انگلش، تبت، سوئس مس
ڈیری مصنوعات	حلیب، ہلہ، لال پور، نور پور کی مصنوعات
کوریا اور جاپان	توشیبا، سونی، ہٹاچی، ایل جی، مٹسوبشی
کی مصنوعات جو یہودی نہیں ہیں	

یقین نہ آئے تو خود تجربہ کریں

پیپسی کولا کی ٹھنڈی بوتل لے کر اس میں چھوٹا سا گوشت کا ٹکڑا ڈال دیں۔ 15 منٹ کے اندر اندر وہ گوشت کا ٹکڑا بوتل میں اس طرح حل ہو جائے گا جیسے کہ کوئی محلول۔ تھوڑی دیر بعد اس میں پراسرار کیڑے نظر آئیں گے۔ ذرا سوچئے! کہ گوشت کے ٹکڑے کا یہ حال ہے تو ہمارے معدے اور جگر کا کیا حال ہوگا؟ کیا ہم اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں؟ ذرا سوچئے! اپنی صحت کے بارے میں اور اپنے بچوں کی صحت کے بارے میں! ذرا سوچئے! ہم مہمان نوازی کر رہے ہیں یا موت نوازی کر رہے ہیں!

بوتل کا مشروب احتیاط کریں!

خالد محمود شرما

کاربن ڈائی آکسائیڈ کو ایک فضول اور فالتو چیز کے طور پر ہم سانس کے ذریعہ خارج کرتے ہیں لیکن بوتل پیتے وقت یہ گیس ایک بار ہی ہمارے جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ بوتلوں کا ایک اہم جزو ہے۔ یہ بوتل کے ذائقے پر اثر انداز ہوتی ہے اور اسی وجہ سے بوتل میں خاص قسم کے بلبلے پیدا ہوتے ہیں جو پینے والے کے منہ کے اندر ایک گدگدی سی پیدا کرتے ہیں اور ذائقے اور مصنوعی ٹھنڈک کا احساس بڑھاتے ہیں۔ بوتلیں بنانے والی کمپنیوں کے لیے کاربن ڈائی آکسائیڈ کا استعمال اس لیے بھی اہم ہے کہ اس کی وجہ سے بوتل کا پانی کافی زیادہ عرصے تک خراب نہیں ہوتا۔

بوتلوں کا ایک بڑا جزو پانی ہے عام بوتلوں میں 90 فیصد پانی ہے جب کہ ڈائیٹ بوتلوں میں اس کی مقدار 99 فیصد ہوتی ہے۔ بوتلیں بنانے والی کمپنیاں پانی کو ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک کرنے کے لیے اس کو ٹریٹ کرتی ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پانی میں پائے جانے والے معدنی اجزاء ختم ہو جاتے ہیں۔ امریکہ کے تحفظ ماحولیات کے ادارے کے مطابق عمل کشید سے گزرے ہوئے پانی میں چونکہ معدنی اجزاء نہیں ہوتے اس لیے اس میں ایک کاٹ پیدا ہو جاتی ہے اور اس پانی کا

جس چیز سے بھی واسطہ پڑتا ہے یہ اس کو تحلیل کر سکتا ہے۔ تحقیق سے یہ بات بار ہا ثابت ہو چکی ہے کہ بوتلوں کا زیادہ استعمال کرنے والے افراد کے پیشاب میں بہت زیادہ مقدار میں کیلشیم، میگنیشم اور دوسرے معدنی اجزاء کا اخراج ہوتا ہے۔ اگر انسانی جسم سے زیادہ مقدار میں معدنی اجزاء خارج ہو جائیں تو ہڈیوں، گلے کے غدود اور دل کی بیماریوں اور ہائی بلڈ پریشر کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔

اگرچہ کشید کیے گئے پانی کے استعمال سے جسمانی نظام کی وقتی طور پر صفائی ہو جاتی ہے۔ اس سے جسم میں تیزابیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس تیزابیت سے پیدا ہونے والے اجزاء کو بیماری اور قبل از وقت بڑھاپے کا باعث گردانا جاتا ہے۔ تجربات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اگر زیادہ عرصے تک کشید کیا گیا پانی استعمال کرے تو معدنی اجزاء کی کمی اور تیزابیت کی زیادتی کا شکار ہو جاتا ہے مثال کے طور پر اگر کوئی بچہ 14 یا 15 سال کی عمر میں دو بوتلیں روزانہ پیتا ہے اور اس وجہ سے کھانا کم کھا رہا ہے تو کچھ عرصہ بعد وہ کیلشیم کی کمی کا شکار ہو کر ہڈیوں کی خطرناک بیماری Osteoporosis میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

بوتلوں کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے ان میں خوراک کو محفوظ کرنے والے کچھ اجزاء کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بوتلوں میں موجود تیزابیت اور کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی انہیں جلد خراب ہونے سے بچاتی ہے تاہم موسم کی شدت اور زیادہ عرصہ تک سٹور کرنے کی وجہ سے بعض اوقات بوتلوں کا ذائقہ خراب ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض بوتلوں میں خوراک کو محفوظ کرنے والے اجزاء کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر دوسرے اجزاء کی طرح ان کا ذکر بھی بوتل کے لیبل پر کہیں نہیں ہوتا۔

بینزوک ایسڈ (Benzoic-Acid) کا شمار بھی ایسے ہی اجزاء میں ہوتا ہے اور اس کا استعمال کئی بوتلوں میں کیا جاتا ہے۔ بینزوک ایسڈ کی وجہ سے بعض لوگوں کو دمہ، جلد کے پھوڑے پھنسیاں اور جسمانی نظام کی تیزی جیسے مسائل کا سامنا

کرنا پڑتا ہے۔ ملائیشیا میں کیے گئے ایک تجزیے کے مطابق بوتلوں کے 14 برانڈز میں بینزوک ایسڈ پایا گیا۔ بعض بوتلوں میں سلفر ڈائی آکسائیڈ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جو بوتلوں کو محفوظ کرنے کے ساتھ ہی لیموں کے جوس کے رنگ کو تبدیل ہونے سے بھی بچاتا ہے۔ اس کی وجہ سے بعض افراد کمزوری' بے ہوشی' جسم کی سوجن' چھاتی کا جکڑے جانا اور جلدی پھوڑوں کا شکار ہوسکتے ہیں۔ جن لوگوں کا جسم اس کیمیکل کے بارے میں بہت زیادہ حساس ہوان میں سخت ردعمل کے طور پر Shock اور کبھی کبھی موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔

سلفر ڈائی آکسائیڈ کی وجہ سے دمہ کے مریضوں میں زیادہ دورے پڑنے شروع ہو سکتے ہیں۔ یہ کیمیکل اتنا زہریلا اور خطرناک ہے کہ اگر انسانی جسم کو بہت تھوڑی مقدار میں سہی' بار بار اس سے واسطہ پڑے تو انسانی خلیوں میں جنیاتی (Genetic) تبدیلیاں بھی واقع ہوسکتی ہیں۔

بہت کم ذائقے ایسے ہیں جو قدرتی طور پر پائے جاتے ہیں۔ اکثر بوتلوں میں جو ذائقہ پایا جاتا ہے وہ قدرتی اجزاء کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے مصنوعی ذائقوں کا استعمال کیا جاتا ہے جو سستا بھی پڑتا ہے ان مصنوعی ذائقوں کا ذکر بھی بوتل کے لیبل پر نہیں ہوتا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان ذائقوں کی ساخت بہت پیچیدہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اورنج یا سنگترے کا جو مصنوعی ذائقہ استعمال ہوتا ہے اس میں افرادی اجزاء کی تعداد چار سو تک ہے۔

ملائیشیا میں کیے گئے ایک ٹیسٹ کے مطابق بہت سی بوتلوں میں مصنوعی رنگ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً پیپسی Mountain Dew میں ٹارٹرازین Tatrazine جب کہ مرنڈا کی بوتل میں ٹارٹرازین کے علاوہ Sunset Yellow کا استعمال ہوتا ہے۔

ٹارٹرازین کا استعمال ناروے اور فن لینڈ میں ممنوع ہے کیونکہ اس رنگ کی

وجہ سے جلدی پھوڑے' سوجن' ناک کا بہنا اور آنکھوں کی سرخی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ Sunset Yellow کا استعمال بھی کینسر پیدا کرسکتا ہے۔ کولا کی بوتلوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان میں Caramel کا رنگ استعمال ہوتا ہے جو جنیاتی اثرات کے ساتھ کینسر کا موجب بھی ہوسکتا ہے۔

بوتلیں پینے سے آپ کے دانت تباہ ہو جاتے ہیں برٹش ڈینٹل ایسوسی ایشن کے مطابق میٹھی اور تیزابی بوتلیں پینے کے فوراً بعد اگر دانتوں کو برش سے صاف کیا جائے تو دانتوں کو نقصان پہنچنے کا خطرہ مزید بڑھ جاتا ہے۔ دانتوں کے معالج کہتے ہیں کہ پہلے دانتوں کی دو بیماریاں بہت عام تھیں یعنی کیڑا لگنا اور مسوڑھے خراب ہونا مگر آج کل تیسری بیماری بہت پھیلتی جا رہی ہے۔ اس بیماری کو Dental Erosion کہتے ہیں اور بچوں میں یہ بہت پائی جاتی ہے اس بیماری کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ دانتوں پر رگڑ وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً سوتے میں دانت پیسنے والوں میں اکثر دانتوں کی سطح تباہ ہو جاتی ہے۔ مگر نئی تحقیق کے مطابق یہ بیماری دانتوں پر کیمیائی اثرات کی وجہ سے بھی ہوسکتی ہے اور بوتلوں میں پائے جانے والے تیزابی کیمیکل بچوں میں اس بیماری کی وجہ بن سکتے ہیں۔

کسی بھی چیز کی تیزابیت کو جانچنے کے لیے جو پیمانہ استعمال ہوتا ہے۔ اسے پی ایچ ویلیو (PH) کہتے ہیں۔ جتنی کسی مشروب کی پی ایچ ویلیو کم ہوتی ہے اس میں اتنی ہی زیادہ تیزابیت پائی جاتی ہے۔ جہاں تک دانتوں کی تباہی یعنی Dental Erosion کا تعلق ہے وہ تمام مشروبات جن کی پی ایچ ویلیو 5.5 سے کم ہوتی ہے وہ اس بیماری کا باعث بن سکتے ہیں۔ ایسے کچھ مشروبات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

نام مشروب	پی ایچ ویلیو
1- مشہور کولا برانڈ (چینی والے)	2.8-2.4

2-ڈائٹ کولا (مصنوعی میٹھاس والے)	3.0-2.6
3- کم حراروں والی دوسری بوتلیں	3.2-3.0
4- گریپ فروٹ جوس	3.4-3.1
5- سنگترے کا جوس	3.5-3.3
6-سیب کا جوس	3.7-3.4

(بشکریہ برٹش سوفٹ ڈرنک ایسوسی ایشن)

آج کل بوتلوں میں بہت سے ذائقے متعارف ہوچکے ہیں۔ جن میں پھلوں کے علاوہ کولا کا ذائقہ بہت مقبول ہے۔ایک عام بوتل کے ہر 100 ملی لیٹر میں اندازاً 35 سے 45 حرارے (Calories) ہوتے ہیں۔ زیادہ تر پھلوں کے جوس میں بھی حراروں کا یہی تناسب ہوتا ہے۔ جب کہ دودھ اور چینی والی کافی میں اتنی ہی مقدار میں حرارے کچھ کم ہوتے ہیں۔مگر حقیقت یہ ہے کہ بوتلوں میں پائے جانے والے حرارے غذائی طور پر کچھ کھوکھلے ہوتے ہیں کیونکہ ان حراروں کا اصل منبع مشینی طور پر صاف کی گئی چینی (Refined Sugar) ہوتی ہے جو صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔

بہت سی بوتلوں میں سوڈیم کا استعمال ہوتا ہے۔ خاص طور پر کم حراروں والی ڈائیٹ بوتلوں میں سوڈیم بہت زیادہ ہوتی ہے۔پیپسی ڈائٹ بوتلوں میں 31 ملی گرام سوڈیم پایا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ سوڈیم کا زیادہ استعمال انسان کو ہائی بلڈ پریشر جیسی بیماریوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ بوتلوں میں موجود اجزاء کو یکجا اور ہم آمیز رکھنے کے لیے ان میں بہت سے کیمیکل ڈالے جاتے ہیں۔ Polyethylene Glycol بھی ایک ایسا ہی مرکب ہے۔ مگر اس کی اصل حقیقت ہے کہ اسے گاڑیوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ پیٹرول ڈیزل آئل کوحل کرنے اور اسے منجمد کرنے سے بچانے میں کام آتا ہے۔

اپنے تمام تر زہریلے اور خطرناک اجزاء کے باوجود بوتلیں آج کل بہت مقبول ہیں اس کی وجہ جارحانہ اشتہار بازی اور پروموشن اور مارکیٹنگ کے لیے زوردار اور بعض اوقات اوچھے ہتھکنڈوں کا استعمال ہے۔ اشتہارات کے ذریعے ایک خاص قسم کی نفسیاتی مہم چلائی جاتی ہے۔ جس کے تحت بوتلوں کو کھیل' گلیمر اور نوجوانوں کے ساتھ اس طرح گڈمڈ کیا جاتا ہے کہ یہ ایک دوسرے کا اٹوٹ انگ نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بوتلیں بچوں اور نوجوانوں میں بہت مقبول ہیں۔ اس پوری مہم کو کامیاب بنانے کے لیے بوتلیں بنانے والی کمپنیاں شہر کی بڑی مارکیٹوں سے لے کر گاؤں کے چھوٹے سے کھوکھے تک اور سینما گھروں سے لے کر سکول کی کینٹین تک بوتلوں کی فراہمی کو یقینی بناتی ہیں تا کہ صارفین آسانی سے بوتل حاصل کر کے مزے اڑائیں اور اپنے جذبات کی تسکین حاصل کریں۔

ایسی نفسیاتی اشتہار بازی کے ذریعے بوتلیں بنانے والی کمپنیاں منافع کمانے کے لیے ہمیں دونوں ہاتھوں سے لوٹتی ہیں اور ہم ان کے جال میں پھنس کر اپنی صحت اور دولت دونوں سے ہاتھ دھوتے ہیں۔ خاکسار کی رائے ہے کہ اگر کوئی مشروب پینا ہی چاہتے ہیں تو ہمارے روایتی مشروبات لسی' گنے کا رس اور ستو سے لطف اندوز ہوں جو مزیدار ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی صحت کے لیے بھی بہتر ہیں اس کے علاوہ تازہ پھلوں کا رس بھی نہایت صحت مند مشروب ہے۔

ملٹی نیشنل کمپنیاں اور انسانی صحت

نیسلے ملک پیک' سکول میں دودھ پلانے کے نام پر 50 روپے کلو کے حساب سے زبردستی معصوم بچوں کو بد ذائقہ دودھ پلا رہی ہے۔ یاد رہے کہ عام پیکٹ کا دودھ مارکیٹ میں 32 روپے لٹر کے حساب سے فروخت ہو رہا ہے جبکہ اس میں وٹامن اے اور ڈی کے بہانے' جس کی لاگت کچھ پیسے ہے' 50 روپے لٹر وصول کر رہے ہیں۔ بچوں کو دودھ پلانے کی آڑ میں تقریباً 36 روپے لٹر منافع کمایا جا رہا ہے۔ حالانکہ ڈاکٹروں کا متفقہ خیال ہے کہ پاکستانی بچوں کو وٹامن اے اور ڈی کی دودھ میں قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ لاہور کے سکولوں میں دودھ پلانے کا مقصد صرف اور صرف اپنی پروڈکٹ کو بیچنے کا بہانہ ہے وگرنہ ان سکولوں کے بچوں کو دودھ کی ضرورت نہیں وہ ماشاء اللہ پہلے سے ہی کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر دوسرے ممالک میں دودھ پلایا جاتا ہے تو وہ حکومت کی طرف سے یا تو مفت پلایا جاتا ہے یا بہت ہی کم قیمت پر' جبکہ اس کے برعکس نیسلے کھلم کھلا لوٹ مار میں مصروف ہے یاد رہے کہ نیسلے Nestle دعویٰ کرتا ہے کہ کھلا دودھ مضر صحت ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جہاں سے دودھ اکٹھا کیا جاتا ہے وہ گوالے اس کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے نہ صرف سوڈا کاسٹک بلکہ جھاگ پیدا کرنے کے لیے ڈٹرجنٹ پاؤڈر کا استعمال کرتے ہیں۔ نیسلے کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ وہ خود دودھ اکٹھا کرتے ہیں جبکہ درحقیقت ان کے Collection Centre پر مختلف گوالے یا

سپلائر دودھ مہیا کرتے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق کسی بھی کھانے والی شے میں کوئی Preservative شامل نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اس دودھ کو محفوظ کرنے کے لیے بے شمار کیمیکل شامل کیے جاتے ہیں۔

حکومت کو چاہیے کہ سکولوں میں زبردستی دودھ پلانے سے روکا جائے۔ اگر دودھ پلانا ہی ہے تو سکول کینٹین میں رکھوا دیا جائے' جو پینا چاہے وہ پی لے۔

دودھ کے کسانوں' گوالوں سے دھوکہ

پاکستان میں اس وقت ڈیری انڈسٹری پر دو ملٹی نیشنل کمپنیوں کا قبضہ ہے۔ نیسلے جو ملک پیک اور کینڈیا جو حلیب کے برانڈ ناموں سے ٹیٹرا پیک میں دودھ مارکیٹ میں فروخت کر رہا ہے۔ یہ کمپنیاں اس وقت دودھ کی صرف ڈھائی فیصد ضروریات پوری کر رہی ہیں باقی ساڑھے ستانوے فیصد دودھ گوالوں کے ذریعے فروخت ہوتا ہے۔ یہ کمپنیاں کسان سے 8 سے 10 روپے (6 سے 8 فیصد فیٹ) لٹر دودھ لے کر 32 روپے (3.5 فیصد فیٹ کا دودھ) لٹر فروخت کر رہی ہیں ان کمپنیوں کا منافع تمام اخراجات نکال کر تقریباً 11 روپے فی لٹر ہے۔ نیسلے ملک پیک کی تو اس وقت پانچوں گھی میں ہیں۔ یہ کمپنی دودھ سے نہ صرف 11 روپے فی لیٹر کما رہی ہے بلکہ ان کے پاس ٹیٹرا پیک تیار کرنے کی بھی اجارہ داری ہے اور ایک لیٹر کا ٹیٹرا پیک 8 روپے میں فروخت کیا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقی طور پر اسے آسانی سے ایک روپے میں فراہم کیا جاسکتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نیسلے کو تقریباً 18 سے 19 روپے فی لٹر منافع ہو رہا ہے۔ اب Nido برانڈ کی آڑ میں یہ دودھ 50 روپے لٹر فروخت ہو رہا ہے جس کا مطلب 36 روپے لٹر منافع ہے۔

ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کی نمائندہ تنظیم (PDA) 70 کروڑ روپے سے پاکستان ٹیلی ویژن پر گوالوں کے خلاف 20 منٹ کا اشتہار روزانہ چلاتی رہی جس میں ان کے خلاف انتہائی گھٹیا پراپیگنڈہ کیا گیا۔ جس میں بتایا گیا کہ گوالا کیسے

گندے جوہڑوں سے پانی دودھ میں ملاتا ہے' گندے برتن استعمال کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں ٹیٹرا پیک میں پیک دودھ ہی معیاری ہے۔ اس کے علاوہ ان کمپنیوں نے لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن کے ذریعے گائے بھینسوں کو شہر سے باہر نکالنے کی مہم شروع کی۔ جس کا مقصد یہ بتایا گیا کہ جانوروں کو شہر سے نکالنے سے یہ شہر صاف ستھرا ہو جائے گا۔ لیکن جانوروں کے شہر سے نکلنے کے باوجود لاہور شہر گندے کا گندا ہی ہے۔ کیا لاہور شہر سے آلودگی ختم ہوگئی ہے؟ کیا لاہور شہر سے سیوریج اور گندہ پانی ختم ہوگیا ہے۔ شہر کے غریب علاقوں کو تو چھوڑیے پوش علاقوں میں بھی گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ تو پھر آخر گائے' بھینسوں کا گوبر ہی کیوں کارپوریشن کو تنگ کرتا ہے؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کے کہنے پر ہو رہا ہے اور اس مقصد کے لیے متعلقہ اداروں اور افراد پر بھاری رقوم خرچ کی جا رہی ہیں۔ جانوروں کو شہر سے باہر نکالنے کی مہم سے گوالوں کا بھاری نقصان ہوا۔ کئی کئی دن ان کے جانور غائب رہے اور بھاری جرمانے اور رشوت دے کر جانور واپس ملے۔ کارپوریشن کا سٹاف قانون کی آڑ میں اپنی من مانی کرتا رہا اور جب چاہتے کسی بھی علاقے سے جانوروں کو اٹھا لے جاتے۔ اس مہم سے کارپوریشن کے سٹاف نے 20 لاکھ روپے بطور رشوت گوالوں سے وصول کیے۔ کئی جانور کارپوریشن نے واپس نہ کیے اور ابھی تک سینکڑوں جانوروں کی گمشدگی کے کئی مقدمات التواء میں ہیں۔ لیکن جب ان تمام ہتھکنڈوں کے باوجود ملک پیک اور حلیب کے دودھ کی فروخت نہ بڑھ سکی تو حکومتی پیمانے پر پنجاب ڈیری ملک اتھارٹی بنانے کی کوششیں شروع کر دی گئی ہیں اور اس مقصد کے لیے کروڑوں روپے مختص کیے گئے ہیں۔

ملک پیک میں چھپکلی

نیسلے ملک پیک کے دودھ کی صفائی کا یہ عالم ہے کہ دودھ کے ڈبے سے چھپکلی نکل آئی۔ 21 ستمبر 1999ء کو روزنامہ ''ڈان'' میں ایوب ملک کا خط شائع ہوا

جس میں انہوں نے لکھا کہ میں نے 13 ستمبر 1999ء کو ملک پیک کا پورا کارٹن خریدا جو کئی دن تک زیر استعمال رہتا ہے۔ میری بیگم نے اس کارٹن میں سے ایک پیکٹ کھول کر کچھ دودھ اپنی بیٹی کو پلایا اور باقی فریج میں رکھ دیا۔ چند گھنٹوں کے بعد جب میری بیگم نے دوبارہ اس پیکٹ سے دودھ انڈیلا تو اس میں سے ایک چھوٹی چھپکلی بھی نکل آئی۔ یہ دیکھ کر میری بیگم انتہائی خوفزدہ ہو گئی اس نے فوراً یہ دودھ پھینکا۔ تھوڑی دیر بعد میری بیٹی نے الٹیاں کرنی شروع کر دیں۔ اسے فوراً ہسپتال لے گئے اور چند گھنٹوں بعد اس کی طبیعت بحال ہوئی۔ میں نے باقی کارٹن کا تمام دودھ پھینک دیا کیونکہ ہم اتنے دہشت زدہ ہو گئے تھے کہ وہ دودھ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ ملک پیک والے میڈیا میں کروڑوں روپیہ خرچ کر کے صفائی کے جو دعوے کرتے ہیں تو پھر ایک چھپکلی دودھ میں کیسے آ گئی؟ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ ڈبے کے دودھ کی بجائے بازار سے کھلا دودھ ہی خریدوں۔

ملک پیک کے دودھ کو محفوظ کرنے والا کیمیکل انسانی صحت کے لیے کینسر کا سبب ہے

2 ستمبر 1999ء کو روزنامہ ''ڈان'' میں ڈاکٹر ایم یعقوب بھٹی کا خط شائع ہوا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ ''کئی سال پہلے میں نے عبدالرحمٰن میاں کی ایک کتاب پڑھی۔ یہ کتاب 91-1990ء میں ان کے اخبارات میں چھپنے والے مضامین پر مشتمل تھی۔ ایک مضمون میں انہوں نے یہ لکھا کہ پاکستان میں دودھ کو محفوظ کرنے کے لیے ایک کیمیکل فارمل ڈی ہائیڈ (Formal Deyhde) استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسا کرنا انتہائی خطرناک ہے کیونکہ اس کیمیکل کی تھوڑی سی مقدار کے کچھ عرصہ استعمال کرنے سے کینسر ہو جاتا ہے جو کہ انسانی جانوں کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ بہرحال چند ماہ پہلے پی سی ایس آئی آر (PCSIR) لیبارٹری نے مارکیٹ

میں موجود مختلف ٹیٹرا پیک دودھ کے سیمپل لیے اور ان میں فارملین کیمیکل کی موجودگی پائی گئی۔ جو کہ انتہائی خطرناک بات ہے۔ چونکہ یہ سیمپل پرائیویٹ پارٹی نے چیک ہونے کے لیے دیئے تھے۔ پی سی ایس آئی آر لیبارٹری نے آج تک اس کے نتائج عوام کو نہیں بتائے۔ لہٰذا اب وقت ہے کہ حکومت اس بات کا نوٹس لے کہ دودھ میں ''فارملین'' کے استعمال کو روکا جائے تا کہ عوام کی صحت کو مزید خراب ہونے سے بچایا جائے۔

مقامی اور فطری مشروبات استعمال کریں
مثلاً ملک شیک' جوس' دودھ اور پانی

براہ کرم

یہودیوں کے مسلم کش عزائم کو ناکام بنائیں
اور خود کو مضبوط اور منظم بنائیں

مضر رساں مشروبات سے بچیں

ڈاکٹر عامر عبداللہ محمدی

سخت دھوپ اور گرمی ہو...... گھر ہو یا سفر' دفتر ہو یا پکنک پوائنٹ...... کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد...... آپ میزبان ہوں یا مہمان...... مشروبات کے طور پر سوفٹ ڈرنک کا استعمال معمولیٰ ہی نہیں بلکہ ایک Status Symbol بنتا جا رہا ہے۔ ایک صاحب اپنے عزیز سے ملنے ان کے گھر گئے چائے پینے کا دل چاہ رہا تھا کہ وقت بھی شام کی چائے کا تھا لیکن بھابھی صاحبہ فریج سے یخ پیپسی نکال کر لے آئیں...... اسی طرح اگر کہیں خالی پیٹ چلے جائیں لاکھ انکار کرتے رہیں لیکن فوراً میزبان اپنے بچے سے کہے گا جا! منے ''نکڑ سے پیپسی کی بوتل پھڑ لا'' اب چار و ناچار پیپسی زہر مار کرنا ہی پڑے گی...... میزبان نے کمالِ حق میزبانی ادا کر دیا اب آپ کے معدے کا جو حال ہو سو ہو اور ایسا تو وہ سوچتے ہیں جنہیں پیپسی وغیرہ کے مفسدات اور نقصانات کا کچھ علم ہے' جنہیں کچھ پتہ ہی نہیں وہ تو شوق میں پیتے ہیں اور آپ کو محبت میں پلاتے ہیں اور جب سے شادی ولیمہ کی تقاریب میں کھانے پر پابندی کا اطلاق ہوا ہے یہ ہی بوتلیں ہیں جو بیماریاں پھیلا رہی ہیں...... زہر ہی تو ہے...... جسے خوبصورت اور پر فریب مناظر میں مدہوش کر دینے والے اشتہار چلا کر پینے کی ترغیب دی جاتی ہے اور تو اور اب تو پاکستان میں محبت کے نام

پر پیپسی پینے پر اُبھارا جاتا ہے یہ گیس بھری بوتلیں جن میں سرفہرست یہودی کمپنیوں کی پیپسی کولا اور کوکا کولا ہیں اور پھر انہی کمپنیوں کی تیار کردہ ٹیم' سپرائیٹ' مرنڈا اور فانٹا وغیرہ ہیں' یہ اپنے بزنس سے ایک خطیر رقم باقاعدگی کے ساتھ اسرائیل کو دیتی ہیں۔ یعنی دوسرے الفاظ میں ہم مسلمان خود اپنے بھائیوں (فلسطینیوں) کو مارنے کے لیے اسرائیل کو اُن گولیوں کی قیمت' ان بوتلوں کو خرید کر دیتے ہیں۔

کوکا کولا کمپنی کے حوالے سے کروڑوں روپے کی آمدنی اسرائیل فنڈ میں دینے کی خبر تو گزشتہ دنوں اخبار میں شائع ہو ہی چکی ہے جب کہ **Pepsi** کا تو مطلب ہی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ **Pay each penny to save Israel ....** لیکن ان سب باتوں کے باوجود پیپسی اور کوک وغیرہ ہمارے معاشرے میں اس قدر اہم ہو گئی ہے کہ اگر کسی دعوت میں یا مہمان نوازی میں خدانخواستہ بوتل کی کمی رہ جائے تو گویا قیامت ہو جاتی ہے حالانکہ ان کولڈ ڈرنکس کے اجزائے ترکیبی ہی کو اگر دیکھا جائے تو بآسانی معلوم ہو جائے گا کہ یہ انسانی صحت کے لیے کس قدر نقصان دہ ہیں۔

آیئے دیکھیں کہ جن بوتلوں کو ہم خود بھی اور اپنے مہمانوں کو بھی اندھا دھند پی' پلا رہے ہیں وہ کن اشیاء سے مل کر بنتی ہیں۔

1- کاربن ڈائی آکسائیڈ (CO_2) ایک زہریلی گیس سے گزارا ہوا عام سادہ پانی (جس کے صاف ہونے کی کوئی گارنٹی نہیں)

2- فاسفورک ایسڈ **(Phosphoric Acid)** جو کہ دانتوں اور ہڈیوں کی کمزوری کا باعث بنتا ہے اور قبل از وقت شکستہ کر دیتا ہے۔

3- سوڈیم بینز و نیٹ' ایک زہریلا کیمیائی مادہ جو بوتل کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' خواہ معدہ خراب ہوتا چلا جائے۔

4- شوگر' چینی (جسے ڈاکٹر سفید زہر کہتے ہیں) جس کا زیادہ استعمال صحت مند

انسانوں کو شوگر کا مریض بنا دیتا ہے۔

5- کیمیائی رنگ' کینسر کی ایک قوی وجہ ثابت ہو چکی ہے (تفصیلات کے لیے شوکت خانم میموریل ہسپتال سے رجوع کریں)۔

6- کنین' نشہ آور مرکب' جس سے ان مشروبات کو پینے کی عادت پڑ جاتی ہے۔

7- ایملسی فائیر' اجزاء کو یکجا کرنے والا کیمیائی مادہ' چاہے جسم کے بخیے اُدھڑ جائیں۔

8- اور کچھ نامعلوم قدرتی ذائقے جنہیں شاید دانستہ چھپایا جاتا ہے۔

اس موقع پر کولا مشروبات بنانے والے ایک مشہور ادارے کے خط کا یہ اقتباس بھی پیش کرنا مفید خیال کرتا ہوں۔ اس مشہور ادارے کا کہنا ہے "ہمارے مشروب کے قدرتی اجزاء کا فارمولا خفیہ ہے اور ہماری کمپنی کے صدر دفتر کے چند ہی افراد کو اس فارمولے کا علم ہے۔" یہ ہی وجوہات ہیں کہ امریکہ جیسے ملک کی ریاست لاس اینجلس کے اسکولوں میں کوک اور پیپسی کی فروخت پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ ایک خبر کے مطابق ریاست کی تعلیمی انتظامیہ نے 677 اسکولوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اسکولوں میں پیپسی اور کوک کی فروخت پر پابندی لگا دیں۔ انتظامیہ کا کہنا ہے کہ چار سال تک مسلسل اس پابندی پر غور کرنے کے بعد اس کے نفاذ کا حکم دیا گیا ہے دوسری طرف تمام کے تمام اسکولوں کی انتظامیہ نے اسے احسن اقدام قرار دیا ہے' انتظامیہ نے پابندی لگانے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ ان مشروبات کی وجہ سے اسکول کے بچے مختلف قسم کے خطرناک امراض مثلاً موٹاپا' ذیابیطس اور دمہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں' ڈاکٹروں نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ کوک اور پیپسی پینے سے ذیابیطس کی بیماری لگنے کے امکانات 60 فیصد زیادہ ہو جاتے ہیں' واضح رہے کہ لاس اینجلس کے اسکولوں میں مجموعی طور پر ساڑھے سات لاکھ بچے زیر تعلیم ہیں۔

امریکہ کی کئی دیگر ریاستوں میں اس قسم کی پابندی پہلے سے لگی ہوئی ہے۔

دوسری طرف سعودی عرب نے بھی جہاں پانی سے زیادہ پیپسی چلنے کا رواج تھا۔ کوکا کولا اور پیپسی کولا پر پابندی عائد کرتے ہوئے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ حج کے دوران 20 لاکھ حجاج کو پیپسی اور کوک کے متبادل کے طور پر ایرانی سوفٹ ڈرنک ''زم زم کولا'' متعارف کرایا جائے گا۔

ہمیں بھی ایک طرف اپنی صحت کو بچانے کی فکر کرنی چاہیے اور دوسری طرف ایسے تجارتی اداروں کا مکمل بائیکاٹ کرنا چاہیے جو ہم ہی سے حاصل شدہ منافع سے ہمارے ہی ہم مذہب بھائیوں پر گولیاں چلواتے ہیں۔ یہ نہ صرف ہمارے دین واخلاق کا تقاضا ہے اور نہ صرف اس اقدام سے ہماری اور ہمارے بچوں کی صحتیں محفوظ رہیں گی بلکہ باہر جانے والا زرِمبادلہ بھی ملک میں رہے گا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم مہمانداری اور تواضع کرتے ہوئے اپنے معاشرتی اور ثقافتی اقدار کا بھی لحاظ رکھیں اور ایسی صحت افزاء چیزوں اور مشروبات (مثلاً گھر میں تیار کردہ اسکوائش' تازہ پھلوں کے جوس' لسی اور اپنے ملک کے تیار کردہ مشروبات) سے اپنے مہمانوں کی تواضع کریں جس میں خرچ بھی کم ہو اور فائدہ بھی زیادہ ہو۔

توجہ طلب

مولانا قاری منصور احمد

ہندوستان میں انگریز کے قدم جمانے میں ہندو بنیئے کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ ناجائز تجارت اور اسلام دشمنی دونوں میں مشترک تھی۔ انگریز بھی تاجر کے روپ میں آیا تھا۔ ہندو بنیئے نے تن، من اور دھن محاورۃً نہیں بلکہ حقیقتاً قربان کیا۔ کلکتہ میں کچھ من چلے ہندوؤں نے ''چاریار'' کے نام سے ایک تجارتی کمپنی قائم کی، جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ مل کر ٹھیکے بھی لیتی اور بوقت ضرورت سرمایہ بھی فراہم کرتی۔ جس دن سرنگا پٹم میں سلطان ٹیپو شہید ہوئے اس دن کلکتہ تھیٹر میں اس خوشی میں بہت بڑے جشن کا اہتمام کیا گیا۔ اس جشن کے تمام اخراجات کلکتہ کی ''چاریار'' نامی تجارتی فرم کے ذمہ تھے۔ ایک بہت بڑے ہال کو جسے جشن کے لیے منتخب کیا گیا تھا، ریشمی ساٹن کے کپڑے سے ڈھانپا گیا تھا۔ ستونوں پہ ساٹن لپٹا ہوا تھا۔ انگریز عورتوں کے سفید ریشمی چست لباس پر چارمئی کے ہندسے کڑھے ہوئے تھے جو سلطان ٹیپو کی شہادت کا دن تھا۔ کھانوں کے بعد شرابوں کا دور چلا اور اس کے بعد رقص سرود کی محفل۔ ناچنے گانے والے طائفے بنارس سے اسی ہندو فرم نے منگوائے تھے۔ ہال کے درمیان بچھی میزوں پر سلطان کی فوج سے لوٹے گئے ہتھیار سجائے گئے تھے، اسی ہندو فرم نے انگریزوں کے تفنن طبع کے لیے تمام چپڑاسیوں اور ملازموں کو وہ وردی

پہنائی تھی جو سلطان شہید کے وزراء اور امراء پہنا کرتے تھے۔

انگریز کو یہاں سے گئے نصف صدی سے زیادہ وقت گزر گیا۔ ہندوؤں کی وفاداری تو اس بات سے عیاں ہے کہ انہوں نے انگریزوں سے آزادی کی تحریک بھی چلائی اور آزادی کے بعد انگریز کو ہی ہندوستان کے گورنر جنرل کے طور پر قبول کر لیا۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے پاکستان انگریز اور ہندو دونوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے بنایا لیکن دونوں کی تہذیب' دونوں کا لباس' دونوں کی معاشرت کو نہ صرف سینے سے لگایا بلکہ اس کی عزت و توقیر بڑھانے میں پیش پیش رہے۔ ہم دوسری قوموں کی نقالی میں یہ بھول جاتے ہیں کہ اس سے ہماری آنے والی نسلیں کیسے مسلمان ہونے پر فخر کریں گی؟ آج بھی بڑے ہوٹلوں کے دروازوں پر متعین دربان جن کی ڈیوٹی سلام کر کے دروازہ کھولنا اور بند کرنا ہے' اسی لباس میں ہیں جس لباس کا مضحکہ اڑانے کے لیے اسے جشن کلکتہ میں اختیار کیا گیا تھا۔

گزشتہ ادوار میں پاکستانی کلچر' قومی زبان اور قومی لباس کی آوازیں اٹھتی رہی ہیں مگر اب تو یوں لگتا ہے کہ ان آوازوں کو دبا دیا گیا ہے۔ نئے سرے سے ذہنی غلامی اور نقالی کی ایک تحریک ہے۔ کوٹ پتلون اور ٹائی تو پہلے ہی عام تھی' ہم نے تو کبھی اس پر بھی غور نہ کیا کہ ہم یہ لباس کیوں پہنتے ہیں؟ یہ ہمارے ماحول سے مطابقت رکھتا ہے نہ موسم سے۔ گرمیوں میں ٹائی لگا کر کوٹ پہننا حماقت کے سوا کیا ہے؟ مولویوں کی اس بات کو تو چھوڑیں کہ ٹائی عیسائی مذہب کی علامت ہے۔ کوئی اور سوچ کر بتا دے کہ ٹائی لگانے کا کیا فائدہ ہے؟ اسکول کے نصاب میں ایک مضمون ہوا کرتا تھا جس کا عنوان تھا: ''لکڑی کی ٹانگ'' ایک معذور آدمی جسے رقم کی ضرورت ہے اپنی مصنوعی لکڑی کی ٹانگ بیچنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے ایک دوست کو بتاتا ہے کہ اس مصنوعی ٹانگ کے بڑے فائدے ہیں' مثلاً اگر کتا آپ کو کاٹنے کے لیے لپکے تو آپ بڑے مزے سے یہ ٹانگ آگے کر دیں۔ بچے اس کے ساتھ گھوڑا گھوڑا

کھل سکتے ہیں اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آپ بوقت ضرورت اسے اتار کر الگ کر سکتے ہیں' جب کہ اصلی ٹانگ میں یہ سہولت میسر نہیں۔ میرے خیال میں یہ آخری فائدہ ٹائی میں بھی ہے کہ آپ بوقت سہولت اسے اتار سکتے ہیں جب کہ اصلی پھانسی کا پھندہ اپنی مرضی سے نہیں اتارا جاسکتا۔

پروپیگنڈہ بھی عجیب چیز ہے۔ آگ کو پانی' کانٹے کو پھول اور خاک کو سونا ثابت کرنا ہی اس کا کمال ہے۔ پوری دنیا میں منشیات کے خلاف مہم چلانے والے شراب پانی کی طرح استعمال کرتے ہیں حالانکہ شراب کے مقابلہ میں دوسری نشہ آور اشیاء کم تر برائی ہیں۔ پردے کو جبر قرار دینے والوں نے عورت کو زبردستی عریاں کر دیا ہے۔ اس عریانی کا مقصد اپنی کاسمیٹکس (بناؤ سنگھار کا سامان) کی مصنوعات کا فروغ ہے۔

ایک پاکستانی سیاح صبح سویرے ناشتے کی خریداری کے لیے سلیپنگ سوٹ (رات کا لباس) میں جو پاجامہ اور قمیض پر مشتمل تھا' لندن کے ایک کاروباری مرکز کی طرف نکلا تو مرد و زن استہزائی نظروں سے دیکھنے لگے۔ سیاح نے چونک کر اپنے اوپر نگاہ ڈالی کہ وہ کہیں ننگا تو باہر نہیں نکل آیا۔ لوگوں کی خون بار نگاہوں سے اسے یوں لگا جیسے وہ واپس نہ لوٹا تو حوالہ پولیس کر دیا جائے گا' حالانکہ اسی بازار میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے صرف انڈرویئر پہنا ہوا تھا۔

اس وقت دنیا میں اقتصادی جنگ ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں ہم سے پیسہ چھین کر ہمیں ہی مار رہی ہیں' پیسہ چھیننے کا طریقہ یہ ہے کہ غیر ضروری چیزوں کو ہماری زندگی کی ضرورت بنا دیا ہے' حالانکہ زندگی ان کے بغیر بھی بڑے مزے سے گزر سکتی ہے۔ کوٹ پتلون ٹائی کے بغیر' کاسمیٹکس کے غیر ملکی سامان کے بغیر' سگریٹ کے بغیر' پیپسی اور کوکا کولا کے بغیر۔ تھوڑی سی آنکھیں کھول کر حالات کا جائزہ لے لیں۔ امارت اسلامیہ کے ڈھے جانے کے بعد احمد آباد اور فلسطین کی

خبروں سے ہم کوئی اثر لیتے ہیں یا نہیں؟ کچھ کر گزرنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے؟ مسلمانوں کی بقا سے دلچسپی ہے؟ تو معاملہ بہت آسان ہے۔ اپنا پہنیئے' اپنا کھائیے' اپنا پیجئے۔ اتنا کرنے سے بھی بہت کچھ ہو جائے گا۔ کوکا کولا کے اسرائیل سے تعاون کے اعلان کے بعد کوئی شک وشبہ باقی ہے؟ اسرائیل کی مدد کرنے والی سب کمپنیوں کو دیوالیہ کردو۔

ماہرین صحت کی ریسرچ کے مطابق پیپسی' کوکا کولا' سیون اپ' مرنڈا' سپرائٹ کے استعمال سے ہیپاٹائٹس بی اور سی جیسی مہلک بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ کوکا کولا اور پیپسی پینے سے شوگر کے امکانات 50 فیصد زیادہ ہو جاتے ہیں۔ سی لیے لاس اینجلس (امریکی ریاست) کے اسکولوں میں پیپسی اور کوک پینے پر سختی سے پابندی ہے۔

ملٹی نیشنل کمپنیاں اور کرکٹ

یاسر محمد خان

1938ء میں جنگ عظیم دوم سے ذرا پہلے جرمنی کرکٹ ٹیم یورپ میں پہلے نمبر پر تھی۔ ان دنوں کرکٹ صرف یورپ کا کھیل تھا۔ یورپ میں سال کے 9 ماہ سرد موسم رہتا ہے' سردیوں کے اس موسم میں اہل یورپ تفریح کو ترس جاتے ہیں' وہ ہر وقت اپنے جسم کو لپیٹے رکھتے ہیں۔ بارشوں اور برف باری کے باعث برساتی قسم کے کوٹ ان کی روزمرہ زندگی کا حصہ ہیں۔ وہ سارا دن پنڈلیوں تک لمبے بوٹ' دستانے' گرم ٹوپی یا ہیٹ' فر کا کوٹ اور کوٹ کے اوپر برساتی پہنے رکھتے ہیں۔ گو گھروں اور دفتروں کو گرم رکھنے کا نظام کام کرتا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود ان کی سماجی زندگی بری طرح بحران کا شکار رہتی ہے۔ ان 9 مہینوں میں بعض مہینے تو ایسے ہوتے ہیں جن میں یورپ کے باشندے سورج کو ترس جاتے ہیں۔ بس دس بارہ گھنٹوں بعد ایک اکتا دینے والی ہلکی سرد روشنی نظر آتی ہے۔ یہ لوگ اس روشنی کو دن سمجھ لیتے ہیں۔ چند گھنٹوں کے اس دن کے بعد پھر ایک طویل اندھیری رات ان کے مقدر پر چھا جاتی ہے۔ اب کیونکہ اہل یورپ کی زندگی کا زیادہ حصہ اسی قسم کی صورت حال میں گزرتا تھا' اب بھی گزرتا ہے لہٰذا انہوں نے اپنی ذہنی اور جسمانی تفریح کے لیے گھروں کے اندر کھیلے جانے والے کھیل ایجاد کیے۔ ان کھیلوں کو "ان

ڈور گیمز'' کہا جاتا ہے۔ ان کھیلوں میں بیڈ منٹن' اسکوائش' باسکٹ بال' ٹینس اور تاش وغیرہ شامل ہیں۔ یہ لوگ سرد موسموں میں یہ کھیل کھیلا کرتے تھے لیکن جب گرمیاں شروع ہوتی ہیں تو پورے یورپ کا ماحول بدل جاتا ہے۔ بچے' جوان اور بوڑھے مختصر لباس پہن کر سڑکوں' پارکوں اور ساحلوں پر پھرتے ہیں' دھوپ میں لمبے لمبے کھیل کھیلتے اور دیکھتے ہیں۔ فٹ بال' ہاکی اور کرکٹ یورپ کے گرمیوں کے کھیل ہیں۔ گرمیوں میں یہ لوگ چمکیلے میدانوں کا رخ کرتے ہیں۔ اسٹیڈیموں میں نیم دراز ہو کر لمبے لمبے میچ دیکھتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے آدھی سے زیادہ دنیا یورپی ممالک کی کالونی تھی لہٰذا یہ لوگ جب اپنی غلام زمینوں کا رخ کرتے تو اپنی طرز رہائش' اپنی خوراک' لباس' زبان اور کھیل بھی ساتھ لے کر جاتے۔ ہندوستان میں فٹبال' ہاکی اور کرکٹ انگریز لے کر آئے۔ ہاکی اور فٹ بال نے تو کسی نہ کسی حد تک اس خطے میں اپنی گنجائش نکال لی لیکن تقسیم ہند تک کرکٹ برصغیر میں اپنی جگہ نہ بنا سکا۔ اس کی دو بڑی وجوہ تھیں: ایک کرکٹ مہنگا کھیل تھا۔ ہندوستان کے شہری اتنا مہنگا کھیل افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ دوسرا ہندوستان کا شدید موسم کرکٹ کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ یہ ایک لمبا کھیل ہے جس میں 15,14 کھلاڑیوں اور ان کے ساتھ سینکڑوں ہزاروں تماشائیوں کو گھنٹوں دھوپ میں رہنا پڑتا ہے۔ اب ہندوستان کی دھوپ تو لوہا پگھلا دینے کی طاقت رکھتی ہے' چنانچہ ہندوستان میں نو دس مہینے یہ کھیل نہیں کھیلا جاسکتا تھا' گو انگریزوں نے سات بڑے شہروں میں کرکٹ کے میدان بنائے۔ ان میدانوں میں راجوں مہاراجوں کی ٹیمیں کرکٹ کھیلتی بھی تھیں لیکن اس کے باوجود کرکٹ ہندوستان میں عوامی کھیل نہ بن سکا۔ یہ صرف ہندوستان کا مسئلہ نہیں تھا پوری تیسری دنیا کرکٹ کے لیے غیر موزوں تھی۔ کسی جگہ موسم آڑے آجاتا تھا' کسی جگہ معیشت اور کسی جگہ اس کا دورانیہ۔ اس کے برعکس ہاکی اور فٹ بال سستے بھی تھے اور اس کے میچ بھی جلدی ختم ہو جاتے ہیں' چنانچہ ہندوستان سمیت تمام

کالونیوں میں یہ دونوں کھیل خاصے مقبول ہوئے۔

ہاں تو عرض کر رہا تھا کہ جرمنی کی کرکٹ ٹیم یورپ کی نمبر ون ٹیم تھی۔ ہٹلر جرمنی کا سربراہ بن گیا۔ ان دنوں جرمنی کا فرانس سے کرکٹ میچ ہوا۔ ہٹلر کو میچ دیکھنے کی دعوت دی گئی۔ ہٹلر اسٹیڈیم میں آ گیا۔ میچ شروع ہوا تو چلتا ہی چلا گیا' شام ہو گئی۔ ہٹلر اکتا گیا' شام کو میچ رک گیا' اس نے ٹیم کے منیجر سے پوچھا "کون جیتا؟" منیجر نے جواب دیا۔ "میچ جاری ہے' ہار یا جیت کا فیصلہ چار دن بعد ہوگا۔" ہٹلر کو غصہ آ گیا' اس نے چلا کر کہا: "یہ کیا کھیل ہے جسے دیکھنے والے پورے دن کے لیے بے کار ہو جاتے ہیں' پھر اگلے دن پھر اس کے بعد اگلے دن اور پھر ہار اور جیت کا فیصلہ چار چار دن بعد' بند کرو اس خرافات کو۔" ہٹلر اسٹیڈیم سے رخصت ہوا اور اسی دن جرمنی میں کرکٹ پر پابندی لگا دی گئی۔ وہ دن ہے اور آج کا دن جرمنی نے کرکٹ کی قومی ٹیم بنانے کی غلطی نہیں کی۔ آپ امریکہ کی مثال بھی لیجئے' دوسری جنگ ہی کے دوران صدر روز ویلٹ نے کرکٹ کو وقت کا زیاں قرار دے کر اس پر پابندی لگا دی۔ اس کا کہنا تھا کہ کرکٹ جیسے کھیل قوم کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں' ان پر پابندی ہونی چاہیے۔ روز ویلٹ کا خیال تھا کہ کرکٹ ایک لمبا اور سست کھیل ہے جبکہ یہ دیکھنے والوں کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ لوگ اس میں مگن ہو جاتے ہیں لہٰذا اگر امریکہ نے ترقی کرنی ہے تو اس قسم کے کھیلوں سے دور رہنا ہوگا۔ روز ویلٹ کی اس منطق کے بعد امریکہ میں بھی کرکٹ پر پابندی لگ گئی۔ آج امریکہ میں کرکٹ غیر سرکاری کھیل ہے' اس کی ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ امریکہ ایک بہت بڑا ملک ہے اس میں صحرا بھی ہیں' پہاڑ بھی' دریا بھی اور سمندر بھی' اس کے مختلف علاقوں میں مختلف اوقات میں مختلف موسم ہوتے ہیں لہٰذا امریکیوں کو کھیل کھیلنے کے لیے بہار اور گرمیوں کا انتظار نہیں کرنا پڑتا' چنانچہ انہیں کرکٹ جیسے لمبے کھیلوں کی ضرورت نہیں۔ اس کے برعکس یورپ کے پاس دھوپ تاپنے اور کھیل سے لطف

اندوز ہونے کے لیے صرف دو یا تین ماہ ہوتے ہیں۔ کرکٹ جیسے طویل کھیل ان کی جسمانی اور سماجی مجبوری ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کرکٹ پھر اچانک پوری دنیا کا کھیل کیسے بن گیا؟ وہ برصغیر کے گرم مرطوب ممالک کا قومی کھیل کیسے ہو گیا؟ اس کے پیچھے بھی ملٹی نیشنل کمپنیوں کا ہاتھ ہے۔ میں کئی بار عرض کر چکا ہوں دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا دھیرے دھیرے ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ہاتھ میں منتقل ہو گئی۔ ان کمپنیوں نے پوری دنیا کی زبان' ثقافت اور طرزِ رہائش بدل کر رکھ دی۔ دنیا ایک عالمی گاؤں ہے' یہ نعرہ تک ملٹی نیشنل کمپنیوں نے دیا۔ گلوبل ولیج کا فائدہ ہے ہی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو۔ آپ دنیا کے کسی کونے میں چلے جائیں' آپ قطب شمالی کے کسی یخ بستہ گاؤں میں کھڑے ہوں یا صحرائے گوبی کے کسی جلتے بجھتے صحرائی خیمے میں' پیپسی اور کوکا کولا آپ کے سامنے رکھی ہوں گی۔ جینز پوری دنیا میں پہنی جاتی ہے۔ آپ دنیا کے کسی کونے میں ٹیلی فون کریں' فون اٹھانے والا ''ہیلو'' کہہ کر آپ سے مخاطب ہوگا' سوری اور تھینک یو پوری دنیا کے الفاظ ہیں۔ سونی کا ٹیلی ویژن پوری دنیا میں دیکھا جاتا ہے۔ نوکیا موبائل ہر کونے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ فلپس کا فریج' نائیکی کے جوتے اور نیشنل کا اے سی دنیا کے تمام کونوں میں یکساں مقبول ہیں۔ گولڈ لیف کا سگریٹ آپ کو دنیا کے ہر ملک' ہر شہر میں ملے گا۔ یہ کیا ہے؟ یہ گلوبل ولیج ہے' ایک ایسی دنیا جس میں گاہک کا تعلق چین کے کسی پسماندہ گاؤں سے ہو یا کیلیفورنیا کی نئی دنیا سے' وہ ایک ہی کمپنی کا خریدار ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ یہ تعلق یہ رابطہ اور یہ ''گلوبل ولیج'' ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مجبوری تھی۔ آپ خود فیصلے کیجیے! ایک کمپنی اگر صرف ایک ملک تک محدود ہو تو وہ اپنی مصنوعات کتنی تعداد میں بیچ لے گی؟ اس ملک کے چند کروڑ لوگوں سے کس قدر منافع کما لے گی؟ اسے زیادہ منافع کے حصول اور زیادہ گاہکوں کے لیے دوسرے ممالک جانا پڑے گا' چنانچہ ملٹی

نیشنل کمپنیوں نے یہی کیا۔ انہوں نے دنیا کو کہا: یہ جو تم لمبے لمبے پائجامے' تہبند اور شلواریں پہن کر پھرتے ہو' یہ تمہاری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو زیادہ آرام دہ اور پر سہولت جینز پہنو۔ تمہارے جوتے اس قسم کے ہونے چاہئیں کہ اگر تمہیں کسی بھی وقت بھاگنا پڑے تو تم اٹھ کر بھاگ کھڑے ہو۔ تمہیں گرمیوں میں سردی اور سردی میں گرمی چاہیے۔ لہٰذا اے سی استعمال کرو' ہیٹر جلاؤ۔ لوگوں نے اس پیغام پر یقین کر لیا چنانچہ دنیا ایک گاؤں بن گئی۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کو جینز کی طرح ایسے کھیلوں کی بھی ضرورت تھی جو پوری دنیا میں یکساں کھیلے جاسکتے ہوں' جو زیادہ سے زیادہ دیر تک لوگوں کو اپنی طرف متوجہ رکھ سکیں تاکہ وہ ان کھیلوں کے دوران اپنی اپنی مصنوعات کے اشتہار دے سکیں۔ کرکٹ میں ایسی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ یہ کئی کئی دنوں تک دیکھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ رکھ سکتا تھا لہٰذا ملٹی نیشنل کمپنیوں اور ملٹی نیشنل طاقتوں نے اس کھیل کی ترقی اور ترویج کا فیصلہ کیا۔ اسے اسپانسر کرنے کا منصوبہ بنایا۔

کرکٹ میں دو بڑی خرابیاں تھیں۔ ایک یہ موسمی کھیل تھا' یہ زیادہ سردی اور زیادہ گرمی میں نہیں کھیلا جاسکتا۔ دوسرا یہ امراء کا کھیل تھا' اس کے لیے بڑا میدان' وردی اور مہنگا سامان درکار ہوتا ہے۔ ان ملٹی نیشنل کمپنیوں نے سب سے پہلے اسے موسم کے بندھن سے آزاد کیا۔ انہوں نے اسے گرم علاقوں سے نکال کر ٹھنڈے اور ٹھنڈے خطوں سے سرد علاقوں تک پہنچایا۔ انہوں نے سوچا پوری دنیا کے موسم ایک جیسے نہیں رہتے۔ جب یورپ میں برف باری ہو رہی ہوتی ہے اسی وقت خلیج کا موسم نیم گرم ہوتا ہے' جب عرب ممالک' افریقہ اور برصغیر میں گرمی ہوتی ہے اس وقت آسٹریلیا اور یورپ میں قابل برداشت ٹھنڈ ہوتی ہے' چنانچہ انہوں نے سوچا جب گرم علاقوں میں گرمی ہوگی تو کرکٹ کے میچ ٹھنڈے علاقوں میں کھلائے جائیں اور جب ٹھنڈے علاقوں میں برف پڑ رہی ہو تو اس وقت کرکٹ کی ٹیمیں گرم علاقوں

میں منتقل کر دی جائیں۔ اس کے نتیجے میں کرکٹ 12 مہینے کا کھیل ہو گیا۔ دوسرا ان ملٹی نیشنل کمپنیوں نے دیکھا جو کھیل مہنگا ہے ان کے لیے کھلاڑیوں کو وقت اور پیسہ چاہیے جبکہ امیر طبقے کے پاس پیسہ تو ہوتا ہے لیکن وقت نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اگر کرکٹ کھیلتے ہیں تو صرف تفریح اور دل پشوری کرنے کے لیے کھیلتے ہیں وہ اسے پیشے کے طور پر نہیں لیتے۔ لہٰذا کرکٹ اس وقت تک عالمی کھیل نہیں بن سکتا جب تک عام شہری اس کو نہیں اپناتے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں نے کرکٹ کو عام شہریوں تک پہنچانے کے لیے اسے اسپانسر کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے دنیا بھر میں کرکٹ کے میدان بنائے۔ دیہاتوں اور قصبوں سے لڑکوں کو جمع کیا۔ انعامی اسکیموں کے ذریعے انہیں کرکٹ کی طرف راغب کیا' کرکٹ کے کھلاڑیوں کو ان کا ہیرو بنایا' انہیں نوکریاں دلوائیں' جیب خرچ دیا اور کرکٹ کھیلنے پر لگا دیا۔ ساتھ ہی ٹیلی ویژن' ریڈیو اور اخبارات پر ان کی کوریج کا بندوبست کیا۔ اس وقت کرکٹ دنیا کا سب سے بڑا کھیل ہے۔ ہر سال اس پر 80 ارب ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔ ٹیلی ویژن چینل پر سال میں 12 لاکھ گھنٹے یہ کھیل دکھایا جاتا ہے۔ اس وقت دنیا کے 17 کروڑ لوگ یہ کھیل کھیل رہے ہیں۔ دنیا میں کرکٹ انڈسٹری کی مالیت گندم کے بجٹ کے برابر ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ایک ورلڈ کپ پر جتنی دولت خرچ کی جاتی ہے اگر وہ مریضوں پر خرچ کی جائے تو دنیا کے تمام مریضوں کو ڈاکٹر' نرس اور دوائیں مفت مل سکتی ہیں۔ ایک ورلڈ کپ کے خرچ سے پوری دنیا میں اسکول کھولے جا سکتے ہیں' صحرائے عرب کو کاشتکاری کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔ چار ورلڈ کپوں کے خرچ سے پوری دنیا کو سڑک سے منسلک کیا جا سکتا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق ایک ورلڈ کپ کے دوران جتنی رقم مشروبات' برگروں اور ہوٹلوں پر خرچ کی جاتی ہے اس رقم سے 40 کینسر کے ہسپتال بنائے جا سکتے ہیں۔ دنیا کے ایک تہائی بھوکوں کو ایک مہینے کی خوراک دی جا سکتی ہے۔ سردیوں میں دنیا کے آدھے غریبوں کو گرم سوئیٹر دیئے

جاسکتے ہیں۔ کولمبیا جیسی ایک شٹل خلاء میں بھیجی جاسکتی ہے۔ پاکستان جیسے چار ملکوں کے قرضے ادا کیے جاسکتے ہیں۔ ورلڈ کپ پر جتنی بجلی خرچ ہوتی ہے وہ چین جیسے ملک کی چھ ماہ کی برقی ضرورت پوری کرسکتی ہے۔ ورلڈ کپ پر جتنا کچرا پیدا ہوتا ہے اتنا 30 ملک مل کر پورا سال پیدا نہیں کرتے۔ ورلڈ کپ کے موقع پر جتنی شراب پی جاتی ہے وہ پورا برطانیہ مل کر پورا سال نہیں پیتا۔ اس پر عام شہریوں کا جتنا وقت سائع ہوتا ہے اگر آدھی دنیا پورا مہینہ چھٹی کرے تو بھی اتنا ضائع نہیں ہوگا۔

یہ ہے کرکٹ کے اخراجات اور اس کے تخمینے۔ اب آتے ہیں اس فائدے کی طرف جو ملٹی نیشنل کمپنیاں کرکٹ کے ذریعے حاصل کرتی ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی تجارت گاہک کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی' گاہک کاروبار میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو برقی رو بلب کی زندگی میں رکھتی ہے۔ دنیا بھر کے تاجر' بزنس مین اور کاروباری لوگ گاہکوں کو متاثر کرنے کے لیے نت نئے ہتھکنڈوں سے کام لیتے ہیں۔ کوئی ڈھول بجاتا ہے' کسی نے اونچی اونچی آوازوں میں بولنے والے سیلز مین رکھے ہوئے ہیں' کوئی دکان کو خوب سجاتا ہے اور کوئی گاہکوں کے لیے انعامی اسکیموں کا اعلان کرتا ہے۔ یہ عام چھوٹے کاروباری لوگوں کے ہتھکنڈے ہیں۔ بڑی اور قومی سطح کی کمپنیاں بڑی اسکیمیں استعمال کرتی ہیں۔ اسی طرح بین الاقوامی کمپنیاں پوری دنیا کے گاہکوں کو اپنی مصنوعات کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ یہ کمپنیاں بیک وقت دو کام کرتی ہیں: ایک یہ اپنی مصنوعات فروخت کرتی ہیں اور دوسرا یہ دنیا کو نیا رواج دیتی ہیں۔ لوگوں کو ان کی بنائی ہوئی چیزیں استعمال کرنے پر ابھارتی ہیں مثلاً: دوسری جنگ عظیم تک دنیا میں ڈبے کا دودھ استعمال نہیں ہوتا تھا۔ دودھ بنانے والی کمپنیوں نے باقاعدہ مہم چلا کر دنیا میں چھوٹے بچوں کو فیڈر اور ڈبے کا دودھ پلانے کا طریقہ متعارف کر دیا۔ چائے اور کافی میں صرف اور صرف تازہ دودھ استعمال ہوتا تھا' ان کمپنیوں نے چائے اور کافی کی سیل

میں اضافے کے لیے دنیا کو خشک دودھ ڈالنے کا طریقہ بتایا۔ دنیا بھر میں گرمیوں میں شربت اور لسی ہی پی جاتی تھی' ان کمپنیوں نے لوگوں کو کوک قسم کی بوتلیں پینے پر مجبور کیا۔ دنیا بھر میں کولڈ ڈرنکس صرف گرمیوں میں لیے جاتے تھے' ان کمپنیوں نے ان کو 12 ماہ کے مشروبات بنا دیا۔ دنیا بھر میں تمباکو صرف امراء پیتے تھے اور وہ بھی پختہ عمر میں لیکن ان کمپنیوں نے اسے نوجوان اور غریب لوگوں کی عادت بنا دیا۔ غرض یہ بین الاقوامی کمپنیاں ہی ہیں جنہوں نے پوری دنیا کا مزاج' کرۂ ارض کی فطری روایات اور ضروریات تبدیل کر دیں' جنہوں نے اپنے کاروباری فائدے کے لیے پوری دنیا کی تہذیب اور پوری دنیا کی ثقافت بدل دی۔ اس تبدیلی کے لیے ان کمپنیوں نے تشہیر اور پراپیگنڈے سے کام لیا۔ انہوں نے دنیا کے ہر اس کونے' درخت' پتھر اور دیوار پر اشتہار لگا دیا جس کے سامنے سے لوگ گذرتے ہیں۔ انہوں نے ہر دیکھتی آنکھ کے سامنے سینکڑوں' ہزاروں' لاکھوں اشتہار لگا دیئے۔ ان اشتہارات کے لیے ان لوگوں نے ہر جائز ناجائز ہتھکنڈا استعمال کیا۔ انہوں نے قومی رہنماؤں کو استعمال کیا' سیاسی لیڈروں کی مدد لی' مندر اور چرچ استعمال کیے' اداکارائیں اور اداکار استعمال کیے' کتابیں اور رسالے' ریڈیو اور ٹیلی ویژن استعمال کیے۔ انہوں نے دانشور خریدے' ذہین لوگوں کی ذہانت' کھلاڑیوں کا کھیل اور فنکاروں کا فن لیا اور پوری دنیا کو منڈی کی شکل دے دی' گلی کوچوں کو بازار بنا دیا' آج ہم اس بازار' اس منڈی کا حصہ ہیں۔

وہ شخص بھی یقیناً کوئی بدبخت ہی ہوگا جس نے کرکٹ کو پبلسٹی' پروپیگنڈے اور اشتہارات کا ذریعہ بنانے کا تصور پیش کیا تھا۔ کسی شخص نے ان کمپنیوں کو بتایا کہ کرکٹ دنیا کا واحد کھیل ہے جس میں زیادہ سے زیادہ اشتہارات دیئے جاسکتے ہیں' یہ ایک ایسا کھیل ہے جس کے پاس دنیا میں سب سے زیادہ تماشائی ہیں اور تماشائی بھی ''کل وقتی'' جو ٹیلیویژن کے سامنے بیٹھ گیا جو میدان میں بیٹھ گیا وہ میچ دیکھے بغیر

وہاں سے نہیں اٹھے گا۔ ان کمپنیوں کو ایسا موقع خدا دے' لہٰذا ان کمپنیوں نے فوراً کرکٹ کی سرپرستی شروع کر دی اور کرکٹ کو تیسری دنیا میں متعارف کرانے کے لیے اپنی تجوریوں کے دروازے کھول دیئے' تیسری دنیا میں میدان بنائے گئے' ٹیلنٹ کے نام پر دوسری اور تیسری کلاس کے نوجوانوں کو ورغلا کر میدانوں میں لایا گیا' ان کے ہاتھوں میں بلے پکڑا دیئے گئے' ان ٹیموں کے میچوں کو ٹی وی اور ریڈیو پر کوریج دی گئی' اخبارات اور رسائل میں ان کے انٹرویوز چھپوائے گئے' یوں آہستہ آہستہ کرکٹ کا ہیرو معاشرے کا ہیرو بنتا چلا گیا۔ ان کمپنیوں نے پھر بڑے بڑے ٹورنامنٹس کرانا شروع کر دیئے' یہ فلاں کپ ہو رہا ہے اور یہ فلاں کپ' ان میچوں میں بھاری بھاری انعامات رکھے گئے۔ جو میچ جیت گیا وہ ایک ہی دن میں لکھ پتی سے کروڑ پتی ہو گیا۔ باؤلر کامیاب ہوا تو کسی ملٹی نیشنل کمپنی نے اس کے ساتھ اپنی مصنوعات کی مشہوری کا معاہدہ کر لیا' بلے باز کو کامیابی حاصل ہوئی تو وہ فلاں صابن' فلاں جوتے اور فلاں مشروب کے اشتہارات میں آنے لگا۔ یوں سلسلہ چل نکلا لیکن ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کی تسلی نہیں ہوئی' انہیں محسوس ہوا ابھی گنجائش موجود ہے' انہوں نے کھلاڑیوں کے سینوں پر اپنی اپنی کمپنی کے مونوگرام لگانے شروع کر دیئے' انہیں مخصوص قسم کی ٹوپیاں پہنانا شروع کر دیں' انہیں انہی کمپنی کے جوتے اور کپڑے پہنانا شروع کر دیئے لیکن تسلی نہ ہوئی لہٰذا اس کے بعد ان کمپنیوں نے ان کھلاڑیوں پر براہِ راست سرمایہ کاری شروع کر دی۔ انہوں نے پوری پوری ٹیم کو خریدنا شروع کر دیا۔ اب اس وقت عالم یہ ہے کہ پوری کی پوری ٹیم ملٹی نیشنل کمپنیوں کے پے رول پر ہوتی ہیں' اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کمپنیاں ان ٹیموں اور ان کھلاڑیوں کو استعمال کیسے کرتی ہیں؟

یہ بڑا دلچسپ معاملہ ہے۔ کرکٹ میں دو مراحل بہت سنسنی خیز ہوتے ہیں:

ایک وہ جب باؤلر بال پھینکتا ہے اور دوسرا وہ جب بلے باز رن بناتے ہیں۔ یہ دونوں مراحل اشتہاروں کے لیے بہت قیمتی ہوتے ہیں' کمپنیاں انہیں بڑی خوبصورتی

سے استعمال کرتی ہیں۔ جس وقت باؤلر اسٹارٹ لینے کے لیے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا باؤلنگ لائن کی طرف جا رہا ہوتا ہے تو دیکھنے والی آنکھ ٹیلی ویژن کی اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھی ہوتی ہے' کمپنی کے ماہرین عین اس وقت اپنی مصنوعات کے اشتہار پیش کر دیتے ہیں' لاکھوں کروڑوں لوگوں تک اس کمپنی کا اشتہار چند سیکنڈ میں پہنچ جاتا ہے۔ باؤلر اسٹارٹ لیتا ہے' دوڑتا ہے' بال پھینکتا ہے' اوئے اوئے کی آوازوں کے ساتھ بال وکٹ کیپر کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے' اس نازک وقت میں بھی ایک عدد اشتہار ناظرین کے دماغ میں جا گرتا ہے' بال بلے کو چھو جائے' کھلاڑی رنز بنانے کے لیے دوڑ پڑیں' فیلڈر گیند کے پیچھے لپکیں تو بھی اسکرین کے ایک کونے میں کمپنی کا اشتہار دکھائی دینے لگتا ہے۔ ہر چوکے اور چھکے کے بعد دو تین چار اشتہار معمولی بات ہے۔ ہر نو بال' ہر وائیڈ بال اور امپائر کی طرف سے وارننگ کے دوران بھی ٹیلیویژن پر اشتہارات کی بھرمار رہتی ہے۔ اشتہارات کے یہ وقفے حاصل کرنے کے لیے کمپنیاں اربوں ڈالر خرچ کرتی ہیں' یہ کمپنیاں باؤلر کو باقاعدہ معاوضہ دے کر تیار کرتی ہیں کہ جب وہ بال کرانے کے لیے جائیں گے تو انہوں نے اتنے ''اسٹیپس'' لینے ہیں' وہ ہر بال کے لیے جاتے ہوئے اتنی دیر لگائیں گے؟ وہ کس وقت نو بال دیں گے اور کس وقت وکٹ کے قریب پہنچ کر بال کرائے بغیر واپس چلے جائیں گے۔ باؤلروں کے ساتھ اس سمجھوتے کے مطابق وہ اشتہارات کو ترتیب دیتے ہیں اور انہیں ٹھیک اس وقت ناظرین کے سر میں دے مارتے ہیں جب وہ پوری یکسوئی کے ساتھ اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھے ہوتے ہیں۔

شاید آپ سوچتے ہوں کمپنیوں کو یہ سنہرا وقت یوں ہی بغیر کسی محنت کے حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ یقیناً آپ کی خام خیالی ہوگی کیونکہ کمپنیاں اس قیمتی وقت کے حصول کے لیے برسوں محنت کرتی ہیں' وہ اپنے ایجنٹوں کے ذریعے عام گلی کوچوں

سے ”با صلاحیت“ نوجوان جمع کرتی ہیں' انہیں عام میدانوں میں کھیلاتی ہیں' پھر انہیں ضلعی' صوبائی اور قومی سطح پر لاتی ہیں' انہیں کھیلنے کا موقع فراہم کرتی ہیں' وہاں سے انہیں اٹھا کر بین الاقوامی سطح پر لاتی ہیں۔ جب وہ کھلاڑی بن جاتے ہیں تو ان کے ساتھ پانچ دس سال کا کاروباری سمجھوتا کرتی ہیں' انہیں لاکھوں کروڑوں ڈالر سالانہ دیتے ہیں۔ یہ کمپنیاں کس قدر مضبوط اور تگڑی ہوتی ہیں اس سلسلے میں صرف ایک امر کی نشاندہی کافی ہوگی۔ یہ کمپنیاں اپنے کھلاڑیوں کو ٹیموں میں منتخب بھی کراتی ہیں۔ پورے پورے کرکٹ بورڈ ان کمپنیوں کے پے رول پر ہوتے ہیں۔ ان بورڈوں سے یہ لوگ اپنے من پسند کھلاڑی منتخب کراتے ہیں۔ اس سلسلے میں اتنی نشاندہی کافی ہوگی کہ آپ پوری دنیا کے کرکٹ بورڈوں کے سربراہوں کی لائف ہسٹری نکال کر دیکھ لیں' دنیا کے نوے فیصد کرکٹ بورڈوں کے سربراہوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد کسی نہ کسی ملٹی نیشنل کمپنی میں نوکری کی۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ سیدھی سی بات ہے یہ کمپنیاں شروع ہی میں انہیں نوکری کی پیشکش دے دیتی ہیں' یہ لوگ مان جاتے ہیں' انہیں تنخواہ ملنا شروع ہو جاتی ہے' دورانِ ملازمت یہ لوگ کرکٹ بورڈ اور ملٹی نیشنل کمپنی دونوں سے تنخواہ وصول کرتے ہیں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ملٹی نیشنل کمپنی کی پیشکش قبول نہ کرے تو پھر کمپنی وہ ممبر اور چیئرمین تبدیل کرا دیتی ہے کیونکہ اس طرح انہیں اپنا کاروبار خطرے میں دکھائی دیتا ہے۔

کرکٹ میں ”جوا“ ایک نئی طرز' ایک نیا کاروبار ہے۔ میچ فکسنگ کا کاروبار بھی ملٹی نیشنل کمپنیوں کی طرز پر شروع ہوا۔ ممبئی کے چند جواریوں نے جنہیں مقامی زبان میں ”بکی“ کہا جاتا تھا' پہلے پہل میچوں پر اندھا ”جوا“ شروع کر دیا۔ یہ لوگ کھلاڑیوں اور ٹیموں پر داؤ لگواتے تھے' ہارنے والے سے وصولی کر کے جیتنے والے کے حوالے کرتے اور اپنی کمیشن حاصل کرتے۔ یہ کاروبار چل نکلا تو ان لوگوں نے کھلاڑیوں سے رابطے شروع کر دیئے۔

یہ لوگ داؤ لگواتے اور پھر کھلاڑیوں کو فلاں کیچ چھوڑ دینا' فلاں فلاں بال کمزور کرانا' فلاں بال پر چوکا لگانا' فلاں پر چھکا مارنا اور کس میچ میں کس ٹیم کو کتنے اسکور دینے ہیں' کون سی ٹیم جیتے گی اور کون سی ہارے گی' وغیرہ کے احکامات جاری کرتے' نتائج ان کی توقع یا حکم کے مطابق نکلتے یہ لوگ اربوں روپے کماتے اور پھر ان میں سے ایک معقول حصہ ''تعاون'' کرنے والے کھلاڑیوں کو دے دیتے۔ چند ہی برسوں میں یہ کاروبار ممبئی سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل گیا' ''بکیوں'' نے ہر میچ فکس کرنا شروع کر دیا' ٹاس اور پہلی بال تک پر شرطیں اور پیسے لگنے لگے' اسکینڈل بنے' مقدمات قائم ہوئے اور کھلاڑیوں کو سزائیں تک ہوئیں لیکن یہ کاروبار جاری رہا' یہ کاروبار رک بھی نہیں سکتا تھا۔ خود سوچئے جس کاروبار میں چند گھنٹوں میں اربوں روپے ادھر سے ادھر ہو جاتے ہوں اس کاروبار کو کون روک سکے گا؟ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پچھلے برس خبر آئی اب ان ''بکیوں'' نے بھی ملٹی نیشنل کمپنیوں کی طرح اپنے کھلاڑیوں کی انڈسٹری نکالی ہے' اب یہ بھی اپنے ایجنٹوں کی مدد سے عام گلی محلوں سے ''ٹیلنٹ'' جمع کر رہے ہیں۔ یہ ان نوجوانوں کو بڑے بڑے شہروں میں رکھیں گے' پیشہ ور کوچوں سے ان کی ٹریننگ کرائیں گے' انہیں پہلے قومی اور پھر بین الاقوامی سطح پر کھلائیں گے اور پھر میدانوں میں ان کی مدد سے اربوں روپے کا جوا کھیلیں گے۔ ''بکیوں'' کا یہ منصوبہ کامیاب ہو گیا تو پھر ملٹی نیشنل کمپنیوں اور جواریوں کے درمیان بھی ایک ''خفیہ'' ورلڈ کپ شروع ہو جائے گا۔ کمپنیاں کرکٹ کو اپنی مرضی سے چلانے کی کوشش کریں گی اور ''بکی'' اسے ''ریس'' کی طرح کھیلنے اور کھلانے کی جدوجہد فرمائیں گے۔

اس وقت بھی یہ میچ جاری ہے' ملٹی نیشنل کمپنیاں قانونی معاونت سے ''بکیوں'' کے خلاف عالمی جنگ شروع کر چکی ہیں۔ یہ کمپنیاں مختلف ممالک کی عدالتوں میں ''بکیوں'' کے کھلاڑیوں کے خلاف مقدمے درج کراتے رہتے ہیں'

میڈیا میں بھی اس کاروبار کے خلاف آرٹیکل' کالمز اور خبریں شائع کرائی جاتی ہیں۔ ان لوگوں نے کرکٹ کھیلنے والے چند بڑے ممالک میں جواریوں کے خلاف قانون بھی پاس کرائے ہیں لیکن اس ساری کوشش اور جدوجہد کے باوجود ان لوگوں کو ابھی تک کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی' تاحال کرکٹ کے ہر ٹورنامنٹ کا ہر میچ فکس اور اربوں روپے میں فروخت شدہ ہوتا ہے۔ یہ صورت حال یقیناً بڑی گھمبیر اور پریشان کن ہے۔ خود سوچئے! ایک برس بعد تک جب کوئی ملٹی نیشنل کمپنی کسی باؤلر کو بال کرانے سے پہلے 20 قدم کا اسٹارٹ لینے کا معاوضہ ایک لاکھ ڈالر دے رہی ہوگی اور کوئی ''بکی'' اسے 20 کی بجائے 16 قدم اٹھانے کے بدلے ڈیڑھ لاکھ ڈالر کی آفر دے رہا ہوگا تو صورت حال کتنی پریشان کن ہو جائے گی؟ حالات کتنے گھمبیر ہوں گے؟ ذرا سوچئے! کرکٹ کے بخار میں مبتلا دنیا کی صورت حال اس وقت کیا ہوگی؟

سچ ہے کرکٹ نے پوری دنیا تباہ کر دی' کرکٹ نے پوری دنیا کی اخلاقیات اور پوری دنیا کی ثقافت بدل کر رکھ دی اور ہم ہیں کہ اس طوفان کو خود اپنے سر پر مسلط کرتے چلے جا رہے ہیں۔

❁ ❁ ❁

SPRITE

Supper Power Remained Israil Till End

اسرائیل آخر تک سپر پاور رہے

بے بس عوام

نذیر ناجی

گذشتہ روز لاہور کے ایک فائیو سٹار ہوٹل میں جب میں نے پینے کا پانی مانگا تو بھرے ہوئے پانی کا ایک گلاس لاکر رکھ دیا گیا' میں نے سروس دینے والے کارکن سے پوچھا کہ وہ ڈرنکنگ واٹر کی بوتل کیوں نہیں لایا؟ تو وہ کچھ حیران سا ہوا اور کہنے لگا کہ ''بوتل میں تو منرل واٹر ملتا ہے۔'' میں نے اسے پانی کی وہی بوتل لانے کے لیے کہا' جسے وہ منرل واٹر کہہ رہا تھا' تو وہ ایک غیر ملکی کمپنی کی بوتل اٹھا لایا' جو اس کے خیال میں منرل واٹر کی تھی' اس بوتل کو لے کر میں نے لیبل اس کے سامنے کیا اور کہا کہ مجھے پڑھ کر بتایا جائے کہ اس پر منرل واٹر کہاں لکھا ہے؟ اس نے بہت ڈھونڈا مگر کہیں نہیں لکھا تھا' پھر میں نے اسے لیبل دکھاتے ہوئے بتایا کہ ''یہاں غور سے پڑھو' اس پر کیا لکھا ہے۔'' تو آئندہ جب کوئی گاہک منرل واٹر مانگے تو اس کو بتا دیا کریں کہ آپ کے پاس منرل واٹر نہیں ہے' صرف ڈرنکنگ واٹر بند بوتلوں میں دستیاب ہے۔''

اس وقت پورے ملک میں وہی پانی' جو ہم گھر میں ابال کر عمدہ طریقے سے پینے کے قابل بنا سکتے ہیں' یہ کمپنیاں بوتلوں میں بند کر کے دونوں ہاتھوں سے خریداروں کو لوٹ رہی ہیں اور کوئی پوچھ گچھ کرنے والا نہیں' حکومتوں کے کام یہ

ہوتے ہیں کہ عوام کے مفادات کا تحفظ کریں اور ان میں ایک کام یہ بھی ہے کہ لوگ اپنی دن رات کی محنت سے کمائی ہوئی رقم خرچ کر کے جو کچھ خریدتے ہیں وہ پیسے کی قدر کے مطابق بھی ہو اور کوئی کاروباری فرد یا ادارہ عوام سے فریب کاری نہ کر سکے۔ مگر ایسے لگتا ہے کہ پاکستان میں حکومتیں اس طرح کے کام کرنا اپنے فرائض میں شمار نہیں کرتی' بازار میں ہر چیز کے من مانے نرخ وصول کیے جاتے ہیں اور حد یہ ہے کہ بیشتر اشیاء اس کوالٹی اور معیار کی بھی نہیں ہوتی جو کہ قیمت کے عوض بتایا جاتا ہے۔

دوائیں ہیں کہ وہ خالص نہیں' کھانے پینے کی اشیاء ملاوٹ شدہ ہی نہیں مضرِ صحت بھی ہوتی ہیں' ناپ تول میں ہمیشہ فرق ہوتا ہے اور یہ فرق چھوٹے دکانداروں کے ہاں زیادہ پایا جاتا ہے۔ لاہور میں مٹھائیوں کے ریٹ 100 روپے سے لے کر 180 روپے تک جاتے ہیں' جب میں نے ایک بڑے حکومتی عہدیدار سے اس فرق کی بات کی تو جواب ملا کہ "180 روپے والی مٹھائی اچھی ہوتی ہے" مٹھائیوں میں استعمال ہونے والی بیشتر چیزوں کے نرخ 50 روپے کلو سے بھی کم ہوتے ہیں' صرف کھویا اور گھی دو مہنگی چیزیں ہیں مگر ان میں کھوئے کا استعمال 50 فیصد مٹھائیوں میں ہوتا ہے اور گھی کسی بھی مٹھائی میں دس فیصد سے زیادہ نہیں ہوتا مگر حکومت کی طرف سے کوئی یہ حساب لگا کر مارکیٹ کنٹرول نہیں کرتا۔ لاہور میں گوشت کا مقررہ نرخ 110 روپے فی کلو ہے لیکن اس قیمت پر کہیں گوشت دستیاب نہیں۔ پورے ملک میں رکشے اور ٹیکسیاں میٹر کے بغیر چلتے ہیں' ان سواریوں کا استعمال غریب اور نچلے متوسط طبقے کے لوگ انتہائی مجبوری کی حالت میں کرتے ہیں اور کرایوں کے نام پر ان کی جیبیں کاٹی جاتی ہیں اور بد اخلاقی کے مظاہرے الگ ہوتے ہیں لیکن کوئی نگرانی کرنے والا نہیں۔ ہمارے ملک میں منڈی اور بازار کا بے لگام نظام' بے روزگاری اور غربت کے ستائے ہوئے عوام کی کمائی دونوں ہاتھوں سے

لوٹ رہا ہے اور اب غیر ملکی کمپنیوں نے اس لوٹ پر قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے۔

وہ برگر جو ہمارے ریستورانوں میں 50 سے 60 روپے میں مل جاتا ہے غیر ملکی کمپنیاں 100 روپے سے زیادہ قیمت پر دیتی ہیں' وہ سوڈا واٹر جو ہمارے ہاں درجنوں رنگوں اور ذائقوں میں دستیاب تھا' نایاب ہو چکا اور اس کاروبار سے وابستہ لوگ دوسری مزدوریاں کرنے لگے۔ اور یہ کمپنیاں اسے اپنے برانڈ میں انتہائی مہنگے داموں فروخت کر کے اربوں روپے کما رہی ہیں لیکن پانی کے معاملے میں تو حد ہو گئی' یہ ڈرنکنگ واٹر جو بیس بائیس روپے فی بوتل کے حساب سے مل رہا ہے اس کی تمام لاگت پانچ روپے سے زیادہ نہیں مگر منرل واٹر کا تاثر پھیلا کر اسے تین چار گناہ زیادہ قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے۔ حکومت سے یہ بھی نہیں ہو رہا کہ وہ چند سرکاری اعلانات جاری کر کے یہی واضح کر دے کہ جو پانی صارفین مہنگے داموں خرید رہے ہیں وہ منرل واٹر نہیں ہوتا۔ عوامی مفادات کا تحفظ کرنے کے لیے کسی اضافی بجٹ کی ضرورت نہیں صرف فرض شناسی اور عوام کے مسائل میں دلچسپی درکار ہے۔ مگر یہی چیزیں تو موجود نہیں۔

ملک میں زرعی دواؤں کے نام پر جو کچھ فروخت کیا جاتا ہے وہ ترقی یافتہ دنیا میں ناقابل استعمال ہوتا ہے۔ جن دواؤں کو مضر صحت قرار دے کر پھنکوا دیا جاتا ہے ہمارے درآمد کنندگان انہیں اونے پونے یا مفت میں اٹھا کر لے آتے ہیں اور ہمارے کسانوں کو فروخت کر دیتے ہیں' ان کا معیار جانچنے کے لیے کوئی موثر مشینری موجود نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان دواؤں اور کھادوں کے استعمال سے پیدا ہونے والی اشیائے خوردنی طرح طرح کی بیماریوں کا باعث بن رہی ہیں اور زمین کی پیداواری صلاحیت بھی بری طرح متاثر ہو رہی ہے اور اب تو کمپیوٹر انڈسٹری کا ردی مال بھی پاکستان میں آنے لگا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں استعمال ہونے والا پلاسٹک اور دیگر اجزا مٹی یا پانی کے نیچے پھینکے جائیں تو انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہوتے

ہیں۔ امریکہ میں پلاسٹک یا سیلوفین کے لفافوں کا استعمال بند ہے' وہاں کاغذ کے لفافے استعمال ہوتے ہیں لیکن پاکستان میں ان کا استعمال دیہات تک میں بھی کثرت سے ہونے لگا ہے اور یہاں انہیں تلف کرنے کا کوئی نظام یا طریقہ موجود نہیں۔ ضائع شدہ لفافوں کی گندگی کیا کیا مسائل پیدا کر رہی ہے؟ ان کا ابھی تک جائزہ نہیں لیا گیا۔ کیا ان کاموں سے حکومت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا؟

کوکاکولا نے اپنی آمدنی کا 10 فیصد حصہ ہر سال اسرائیل کو دینے کا اعلان کیا ہے۔ جبکہ پیپسی کولا اسرائیل کو سالانہ 10 ارب ڈالر دے رہا ہے۔ سگریٹ بنانے والی سب سے بڑی کمپنی مورین فلپس روزانہ 90 لاکھ ڈالر اسرائیل کو فراہم کرتی ہے۔ روزمرہ استعمال کی اشیاء بنانے والی ملٹی نیشنل کمپنی لیور برادرز 3 ارب روپے کا منافع ہر سال پاکستان سے کما کر اسرائیل کو دیتی ہے۔

اہل ایمان کے خلاف ایک خطرناک سازش کا انکشاف

سیّد محمد سعید الحسن شاہ

نحمدالله تعالی و نصلی ونسلم علی رسوله المجتبی
واله واصحبه دائما ابدا. بسم الله الرحمن الرحیم

امت مسلمہ کے ایک ادنیٰ سے فرد ہونے کی حیثیت سے میرا یہ دینی فریضہ ہے کہ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے ان کی غیرتِ ایمانی کے نام پر اپیل کروں کہ وہ اپنے ایمان و ایقان کی دولت کو شیطان صفت لٹیروں سے محفوظ رکھیں اور کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر(1) پر عمل کرتے ہوئے حرام خوری سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

برادرانِ اسلام! شیطان کو بد روحنین میں لگے ہوئے گھاؤ نہیں بھولے اسے معلوم ہے کہ اسلام کے جیالے سپوت اس کی بچھائی ہوئی بساط کو کئی بار تہہ و بالا کر چکے ہیں۔ وہ نعلین مصطفےٰ کے شیدائیوں سے لرزہ براندام ہے۔ اس کی تمنا ہے کہ وہ ان ''پر اسرار بندوں'' کے روحانی ارتقاء میں رکاوٹ ڈال دے تاکہ ان کی ضربِ ایمانی اس کے کلیجے کو پاش پاش نہ کر سکے اور آج ابلیس لعین اپنے اس گھناؤنے

پروگرام میں کافی حد تک کامیاب بھی ہے۔ وہ مسلمان کہ جن کا نام سن کر بڑے بڑے جابر اور ظالم شہنشاہوں کے پتے پانی ہو جایا کرتے تھے۔ آج خود دبکے بیٹھے ہیں' وہ مسلمان کہ جن کا نام بے کسوں و مظلوموں کے لیے فرحت و انبساط کا پیغام ہوا کرتا تھا' آج خود ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں اور شیطانی قوتیں اپنی کامیابی پر لڈی ڈال رہی ہیں۔

کبھی تو یہ حال تھا کہ:

زمانہ خلافت میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام نے ایک بار آپ کی خدمت میں دودھ کی لسی پیش کی اور آپ نے خلاف معمول بغیر تحقیق کے اسے نوش فرما لیا' مگر طبیعت میں بے چینی سی پا کر غلام سے دریافت فرمایا: "لسی کیسی تھی؟ کہاں سے لائے ہو؟" غلام نے عرض کیا کہ حضور میں زمانۂ جاہلیت میں کہانت (2) کیا کرتا تھا۔ آپ کی غلامی میں آنے سے قبل میں نے کسی کو کوئی بات بتائی تھی۔ آج مجھے اس کے معاوضہ میں دودھ ملا تھا' یہ اس دودھ کی لسی ہے' یہ سنتے ہی آپ سخت بے چین ہو گئے' فوراً اپنے حلق میں انگلی ڈالی اور قے کر دی مگر تسلی نہیں ہوئی' دوبارہ پھر کوشش کر کے جتنی بھی ہو سکی قے کی' حتیٰ کہ اتنی بار قے کی کہ حالت غیر ہو گئی لوگوں کو خدشہ پیدا ہو گیا کہ خدانخواستہ اب تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے خلیفۃ الرسول بس کیجئے' اب قے کی کوشش نہ کیجئے اب تو آپ کے پیٹ میں کچھ بھی نہیں رہا' جو قے سے نکل سکے' تو فرمانے لگے: "مجھے ڈر ہے کہ اس لسی کا کوئی قطرہ میرے پیٹ میں نہ رہ گیا ہو۔" پھر رو پڑے اور کہنے لگے: "اے اللہ تعالیٰ جو میری طاقت میں تھا' وہ میں نے کر دیا ہے' لیکن اگر اب بھی کوئی قطرہ پیٹ میں ہو تو مولیٰ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے۔"

اللہ اکبر! اندازہ فرمایئے کہ کہانت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں

کی تھی اور یہ کمائی بھی آپ نے نہیں کی تھی' بلکہ یہ سب فعل غلام کا تھا' مگر احتیاط و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ شبہ والی چیز بھی شکم اقدس میں نہ رہنے دی۔ یہ ایک مثال محض آپ کی ایمانی قوت کو بیدار کرنے کے لیے دی ہے' ورنہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار (کہ جن کے تقویٰ و طہارت کی گواہی خود قرآنِ کریم دے رہا ہے) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر اہل ایمان کے بہت سے ایسے واقعات ہیں' جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' ان سب کے پیش نظر حضور سید الکونین ختم المرسلین ﷺ کے یہ ارشاداتِ عالیہ تھے:

> "جو شخص ایک کپڑا دس درہم میں خریدے' جس میں ایک درہم حرام کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز مقبول نہیں فرماتا' جب تک کہ وہ کپڑا اس کے جسم پر ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

یعنی حرام خور کی نماز بھی قبول نہیں' بلکہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت فرماتے ہوئے فرمایا:

> "ایک شخص لمبے سفر سے آیا ہو' پریشان بال' گرد آلود چہرہ لیے (بڑی عاجزی سے ہاتھ اٹھائے اور دعاء مانگے) اور کہے: اے میرے رب' اے میرے رب' حالانکہ اس کا کھانا بھی حرام ہے' پینا بھی حرام ہے' لباس بھی حرام ہے' بھلا اس شخص کی دعاء کس طرح قبول ہو سکتی ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

سوچیے! کہیں ہماری دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا سبب معاذ اللہ حرام خوری تو نہیں' کہیں ہم اپنی قبر کو جہنم تو نہیں بنا رہے؟ یہ اس لیے کہ میرے آقا و مولیٰ (فداہ امی و ابی روحی و جسدی) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے:

> "جنت میں وہ گوشت داخل نہ ہوگا جو کہ حرام سے پیدا ہوا ہو اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہوا ہو' دوزخ اس کے زیادہ

لائق ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

احادیث مبارکہ کے عظیم الشان ذخیرہ سے صرف چند ایک احادیث مبارکہ اس لیے نقل کی ہیں کہ سمجھنے والے کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

اب وہ لوگ جو چور بازاری کرتے ہیں' لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں' سود کا کاروبار کرتے ہیں' رشوت دیتے اور لیتے ہیں' کم تولتے ہیں' کم ماپتے ہیں' اشیاء میں ملاوٹ کرتے ہیں' بجلی یا ٹیکس چوری کر کے قوم و ملک سے غداری کرتے ہیں۔ خود سوچیں کہ وہ اپنی قبروں کو جنت کا باغ بنا رہے ہیں یا جہنم کا گڑھا۔ یہ بیوی بچے' یہ دوست احباب کہ جن کی خاطر آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں' قبر و حشر میں آپ کا بالکل ساتھ نہیں دیں گے۔

مکار ابلیس کا ایک خطرناک داؤ

کچھ تو وہ لوگ ہیں جو مذکورہ بالا طریقوں سے حرام کھاتے ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ جو بیچارے اپنے گمان میں کھاتے تو حلال ہیں' مگر نہیں جانتے کہ اس حلال میں حرام ملا دیا گیا۔

شراب و خنزیر

اہل اسلام کے نزدیک شراب اور خنزیر نجس ترین چیزیں ہیں۔ ایک ایمان والے کو ان کے نام ہی سے گھن آتی ہے' مگر ابلیس لعین کی مکاری دیکھئے کہ وہ خمر و خنزیر کو اہل اسلام کے سامنے اس انداز سے پیش کر رہا ہے کہ مسلمان خوشی خوشی اس روحانی زہر کو استعمال کر رہے ہیں۔ زیر نظر کتابچہ میں پہلے تو رسائل و اخبار کے حوالہ سے ان اشیاء کی نشان دہی کروں گا کہ جن میں ام الخبائث شراب یا خنزیر کے اجزاء شامل ہوتے ہیں اور بعد میں شراب اور خنزیر (سور) کے حرام ہونے پر شرعی اور طبی نقطۂ نظر سے کچھ بحث کروں گا تاکہ عوام الناس ان کی حقیقت و حیثیت سے اچھی طرح باخبر ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں یہ ناچیز اپنے پروردگار سے اس کے حبیب لبیب

ﷺ کے تصدق مدد کا خواستگار ہے۔ هو الله المستعان وهو على كل شئ قدير

شراب کی آمیزش والے ماکولات ومشروبات

شراب اپنے معروف ناموں کے ساتھ عموماً عام اشیاء میں ملا کر نہیں بیچی جاتی، مگر شراب کا جزو موثر "الکحل" (Alkohal) اکثر و بیشتر انگریزی ادویات یا سیرپ (شربت) وغیرہ میں حتیٰ کہ بعض گولیوں میں بھی ملایا جاتا ہے۔ طبی نقطۂ نظر سے "الکحل" ہی وہ چیز ہے جو شراب کے اندر اثر رکھتی ہے اور جس شراب میں "الکحل" کی جتنی زیادہ مقدار ہوگی، شراب بھی اتنی ہی تیز ہوگی اور "الکحل" کی مقدار جس تناسب سے کم ہوگی، شراب اپنے اثر کے اعتبار سے اسی قدر کمزور ہوگی، جیسا کہ آئندہ صفحات میں نقل کیا جائے گا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ادویات میں ڈالی جانے والی دوائی "الکحل" (Alkohal) وہی ہے جو شراب کا جوہر ہوتی ہے یا اس کے سوا کوئی اور دوائی (Medicine) "الکحل" کے نام سے معروف ہے۔ اگر شراب والی "الکحل" ہی ہے، تو عالم اسلام میں اس پر پابندی لگنی چاہیے اور مسلمان سائنس دان صاحبان (ڈاکٹر حضرات) کو چاہیے کہ وہ اپنی قوتِ ایمانی کو بروئے کار لاتے ہوئے ادویات کو محفوظ (Preserve) کرنے کے لیے بطورِ جراثیم کش دوائی اس (الکحل) کا متبادل ایجاد کرلیں۔ اگر پہلے سے اس کا متبادل ایجاد ہو چکا ہو تو ادویات ومشروبات میں وہی استعمال کیا جائے، مثلاً سوڈیم بینیز وئیٹ یا اسی قسم کی دوسری ادویات۔

اور اگر یہ دوائی (الکحل) شراب والی "الکحل" نہیں، تو اس کی وضاحت قومی اخبارات اور رسائل و جرائد میں ایسی جلی سرخیوں کے ذریعے کی جائے کہ احتیاط پسند صارفین تذبذب سے بچ سکیں۔"

خنزیر (سور) کے اجزاء کی آمیزش والی اشیاء

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مورخہ 22 اپریل 1988ء ص 8 کالم

نمبر 4,3 پر اور اسی طرح ماہنامہ ترجمان القرآن 1988ء میں اقتباس کی شکل میں "اردو ڈائجسٹ" کے حوالہ سے ایک خبر شائع ہوئی' جسے من وعن یہاں نقل کیا جاتا ہے:

"متحدہ عرب امارات کی حکومت نے پروفیسر احمد صقر (بیروت) کا ایک مقالہ شائع کیا ہے' جس میں بڑی تحقیق کے بعد یورپ اور امریکہ کی ان چیزوں کی فہرست دی گئی ہے' جن میں خنزیر کے جسم کا کوئی نہ کوئی جزو ضرور شامل کیا جاتا ہے۔" ان اشیاء میں صابن اور کریم کے علاوہ کھانے کی چیزیں مثلاً چاکلیٹ' بسکٹ' پنیر' ڈبل روٹی اور مشروبات شامل ہیں۔ مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے کہ وہ اس سلسلہ میں حسب ذیل الفاظ خاص طور پر نوٹ کریں اور جن چیزوں پر بھی یہ لکھے ہوں سمجھ لیں کہ ان میں خنزیر کی چربی اور گوشت شامل ہیں۔ یہ چیزیں ہرگز استعمال نہ کریں اور جسے استعمال کرتا پائیں اس کے علم میں لائیں کہ یہ چیزیں حرام ہیں' جس دکاندار کے پاس دیکھیں اس کی ایمانی حس سے اپیل کریں اور بتائیں کہ یہ چیزیں ہمارے دین میں حرام ہیں' ان کا فروخت کرنا بھی حرام ہے۔

1- پگ' ہاگ' سوائن (Pig-Hog, Swine) خنزیر کو کہتے ہیں۔

2- پورک (Pork) سپورکل (Sporakle) ہیم (Ham) بیکن (Becon) اور نمکین پورکر (Porker) گوشت خنزیر ہی کے مختلف نام ہیں۔

3- لارڈ (Lard) خنزیر کی چربی کو کہتے ہیں۔

4- جیلیٹن یا جیلو (Gello) (Geltin) ایک پایا ہے' جس میں زیادہ تر جزو خنزیر کی کھال' ہڈیوں اور کھروں کا ہوتا ہے۔

5- پیپسن (Pepsin) ایک دوا ہے' جس میں خنزیر کا خون شامل ہوتا ہے۔

6- ایل شارٹننگ یا انیمل شارٹننگ (L-Shortening) یا (Animal Shortening) ایک تیل ہے جس میں عام طور پر کھانا پکایا جاتا ہے۔

اس میں زیادہ تر خنزیر کی چربی یا ایسے جانوروں کی چربی ہوتی ہے' جن کا جھٹکا کر کے گوشت بنایا جاتا ہے۔

اشیائے خوردنی کی فہرست میں یہ اجزاء شامل ہیں:

1- پرنس چاکلیٹ (Prince Chocolat)

2- کرافٹ چیز (Craft Cheese)

3- رے مارک چیز (Ramark Cheese)

ان دونوں کمپنیوں کے بنے ہوئے پنیر' خنزیر کے دودھ پیتے بچے کے معدے سے بنائے جاتے ہیں۔

4- یورپ اور امریکہ میں بنے ہوئے زیادہ تر بسکٹ' پیسٹریاں اور روٹیاں خنزیر کی چربی سے تیار کی جاتی ہیں۔

5- پیپسی کولا مشروب میں پیپسن ملائی جاتی ہے۔

حسب ذیل استعمال کی چیزوں میں لارڈ یعنی خنزیر کی چربی شامل کی جاتی ہے۔

(Lux, Camy, Soap, Avery Soap, Soap Lata, Safe Guard, Zict, Bryl, Cream, Liscap.

بالوں کی کریم' یہ تمام چیزیں کولگیٹ (Colgate) اور پام لیف (Palmleaf) اسی طرح کولگیٹ اور بروپن فوڈ (Burpen Food) کے بنے ہوئے ٹوتھ پیسٹ میں بھی خنزیر کی چربی ہوتی ہے۔ سائنسی تحقیق سے یہ پتہ چلا ہے کہ سوائے خنزیر کے دیگر ہر جانور کی چربی جسم انسانی میں پگھل جاتی ہے' چنانچہ خنزیر کی چربی نسوانی لپ اسٹک میں ملائی جاتی ہے۔

وضاحت

جیسا کہ اوپر تحریر کیا جاچکا ہے کہ ہم نے یہ مضمون روزنامہ نوائے وقت

لاہور' ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور اور ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور کے حوالہ سے من وعن نقل کیا ہے' اس لیے ہم نہیں کہہ سکتے کہ پاکستان میں تیار ہونے والے مشروب پیپسی کولا' کوکا کولا یا اسی قسم کے دوسرے مشروبات میں خنزیر کے خون سے تیار ہونے والی دوائی پیپسین ملائی جاتی ہے یا نہیں' بلکہ چاہیے تو یہ تھا کہ غیر ملکی مشروبات تیار کرنے والی کمپنیاں اس خبر کی اشاعت کے فوراً بعد وضاحت پیش کرتیں کہ پاکستان میں تیار ہونے والے ان مشروبات میں پیپسن ملائی جاتی ہے یا نہیں اور اگر ان کمپنیوں نے وضاحت کی تھی اور ہماری نظر سے وہ وضاحت نہیں گزری' تو ہم گزارش کرتے ہیں کہ وہ اخبار یا اس کا تراشہ یا اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی ادارہ حزب الاسلام 2-1 ر ب براستہ مانانوالہ ضلع فیصل آباد کے نام بذریعہ رجسٹری ارسال کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس وضاحت کو شامل اشاعت کیا جاسکے۔

خشک دودھ اور خنزیر کی چربی

مورخہ 13 اپریل 1985ء کو روزنامہ ''جنگ'' لاہور کے ص 2' کالم نمبر 6 پر ایک خبر شائع ہوئی' جس میں بتایا گیا کہ ''شیر خوار بچوں اور بڑوں کے لیے جاپان اور مغربی ممالک سے درآمد کیے جانے والے خشک دودھ میں سور کی چربی شامل ہوتی ہے۔ سنگاپور کی مسلم مشنری کے جریدہ ''وائس آف اسلام'' میں شائع شدہ رپورٹ کے مطابق یہ بات ملائیشیا کی صارفین کی ایسوسی ایشن نے بتائی ہے۔ ایسوسی ایشن نے ان الزامات کی تحقیقات کی تھی کہ خشک دودھ میں سور کی چربی ملائی جاتی ہے۔ اس امر کی شہادت ایم' ٹی گلیز کی لکھی ہوئی کتاب سے بھی ملتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دودھ کو خشک کرنے کے لیے سور کی چربی استعمال کی جاتی ہے' مثال کے طور پر 880 گرام خشک دودھ میں 120 گرام سور کی چربی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں ملائیشیا کی ایسوسی ایشن نے سویڈن کے متعلقہ اداروں سے رابطہ قائم کیا' جنہوں نے تحقیقات کے بعد اس امر کی تصدیق کر دی۔ سویڈن کی مسلم ایسوسی ایشن کے سیکرٹری

محمود الدیبی نے کہا ہے کہ اگر آپ کو بچوں کے لیے دودھ کی تلاش ہے' تو آپ کو ایسا دودھ نہیں ملے گا' جس میں سور کی چربی نہ ہو۔ جاپان میں بھی صارفین کی یونین نے اس کی تصدیق کی ہے۔"

اس خبر کی اشاعت پر لوگوں میں بے چینی پھیل گئی' کیونکہ اکثر لوگ اپنے بچوں کو ڈبے کا دودھ (یعنی خشک دودھ) پلاتے ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستان میں دیگر بہت سی چیزوں مثلاً بعض مٹھائیوں' آئس کریم' پیسٹری' نان اور ڈبل روٹی وغیرہ میں یہ بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ اس کی چائے بھی بنائی جاتی ہے۔ چنانچہ مختلف افراد نے مطالبہ کیا کہ اس بات کی تحقیق کروائی جائے۔

مذکورہ بالا خبر کی اشاعت کے تقریباً 16 ماہ بعد یعنی 2 اگست 1986ء کو جناب وفاقی محتسب پاکستان کے حوالہ سے یہ خبر قومی اخبارات میں شائع ہوئی:

''مغربی ممالک سے درآمد کردہ خشک دودھ میں سور کی چربی موجود نہیں۔"

خبر کی پوری تفصیل ہم روزنامہ ''نوائے وقت'' مورخہ 2 اگست 1986ء کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

''اسلام آباد' یکم اگست (اپ پ) وفاقی محتسب کی جانب سے اخبارات میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کا سختی سے نوٹس لیے جانے کے ایک سال بعد وفاقی وزارت تجارت نے اعلان کیا ہے کہ مغربی ممالک سے درآمد شدہ خشک دودھ میں سور کی چربی کا کوئی جز شامل نہیں ہوتا۔ رپورٹ میں کہا گیا تھا خشک دودھ میں سور کی چربی کا اہم جز لارڈ شامل ہوتا ہے۔ وزارت کے مطابق پاکستان میں گیارہ مختلف برانڈ کے خشک دودھ درآمد کیے جاتے ہیں' جو ہالینڈ' جاپان' جرمنی' جنوبی کوریا اور کینیڈا سے آتے ہیں۔ ان ممالک میں پاکستانی سفارت خانوں نے تیار کنندگان سے وضاحت طلب کی تھی' جس پر بتایا گیا کہ ان کے تیار کردہ خشک دودھ میں سور کی چربی کا کوئی جز شامل نہیں کیا جاتا۔ اس ضمن میں بنیاد ملائیشیا کی صارفین کی تنظیم کے

بیان پر تھی جن کا کہنا تھا کہ مغربی ممالک میں تیار ہونے والے خشک دودھ میں سور کی چربی استعمال کی جاتی ہے۔ وفاقی محتسب سردار اقبال احمد خاں نے اس خبر کی اشاعت کے فوراً بعد اس کا سخت نوٹس لیا اور وزارت تجارت کو اس ضمن میں فوری تحقیقات کی ہدایت کی جس کے بعد چیف کنٹرولر برآمدات نے ان فرموں سے دودھ کے فارمولے حاصل کیے' جن سے یہ رپورٹ درست ثابت نہیں ہوئی۔ پاکستان ڈیری ایسوسی ایشن نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ خشک دودھ کی تیاری میں سور کی چربی کا جزو ''لارڈ'' استعمال کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ادھر پی' سی' ایس' آئی' آر لیبارٹریز لاہور نے درآمدی خشک دودھ کے نمونوں کا تجزیہ کیا ہے' جس کے بعد انہوں نے ان نمونوں میں بعض جانوروں کی چربی کی موجودگی کا پتہ چلایا ہے' تاہم وہ یہ طے نہیں کر سکے کہ یہ سور کی چربی کا جز ہے یا نہیں۔ پاکستانی سفارت خانوں نے بھی اس ضمن میں سب کچھ درست کی رپورٹ دی ہے' جس کے بعد وفاقی محتسب نے درآمدی خشک دودھ میں سور کی چربی کی موجودگی کے بارے میں امکانات کو ختم کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہو سکی کہ خشک دودھ میں سور کی چربی ہوتی ہے۔'' (روزنامہ نوائے وقت' لاہور)

اس تفصیلی خبر میں وفاقی محتسب کے فیصلہ کے بعد قطعاً گنجائش نہیں رہ جاتی کہ پاکستان کا کوئی شہری دعویٰ کر سکے کہ خشک دودھ میں سور کی چربی ہوتی ہے' البتہ (P.C.S.I.R) لیبارٹریز کی رپورٹ ضرور غور طلب ہے یہ مانا کہ خشک دودھ میں سور کی چربی نہیں ہوتی' بلکہ کسی دوسرے جانور کی چربی ہوتی ہے' مگر سوال یہ ہے کہ کیا خبر میں مذکورۃ الذکر ممالک (جاپان' ہالینڈ' جرمنی' کوریا وغیرہ) میں اسلامی طریقہ پر مسلمانوں سے ذبح کروایا جاتا ہے؟ یا پھر جھٹکا کیا جاتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ان ممالک میں جانوروں کو غیر اسلامی طریقہ سے قتل کیا جاتا ہے اور وہ جانور مردار کے ضمن میں آتے ہیں' ان کا گوشت اور چربی بھی سور کی طرح حرام ہے۔ پھر ممکن ہے

کہ وہ حرام جانوروں کی چربی استعمال میں لاتے ہوں۔ (P.C.S.I.R) لیبارٹریز کی رپورٹ کے مزید تجزیہ اور تحقیق کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی دودھ میں کسی (مردار) جانور کی چربی ہے یا پھر دودھ کی چکنائی ہے؟ امید ہے کہ ارباب بست و کشاد اس ضمن میں فوری نوٹس لیں گے اور باشندگان اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کو حلال دودھ مہیا کریں گے۔

ٹوتھ پیسٹ میں سور کی چربی

قارئین کرام! آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ امریکی اور یورپی ممالک میں تیار ہونے والی ہونٹوں پر لگائی جانے والی لپ اسٹک (سرخی) اور ٹوتھ پیسٹ میں سور کی چربی ہوتی ہے۔ مغربی ممالک کے لوگ (یعنی غیر مسلم) سور کا گوشت بھی کھاتے ہیں اور چربی بھی' اس لیے ان ممالک میں تیار ہونے والی اشیاء میں اس کا پایا جانا کچھ اچنبھے کی بات نہیں۔ انتہائی افسوس اور حیرت میں ڈوب جانے کی بات تو یہ ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے ہوئے ملک عزیز پاکستان میں ٹوتھ پیسٹ تیار کرنے والی بعض کمپنیاں بھی سور کی چربی استعمال کرتی ہیں۔ اس بات کے ثبوت میں روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور مورخہ 7 اگست 1986ء کے کالم ''سرراہے'' سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔ پڑھیے اور ضمیر فروشوں کے فعل قبیح پر آنسو بہائیے اور دیکھیے کہ حصول دولت کی خواہش نے نام نہاد مسلمان کو کس قدر اندھا کر دیا ہے:

''پاکستان میں مسلسل آٹھ نو برس تک اسلام نافذ کرنے کا غلغلہ رہا ہے ممکن ہے کہ اس ضمن میں کوئی چھوٹا موٹا کام بھی ہوا ہو' لیکن ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ اس ملک میں ''سور کی چربی'' درآمد کرنے والے تاجر بھی موجود ہیں۔ ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ پچھلے سال سور کی چربی کی درآمد پر 33 لاکھ روپے صرف ہوئے اور جب اخبارات میں اس خبر پر تعجب و افسوس کا اظہار کیا گیا اور اسے ملک و قوم کی پیشانی غیرت پر ایک بدنما داغ قرار دیا گیا' تو اس سال بھی چار لاکھ روپے سے کچھ

اوپر کی چربی درآمد کی گئی۔ تو بھبو کرنے والوں کا کہنا ہے کہ خشک دودھ میں تو چربی کی ملاوٹ کا امکان ہی نہیں' البتہ ملک میں ٹوتھ پیسٹ بنانے میں اس کے استعمال کی نفی نہیں کی جاسکتی' لیکن سوال تو یہ ہے کہ ایک اسلامی ملک میں سور کی چربی کی درآمد کیا معنی؟ اور درآمد کی اجازت دینے والے کون بزرگ ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ جو لوگ ازروئے اعتقاد سور کو قابل احترام درجہ دیتے ہیں' وہی لوگ اس کی درآمد کے مرتکب ہوں' لیکن جو لوگ سرکاری ریکارڈ مرتب کرنے اور رکھنے کے ذمہ دار ہیں' ان کے اندراج میں سور کی چربی" کا اندازہ ہے اور جو لوگ اس کی درآمد کی اجازت دیتے ہیں' خیر سے وہ بھی مسلمان ہی ہیں' پھر اس کا سدباب کیسے ممکن ہے؟ کیا قومی غیرت وحمیت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ جو شے نص قطعی سے حرام ہے' چند روپوں کے منافع کی خاطر اس کو تجارت کی حد تک حلال قرار دے لیا جائے اور بعض مصنوعات میں اس کے استعمال کی اجازت بھی ہو۔

تفو برتو اے چرخ گرداں تفو" (نوائے وقت' لاہور)

محترم قارئین کرام! میں نہیں جانتا کہ شاید میری یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہو۔ ویسے بھی نقار خانے میں بھلا طوطی کی آواز پر کون کان دھرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میری ان گزارشات ومندرجات کو کوئی ذمہ دار شخص پڑھے اور کوئی اہمیت دیئے بغیر ردی کی ٹوکری میں ڈال دے' مگر میں آپ سے خدا اور رسول کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ خدارا اپنے اوپر زیادتی نہ فرمایئے' میرے آقا ومولیٰ حضور سید عالم ﷺ کے ارشاد گرامی کے اس مفہوم کو ذہن میں رکھیے کہ "جس کے شکم یا جسم پر حرام ہے' اس کی نماز ودعا بھی قبول نہیں اور جسم کا جو حصہ حرام سے بنا' وہ جنت میں جانے کے لائق نہیں' جہنم کی آگ ہی اس کے لیے سزاوار ہے" آپ خود بھی بچیں اور جہاں تک ہوسکے آتش جہنم سے اپنے احباب کو بھی بچایئے۔ اگر آپ اپنے ذہن پر بوجھ محسوس نہیں کرتے' تو آئندہ صفحات میں سور اور شراب کی شرعی' عقلی اور طبی نقطۂ نظر

سے حیثیت اس کے ساتھ ساتھ مغربی تہذیب کے پروردہ شاہکاروں کے اخلاق کے نمونے بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ پتہ چلے کہ بے حیا اور بے غیرت جانور (سور) کا گوشت کھانے والوں کے اپنے حیا کا کیا معیار رہ جاتا ہے؟

اسلام دین فطرت ہے' اس کے تمام تر اصول و قواعد و فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اسلام میں کسی بھی شے کی حلت یا حرمت محض اٹکل پچو یا قیاس آرائی کے ساتھ نہیں' بلکہ ناقابل تردید ٹھوس دلائل پر رکھی گئی ہے' چونکہ خلاق عالم جل شانہ اپنی مخلوق کی سرشت و مزاج سے خوب واقف ہے' اس لیے اس نے اشرف المخلوقات (انسان) کی غذا پر کچھ پابندیاں عائد فرما دیں۔ اسے ایسی خوراک کھانے سے سختی کے ساتھ روک دیا جو کہ اس کی روح یا جسم کے لیے نقصان دہ تھی۔ ارتقاء روحانی اور جسمانی میں حائل ہونے والے مشروبات و ماکولات میں شراب اور خنزیر بھی شامل ہیں۔

شراب

اسے عربی میں "الخمر" اردو میں "شراب" گجراتی میں "دارو" بنگلہ میں "مد" سندھی میں "داروں" انگریزی سپرٹ (Spirit) عاشق مزاج اہل فارس اسے دختِ زر کہتے ہیں اور اہل ایمان اسے اُم الخبائث کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

یہ ایک نشہ آور سیال مادہ ہے۔ مختلف اجزاء کے لحاظ سے اس کی بہت سی قسمیں ہیں' چنانچہ بعض کتب میں شراب کی مختلف اقسام کی تعداد چھ سو تک تحریر ہے تاہم ساخت کے لحاظ سے اس کی تین قسمیں ہیں:

1- "بیئر": اس میں جزو اعظم جو وغیرہ ہوتے ہیں۔

2- "وائن": اس قسم میں انگور وغیرہ جزو اعظم ہوتے ہیں۔

3- "سپرٹ": یہ مقدم الذکر دونوں اقسام کو کشید یا مقطر کر کے بنائی جاتی ہے جو کہ بسبب زیادتی "الکحل" کے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ شراب میں جزو فعال

"الکحل" ہوتا ہے۔ اس کی مقدار مختلف اقسام میں مختلف ہوتی ہے۔ ذیل میں بعض اقسام خمر اور ان میں "الکحل" کی مقدار درج کی جاتی ہے:

معروف نام	الکحل فیصد	معروف نام	الکحل فیصد
ہلکی بیئر	2 فیصد	شیری	12 فیصد
معمولی بیئر	4	کاگ نیک	47
خالص سائی ڈر	5	جن	52
پورٹ	6	برانڈی	53
سٹوٹ	5	وسکی	54
انگلش ایل	6	رم	54
شیم پین	11	ڈیمی رارارم	79
پیری	7	سپرٹ	6
ہاک	12	خالص الکحل	99

شراب انگور' کیلا' جو' گندم' گنا' سیب وغیرہ اشیاء کہ جن میں شیرینی اور اجزائے نشاستہ موجود ہوتے ہیں' ان سے بنائی جاتی ہے۔ اس کی اکثر اقسام مزاج کے لحاظ سے گرم خشک نشی ہوتی ہیں۔

شراب دینی نقطۂ نظر سے

شراب حرام ہے یعنی اس کا پینا بھی حرام ہے' اس کا جسم پر ملنا بھی حرام ہے۔ شراب کی حرمت آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبوی (ﷺ) سے ثابت ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

ترجمہ آیاتِ قرآنیہ بسلسلہ خمر

(1) "تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں' تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا

ہے' اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں' تم فرما دو جو فاضل بچے۔" (6)

(البقرہ آیت 219)

(2) "اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے سے ناپاک ہی ہیں' شیطانی کام' تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے سے' اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکے' تو کیا تم باز آئے اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو' پھر اگر تم پھر جاؤ' تو جانو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔" (7)

(المائدہ' آیت 90 تا 92)

(3) "اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔" (8)

(النساء' آیت 43)

احادیث مبارکہ

1- "حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے تبع کے متعلق سوال کیا گیا۔ فرمایا وہ شہد کی نبیذ ہے۔ ہر وہ پینے کی چیز جو نشہ لائے' وہ حرام ہے۔" (9)

2- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے' جس نے دنیا میں شراب پی اور اس پر مداومت کی اور مر گیا' تو وہ آخرت میں اسے (10) نہیں پیئے گا۔" (11)

3- "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس وقت شراب حرام ہوئی' ہم انگوروں کی شراب بہت کم پاتے تھے اور اکثر ہماری شراب کچی اور خشک کھجوروں کی تھی۔" (12)

4- "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں' فرمایا: شراب ان دو درختوں سے بنائی جاتی ہے' یعنی کھجور اور

انگور۔"(13)

5- "حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ممبر رسول اللہ ﷺ پر چڑھ کر خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی ہے اور وہ پانچ چیزیں ہیں جن سے شراب بنتی ہے: انگور' کھجور' گندم' جو اور شہد ہے اور وہ شراب ہے جو عقل کو ڈھانپ دے۔" (14)

6- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی یمن سے آیا' اس نے حضور نبی کریم ﷺ سے شراب کے متعلق دریافت کیا' جو ان کے ہاں (یعنی یمن میں) پی جاتی تھی' وہ جوار سے بنتی تھی' اس کو مزر کہتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا وہ نشہ آور ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نشہ آور شراب حرام ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو نشہ آور شے پیئے گا' اسے طینۃ الخبال پلایا جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ طینۃ الخبال کیا ہے؟ (آپ ﷺ) نے فرمایا: دوزخیوں کا پسینہ یا (فرمایا) دوزخیوں کے زخموں کی پیپ۔" (15)

شراب بطورِ دواء

7- حضرت وائل حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ طارق بن سوید نے حضور نبی کریم ﷺ سے شراب کے متعلق پوچھا: آپ ﷺ نے اسے (استعمال کرنے سے) منع فرمایا۔ اس نے عرض کیا: ہم اسے بطورِ دوا بناتے ہیں۔ فرمایا: وہ دوا نہیں' بلکہ بیماری ہے۔" (16)

حکایت

مزید احادیث مبارکہ نقل کرنے سے قبل ایک عبرت ناک واقعہ نقل کرتا

ہوں تا کہ شراب بطور دواء استعمال کرنے والے اپنے انجام سے باخبر ہوں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک شاگرد تھا' میں اس کے پاس گیا' تو وہ قریب المرگ تھا' میں نے اسے کلمہ شہادت کی تلقین کی' مگر اس کی زبان کلمہ نہ پڑھ سکی۔ میں نے بار بار کوشش کی' مگر وہ کلمہ شریف نہ پڑھ سکا' بلکہ اس کی زبان سے نکل گیا کہ "میں اس سے بیزار ہوں۔" (العیاذ باللہ) فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا مجھے بڑا دکھ ہوا اور میں روتا ہوا اس کے مکان سے باہر نکل گیا' اس شخص کے مر جانے کے کچھ دیر بعد میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ اسے آگ میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ اس کے تن بدن کو آگ لگی ہوئی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا نور ایمان کہاں گیا؟ اس نے جواباً کہا: "استاد مجھے ایک بیماری لاحق ہوئی' میں ایک طبیب کے پاس گیا۔ اس نے کہا کہ تو شراب پیا کر۔ اگر تو شراب نہ پیئے گا تو تیری یہ بیماری نہ جائے گی' چنانچہ میں نے بیماری سے بچنے کے لیے شراب نوشی شروع کر دی' جس کا صلہ جو مجھے ملا ہے' وہ آپ کے سامنے ہے۔ (زواجر)

8- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے شراب پی' اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ پھر اگر وہ توبہ کرے' تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ اگر وہ دوبارہ لوٹے (یعنی شراب پیے) تو اللہ تعالیٰ چالیس دن اس کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ پھر اگر وہ توبہ کرے گا' تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ اگر وہ پھر لوٹے (یعنی شراب پیے) چوتھی بار اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہیں فرماتا اور اس کو دوزخیوں کی پیپ کی نہر سے پلائے گا۔ (17)

شراب سے توبہ کرنے والا

9- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور میرے پروردگار عزوجل نے باجوں' مزامیر' بتوں اور صلیبوں اور امر جاہلیت کے مٹانے کا حکم دیا اور میرے عزت و بزرگی والے پروردگار نے قسم اٹھائی ہے کہ مجھ کو میری عزت کی قسم' میرے بندوں میں سے کوئی بندہ شراب کا گھونٹ نہیں پیئے گا' مگر یہ کہ میں اسے اتنی کی مقدار میں پیپ (صدید) پلاؤں گا اور کوئی ایسا نہیں کہ جو اسے میرے خوف کی وجہ سے چھوڑے گا' مگر یہ کہ میں اسے پاکیزہ حوضوں (یعنی حوض کوثر اور دوسرے جنتی حوض) سے پلاؤں گا۔" (18)

10- "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا' جوا کھیلنے والا' احسان جتلانے والا اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" (19)

11- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ ہمیشہ شراب پینے والا' قطع رحمی کرنے والا اور سحر (جادو) کا یقین کرنے والا۔ (20)

12- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ شراب پینے والا اگر مر جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے بت پوجنے والے کی مانند ملاقات کرے گا۔ (21)

زواجر میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: زانی جب زنا کرتا ہے' تو ایمان والا نہیں ہوتا اور چور جب چوری کرتا ہے تو ایمان والا نہیں ہوتا اور جب شرابی شراب پیتا ہے' تو وہ صاحب ایمان نہیں ہوتا۔ (22)

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یا تو نورِ ایمان کا ضائع ہو جانا ہے یا ایمانِ کامل کا نہ ہونا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

معاذ اللہ ماں سے بدکاری

13- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے شراب کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: (ترجمہ) یعنی یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے اور یہ تمام فحاشیوں (برائیوں) کی ماں ہے۔ جس نے شراب پی' اس نے نماز چھوڑی اور اپنی ماں یا اپنی خالہ یا اپنی پھوپھی کے ساتھ بدکاری کی۔ (زواجر جلد دوم)

معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ! وہ کون دیوث اور بے غیرت ہوگا جو یہ برداشت کرلے گا کہ اسے اپنی ماں' خالہ یا پھوپھی سے بدفعلی کرنے والا کہا جائے اور وہ کون تیرہ بخت ہوگا جو مذکورہ حدیث شریف پڑھنے کے باوجود شراب پیئے گا اور شراب نوشی سے توبہ نہ کرے گا۔

شراب کے شکاری

اس ام الخبائث کے ضمن میں حضور سرور کونین ﷺ نے دس شخصیتوں پر لعنت فرمائی: (1) بنانے والا (2) بنوانے والا (3) اٹھا کر لانے والا (4) منگوانے یا سنبھالنے والا (5) پینے والا (6) پلانے والا (7) بیچنے والا (8) اس کی قیمت استعمال میں لانے والا (9) خریدنے والا (10) جس کے لیے خریدی گئی ہے۔

(زواجر بحوالہ ترمذی' ابن ماجہ)

شراب کے حرام ہونے کا واقعہ

شراب کی تاریخ تقریباً اتنی ہی پرانی ہے' جتنی کہ انگور کی کاشت' کتب تواریخ و طب سے پتہ چلتا ہے کہ انگور کی کاشت حضرت نوح علیہ السلام سے بھی

پہلے ہوئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر تشریف لائے' تو ساتھ یہ پھل بھی آ گئے جیسے کہ بعض کتب میں مذکور ہے۔ کتب تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ قدیم ہی سے شراب نوشی عروج پر رہی۔ موجودہ بائبل میں بھی شراب نوشی کا ذکر ملتا ہے' بائبل کے عہد نامہ جدید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا معجزہ ہی (معاذ اللہ تعالیٰ) پانی کو شراب بنا کر پلوانا ہے۔ رسولوں کے اعمال' (بائبل) میں تو شراب نوشی کا حکم دیا گیا ہے' حالانکہ یہ سب تحریف ہے اور نفس پرستوں نے محض اور محض اپنی خواہشات نفسانیہ کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو بگاڑا ہے۔

خطۂ عرب میں ظہور اسلام سے قبل بہت کثرت سے شراب نوشی کی جاتی تھی' حتیٰ کہ بچوں کو گھٹی میں بھی عموماً شراب ہی دی جاتی تھی' مگر اس شدت سے اس کی حرمت کا اعلان نہیں کیا گیا تھا' اس لیے پرہیزگار قسم کے لوگ تو شروع سے ہی نہیں پیتے تھے' مگر عام مسلمان شراب نوشی کر لیتے تھے' پھر بتدریج شراب کو حرام قرار دیا گیا۔ (23)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (شراب حرام ہونے کے دن) ہمارے ہاں ''فضیخ'' شراب کے سوا اور کسی قسم کی شراب نہ تھی۔ پس میں کھڑا ہوا ابو طلحہ اور فلاں فلاں کو ''فضیخ'' پلا رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آ کر کہنے لگا: تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ ان سب نے کہا کس چیز کی؟ اس نے کہا کہ شراب حرام کر دی گئی۔ یہ سب بولے: اے انس! ان (شراب کے) پیالوں کو زمین پر پھینک دو' اس شخص کے خبر دینے کے بعد کسی نے شراب کی بابت کچھ دریافت نہ کیا اور نہ ہی نافرمانی کی۔ (24)

تفسیر نعیمی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس دن ہمارے گھر مسلمانوں کی دعوت تھی' شراب کا دور چل رہا تھا۔ ہمارے گھر میں بہت

سے مٹکے شراب کے تھے کہ اچانک منادی کی آواز کان میں آئی۔ میرے والد نے کہا انس! سن کر تو آؤ یہ کیسی منادی ہے؟ میں نے واپس آ کر بتایا کہ شراب حرام ہونے کی منادی ہو رہی ہے۔ یہ سن کر اہل مجلس کی حالت یہ ہوگئی کہ جس کے ہاتھ میں جام تھا' اس نے وہیں پھینک دیا' جو مٹکے سے شراب انڈیل رہا تھا' اس نے وہیں پیالہ توڑ دیا' جس کے منہ میں تھی' اس نے کلی کر دی' جو منہ تک پیالہ لے گیا تھا' اس نے وہیں سے واپس کر لیا۔ پھر میں نے ڈنڈے کی مار سے مٹکے توڑ دیئے۔ اس دن مدینہ منورہ کی گلیوں میں بارش کے پانی کی طرح شراب بہتی تھی' سوکھ جانے کے بعد بھی کئی ماہ تک زمین سے شراب کی بو آتی رہی۔

مصطفےٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

سبحان اللہ! ایسی (فوری اور مکمل) اطاعت کی دنیا میں مثال نہ ملے گی (تفسیر نعیمی پارہ دوم) ایمان اسی چیز کا نام ہے کہ عقل و خرد کے چراغ گل کر کے حکم مصطفےٰ ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کر دو۔

خزائن العرفان میں ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اگر شراب کنوئیں میں گر جائے' پھر اس جگہ منارہ بنایا جائے' تو میں اس پر اذان نہ کہوں گا۔ اگر دریا میں شراب ڈال دی جائے' تو پھر دریا خشک ہو کر اس میں گھاس پیدا ہو تو وہ گھاس میں اپنے جانوروں کو نہ چراؤں گا۔ اللہ اکبر! گناہ سے کس قدر نفرت ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی اتباع نصیب کرے)۔

فقہی مسائل (25)

انگوری شراب اور تاڑی وغیرہ مطلقاً حرام ہیں' ان کا ایک قطرہ بھی پینا جائز نہیں۔(26) انگوری شراب اور دیگر نشے والی رقیق اشیاء میں چند فرق ہیں: (1) شراب انگوری قطعی حرام ہے' اس کا منکر کافر ہے۔ (2) اس کا کسی طرح بھی استعمال جائز نہیں' جسم پر اس کی مالش بھی نہیں کر سکتے (3) اس کی تجارت بھی حرام ہے (4)

اس کی کوئی قیمت نہیں' یعنی اس کو ضائع کرنے والے یا غصب کرنے والے پر تاوان واجب نہیں (5) یہ نجاست غلیظہ ہے (6) اس کے پینے والے کو 80 کوڑے مارے جائیں گے' اگرچہ نشہ کی حد سے کم ہی پیئے (27) انگوری شراب کے سوا باقی شرابیں بھی حرام ہیں یعنی ان شرابوں کا پینا بھی حرام ہے' لیکن ان کی تجارت کو فقہاء کرام نے صرف اس لیے جائز قرار دیا ہے کہ یہ پینے کے سوا دیگر کاموں میں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً پالش وغیرہ بنانا زخموں کے لیے مرہم بنانا وغیرہ۔ (28) مسئلہ: خمر (انگوری شراب) کو جانوروں کے زخم پر بھی بطورِ علاج لگانا جائز نہیں۔(29) مسئلہ: کافر یا بچہ کو شراب پلانا بھی حرام ہے' اگرچہ بطورِ دوا پلائے اور گناہ اسی پلانے والے کے ذمہ ہے۔ (30) مسئلہ: خمر (انگوری شراب یا کھجوری) کے سوا دیگر (مثلاً گندم یا جو) کی شراب کے تلف کرنے پر ضمان لیا جائے گا۔(31)

شراب طبی اور عقلی نقطہ نظر سے

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا اور اسے عقل سلیم سے نوازا۔ اگر یہ باوجود اس کے بھی اپنے جسم و روح کے نفع و نقصان کو محسوس نہ کرے' تو پھر اس میں اور بہائم میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ شراب نوشی سے نہ صرف روحِ انسانی پراگندہ ہوتی ہے بلکہ جسم انسانی پر بھی شراب نوشی کا تباہ کن اثر پڑتا ہے۔

طب جدید کے مطابق یہ اُم الخبائث شراب خانہ خراب نہایت مضر صحت ہے۔ شراب معدہ میں ایک قسم کی خراش اور سوزش پیدا کرتی ہے' جس سے معدہ اور امعاء کی لعاب دار جھلی موٹی اور درشت ہو جاتی ہے اور اس کے فعل میں فتور واقع ہو جاتا ہے' جس کے نتیجہ میں بدہضمی' دست' پیچش وغیرہ امراض ہو جاتے ہیں۔ معدہ سے جب بذریعہ ماسارلیقا جذب ہو کر شراب جگر میں جاتی ہے' تو اس پر بھی تحریک کا اثر کرتی ہے۔ آخرکار جگر کی باریک ساخت ضائع ہونے لگتی ہے اور جگر سکڑ کر چھوٹا ہو جاتا ہے اور اس کے معمول کے فعل میں خلل پیدا ہو جاتا ہے' چنانچہ ورمِ جگر' دبل

جگر' یرقان' استسقاء' ذیابیطس وغیرہ امراض ہو جاتے ہیں۔ دل اور شرائین پر بھی شراب کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ دل دھڑکنے لگتا ہے' اس کی حرکات بے قاعدہ ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات دماغی شریانیں پھٹ جاتی ہیں اور مرض سکتہ ہو کر انسان مر جاتا ہے۔ شراب کے اثر سے گردے بھی خراب ہو جاتے ہیں اور دماغ پر تو نہایت ہی برا اثر پڑتا ہے...... متواتر شراب نوشی سے بہت سے دماغی امراض' مثلاً: ہذیان' نسیان' دردِ سر' دوار' لقوہ' فالج' مالیخولیا' جنون' صرع (مرگی) رعشہ' سکتہ وغیرہ ہو جاتے ہیں۔ یورپ کے نامور ڈاکٹروں کا متفقہ قول ہے کہ شرابی والدین کی اولاد ضعیف ونحیف اور مختلف امراض میں مبتلا ہونے کے لیے مستعد رہتی ہے۔ نیز ان کے بچے بھی امراضِ دماغی مثلاً مرگی' جنون' استسقاء' دماغ اور امراض شش مثلاً سل اور دق وغیرہ میں نسبتاً زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔(32)

شراب خانہ خراب چہرہ کی خوبصورتی پر بہت زیادہ تباہ کن اثر ڈالتی ہے۔ دورانِ خون تیز ہو جانے کی صورت میں جلد کو ضرورت سے زیادہ غذائیت ملتی ہے' جس کی وجہ سے چکنائی کے غدود کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے' اس لیے بشرہ کی جلد موٹی' کھردری اور چکنی ہو جاتی ہے اور مسامات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں آنکھیں اپنی قدرتی چمک کھو کر گدلی اور دھندلی سی بن جاتی ہیں۔ (33)

اندازہ فرمائیے کہ یہ اُم الخبائث کتنی بیماریوں کی جڑ ہے۔ علاوہ ازیں شراب عقل کو فاسد' ذہن کو مختل' احساسات کو گرم اور اچھے بھلے انسان کو بدحواس کر دیتی ہے۔ آدمی کی سوچ ختم ہو جاتی ہے' اس پر ایک ہیجانی کیفیت مسلط ہو جاتی ہے اور وہ منہ سے اول فول بکتا ہے' جو بات کہنے کی نہیں ہوتی' وہ بھی کہہ دیتا ہے' ایسے حال میں وہ نہ تو فرقِ مراتب کا لحاظ رکھتا ہے' نہ راز کو راز رکھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب حالت نشہ میں ہوش وحواس ہی بحال نہ ہوں' تو اچھے برے کی یا ماں بہن کی تمیز کیا رہے گی؟

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حرمت خنزیر دینی نقطۂ نظر سے

خنزیر دنیا کے نجس ترین جانوروں میں سے سرفہرست ہے۔ اس کی گندگی اور نجاست اس قدر شدید ہے کہ خالق کائنات جل شانہ نے اسے رجس اور فسق فرمایا قرآن پاک کی متعدد آیات کریمہ میں اس خبیث جانور کے حرام ہونے کا ذکر آیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ (البقرہ: آیت 173)

اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔(34)

اس آیۂ کریمہ کے تحت حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''خنزیر (سور) نجس العین ہے' اس کا گوشت' پوست' بال اور ناخن وغیرہ تمام اجزاء نجس اور حرام ہیں' کسی کو کام میں لانا جائز نہیں' چونکہ اوپر(35) کھانے کا بیان ہو رہا ہے' اس لیے یہاں گوشت کے ذکر پر اکتفاء فرمایا گیا۔'' (36)

بہار شریعت میں ہے کہ اس کا ہر جز حرام ہے اور یہ نجس العین ہے۔ خنزیر اور انسان کے سوا باقی حرام جانوروں کے چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں' لیکن ان دونوں کے نہیں۔ انسان کا شرف کی وجہ سے اور خنزیر کا نجس العین ہونے کی وجہ سے (37)

تفسیر احمدی میں ہے: ''مردار جانور کا کھانا حرام ہے' مگر اس کا پکا ہوا چمڑا' اس کے بال' سینگ' ہڈی' پٹھے' سم سے فائدہ اٹھانا جائز ہے''...... لیکن خنزیر کے بارہ میں ہے کہ اس کا کوئی جز بھی کام میں لانا جائز نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر و مااھل به لغیر الله (المائدة: آیت 3)

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا......

سورۃ انعام پارہ 8 میں ہے:

قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس اوفسقا اھل لغیر الله به فمن اضطر غیر باغ ولا عادفان ربک غفور رحیمo (الانعام: آیت 145)

تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی ہے' کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام' مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا ہوا خون یا بد جانور کا گوشت' وہ نجاست ہے' یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا' تو جو ناچار ہوا نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے' تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(38)

اس جگہ آیۂ مبارکہ کے موضوع مضمون سے مطلوبہ حصہ ہی نقل کرنے کی بجائے پوری آیۂ مبارکہ اس لیے نقل کر دی گئی ہے تاکہ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ بعض صورتوں میں بقدر ضرورت حرام کھانا بھی جائز ہے' جیسا کہ حالت اضطراری میں جان بچانے کے لیے اتنا کھانا یا پینا جائز ہوگا جس سے جان بچ سکے۔ خزائن العرفان میں ہے:

''لیکن جب کھانے پینے کی کوئی حلال شے میسر ہی نہ آئے اور بھوک و پیاس' کی شدت سے جان پر بن جائے' اس وقت جان بچانے کے لیے قدر

ضرورت کھانے پینے کی اجازت ہے کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے اور ضرورت اسی قدر کھانے سے رفع ہو جاتی ہے' جس سے خطرۂ جان جاتا رہے۔'' (39)

تفسیر نعیمی میں ہے: فمن اضطر یہ لفظ ضر سے بنا جس کے معنی ہیں: تنگی اور ''ضرورت'' بھی اسی سے ہے۔ اس کا مصدر ہے ''اضطرار'' یعنی مجبور یا حاجتمند ہو جانا' یا تنگی میں پھنس جانا۔ شرعاً اس کی تین صورتیں ہیں: (1) بھوک یا پیاس سے جان نکل رہی ہو' کوئی حلال چیز موجود نہیں (2) کوئی شخص حرام کھانے پر مجبور کر رہا ہے اور نہ کھانے پر قتل کیے ڈالتا ہے (3) سخت بیمار کو قابل طبیب نے مشورہ دیا کہ تم بجز فلاں حرام دوا کے کسی چیز سے نہیں بچ سکتے۔ ان تینوں صورتوں میں حرام کا استعمال منع نہیں' پہلی دو میں تو واجب ہے کہ نہ کھائے گا' تو گناہگار مرے گا' دوا میں جائز' کیونکہ علاج کرنا ہی فرض نہیں' چنانچہ حرام دوا سے کیونکہ دوا کا صحت دینا یقینی نہیں۔ غیر باغ ولاعاد۔ ''باغی'' یا تو بغی سے بنا' یعنی خواہش یا بغاوۃ سے یعنی زیادتی' یہاں دونوں درست ہیں' یعنی لذت کا خواہشمند نہ ہو' یا دوسرے بھوکے پر زیادتی نہ کرے کہ خود کھا جائے اور اسے مرنے دے (روح البیان) عاد عدو سے بنا (حد سے بڑھنا) یعنی حد ضرورت سے نہ بڑھے۔ اگر ایک لقمہ سے جان بچتی ہو' تو دوسرا نہ کھائے۔ جو کوئی بصورتِ مجبوری حرام استعمال کرے' تو فلا اثم علیہ اس پر کوئی گناہ نہیں' کیونکہ ضرورتیں حرام کو حلال کر دیتی ہیں اس لیے کہ ان اللہ غفور رحیم. غفور غفر سے بنا' جس کے معنی ہیں چھپانا' چھلکے کو اسی لیے غفر کہتے ہیں کہ اس سے گودا چھپا ہوتا ہے۔ رب بھی گناہوں کو چھپانے والا ہے' اسی لیے غفار ہے' یعنی اللہ تعالیٰ گناہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (40)

حرمت خنزیر طبی اور عقلی نقطۂ نظر سے

سور انتہائی کمینہ اور خبث جانور ہے' یہ کوڑیوں پر منہ مارتا پھرتا ہے' گندگی

کھاتا ہے' گندی عادات رکھتا ہے۔ شرم و حیا یا غیرت اس کے قریب بھی نہیں پھٹکی۔ راسخ العقیدہ مسلمان کو اس کے نام ہی سے گھن آتی ہے۔ اس کا مزاج حد درجہ گرم اور اس کا خون جراثیم خبیثہ کا مخزن اور اس کا گوشت روحانی و جسمانی عوارض کا مجموعہ ہے۔ عیسائی اور سکھ اسے شوق سے کھاتے ہیں۔(41) سور کے گوشت کے بارہ میں جدید ترین سائنسی تجزیے حد درجہ عبرت انگیز ہیں' اس کا گوشت کھانے والوں کو خنازیر (Scrofula) کدودانہ (کرم شکم (Tapeworm) وجع المفاصل (Acute Rheumatism) اور فل یا ان جیسے امراض ہو جاتے ہیں' چونکہ اس کا گوشت چربیلا' ردی الغذاء اور دیر ہضم ہوتا ہے' اس لیے تحقیق جدیدہ کے مطابق اس کے مسلسل استعمال سے امراضِ جلد' امراضِ جگر' آنتڑیوں کے امراض' معدہ کی خرابی' امراضِ قلب اور سرطان وغیرہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے گوشت سے پیدا ہونے والا ایک کیڑا جسے ڈاکٹری زبان میں ''سولیم'' کہتے ہیں' خون اور انتڑیوں سے گزر کر دماغ میں پہنچ جاتا ہے جس کے نتیجہ میں مرگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی چربی کے استعمال سے خون میں ''کولیسٹرول'' بڑھ جاتے ہیں۔ جس سے شریانیں تنگ ہو جاتی ہیں اور خون کی گردش میں روکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے جس کا لازمی نتیجہ فالج کا اٹیک یا امراضِ قلب (Diseases of the Heart) یعنی دل کا دورہ وغیرہ پڑ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سور کے گوشت میں ''ٹری کائی'' ایک قسم کے نہایت باریک باریک کرم پائے جاتے ہیں' گوشت کے ساتھ وہ بھی جسم انسانی میں چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایک مرض ''ٹری کائی نوسس'' ہو جاتا ہے۔ اس مرض کی علامات ہیضہ یا زہر سنکھیے جیسی ہوتی ہیں۔ اگر یہ کیڑے عضلات میں چلے جائیں' تو ان میں شدید درد ہونے لگتا ہے اور اکثر اوقات فالج ہو جاتا ہے اور جب ان کرموں میں زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے' تو مریض کی موت بہت حد تک یقینی ہو جاتی ہے۔ اس کا گوشت کھانے والوں کی جلد پر نہایت باریک سے دانے نکل کر مستقل جلدی مرض کا روپ دھار

لیتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی قسم کے امراض اس خبیث جانور کے گوشت میں پائے جاتے ہیں۔

چونکہ یہ جانور پرلے درجے کا بے غیرت' بے شرم اور بے حیا ہوتا ہے' اس لیے اس جانور کا گوشت کھانے والے بھی اسی جانور کی طرح بے غیرت اور شرم و حیا سے عاری ہوتے ہیں۔ ہم مسلمان یہ دعویٰ "دیوانے کی بڑ" کے انداز میں نہیں کر رہے' بلکہ آئے دن اخبارات میں شائع ہونے والے مغربی تہذیب کے شاہکاروں کے حالات و واقعات ہمارے دعویٰ پر شاہد عدل ہیں' مثلاً امریکہ اور برطانیہ جیسے ظاہراً ترقی یافتہ ممالک فخر سے بتاتے ہیں کہ وہاں پیدا ہونے والے ہر تین بچوں میں سے ایک ناجائز ہوتا ہے اور شادی کے بغیر پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے (42) جبکہ سوئٹزرلینڈ کی حکومت نے دو قدم مزید آگے بڑھائے اور قانونی ماہرین کو قانون پر نظرثانی کرنے کو کہا' جس میں طے پایا گیا کہ نہ صرف عام مردوں کو بازاری عورتوں کے ساتھ رہنے کی اجازت ہو' بلکہ اگر بہن بھائی آپس میں جنسی تعلقات قائم کرنا چاہیں' تو قانون "بے غیرتی" ان کو تحفظ فراہم کرے گا' یعنی والدین چاہیں بھی تو منع نہیں کر سکتے۔ (43) ادھر امریکہ کے شہر نشویلی میں ڈیٹی جیمز نامی شخص نے اپنی سگی ماں سے شادی رچالی۔ (44) اور اس پر کسی کو حیرت یا اعتراض نہ ہوا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ بے غیرت جانور کا گوشت کھانے والی قوم کی غیرت کا جنازہ نکل گیا' نہ ماں دیکھتے ہیں نہ بہن' گویا شرم وحیا نام کی کوئی شے تہذیب مغرب کی دکان پر نہیں۔

محترم قارئین! میں آپ کو بھی باور کروانا چاہتا ہوں کہ ابلیس لعین اور اس کے چیلے چانٹے ایک سازش کے تحت آپ کے روحانی اقتدار کے مضبوط قلعے میں شگاف ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو اللہ رب العزت کی عظمت کا واسطہ دے کر

سوال کرتا ہوں کہ بتاؤ...... اے غیور اہل ایمان بتاؤ...... کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی آل و اولادِ بھی اسی کردار کی حامل ہو کہ جس کی ادنیٰ سی جھلک آپ مذکورہ بالاخبروں میں بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی آئندہ نسل اسی ڈگر پر چلے کہ جس پر اہل مغرب گامزن ہیں؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو یا آپ کی اولاد کو دوزخ کے دھکتے ہوئے کوئلوں میں دفن کیا جائے۔ اگر آپ نہیں چاہتے اور یقیناً نہیں چاہتے تو خدارا حرام خوری سے خود بھی بچیں اور آل و اولاد کو بھی بچائیں' کیونکہ میرے آقا رسولِ عربی ﷺ کے ارشادِ گرامی کا مفہوم ہے: ''جسم کے جس حصے نے حرام سے پرورش پائی' وہ جہنم میں جلنے کے لائق ہے قابل جنت نہیں۔'' جہنم وہ جگہ ہے کہ جس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جہنم کی آگ تو آخر آگ ہے' وہاں جو خوراک ملے گی' اس کے متعلق قرآن کریم میں ہے۔ مفہوم ترجمہ: ''یقیناً جہنم میں زقوم کا درخت گنہگاروں کی خوراک ہوگا۔ یہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا' جونہی وہ جہنمی کے پیٹ میں جائے گا' تو اس کا پیٹ اس طرح کھولنا شروع کر دے گا جیسا کہ سخت گرم پانی میں ابال آتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس جہنمی کو پکڑو اور سختی کے ساتھ آگ میں گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ' پھر اس کے سر پر شدید جوش کھاتا ہوا گرم پانی ڈالو۔'' (معاذ اللہ تعالیٰ) (الدخان آیات 43 تا 48) ایک روایت میں ہے کہ جب اہل دوزخ کو زقوم کھلایا جائے گا تو وہ گلے میں پھنس جائے گا (جس طرح کوئی شخص زندہ بچھو نگلنے کی کوشش کرے اور وہ اس کے گلے میں چمٹ جائے اور ڈنگ پہ ڈنگ چلائے) تو وہ دوزخی شدتِ درد سے تڑپ اٹھے گا اور پانی کے لیے چلائے گا' اس پر اسے اہل جہنم کے زخموں کی پیپ اور خون پلایا جائے گا جو اس قدر شدید گرم ہوگا کہ جونہی منہ کے قریب کیا جائے گا' اس کی شدتِ حرارت سے منہ کی کھال ادھڑ کر اس پیالے میں گر جائے گی۔'' سورۂ کہف میں ہے۔ مفہوم و ترجمہ: ''اور جب وہ پانی مانگیں گے تو ان

کو ایسا پانی دیا جائے گا کہ جیسا کھولتا ہوا پگھلا تانبا ہو' وہ ان کے چہرے ہی بھون کر رکھ دے گا۔" (آیت 29) سورۃ محمد میں ہے۔ مفہوم و ترجمہ: اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو آنتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔" (آیت 15)

حدیث پاک میں ہے کہ دوزخی کو پیپ (کچا لہو) پلائی جائے گی۔ جب وہ منہ کے قریب آئے گی' تو بہت ناگواری محسوس ہوگی اور جب مزید قریب ہوگی' تو چہرہ اس سے بھن جائے گا اور سر کی کھال ادھڑ کر اس میں گر پڑے گی اور جب وہ پیئے گا تو اس کی آنتڑیاں کٹ کٹ کر (پاخانے کی راہ سے) نکل جائیں گی۔"

(مشکوٰۃ شریف) (استغفر اللہ تعالیٰ)

اندازہ فرمایئے کہ جس جہنم کے پانی کا یہ حال ہے' وہاں کی آگ کا عالم کیا ہوگا؟؟ اس کے برعکس جو رضائے خداوندی کا جویاں ہو' وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم مانے' حرام خوری سے بچے' تقویٰ اختیار کرے اس کے لیے جنت ہے اور جنت وہ مقام ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا دیدار بھی ہوگا اور قرب بھی میسر آئے گا۔ نیز اہل جنت کے لیے ہر وہ شے ہوگی جس کی وہ تمنا کریں گے۔ قرآن پاک میں ہے۔ مفہوم و ترجمہ: اور اس (جنت) میں (ہر وہ ہے جس کو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت اور سرور ملے اور (اے اہل ایمان) تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔" (زخرف' پارہ 25' آیت 71)

قرآن کریم کی متعدد آیاتِ مبارکہ اور احادیث نبویہ کے مفہوم سے یہ بات عیاں ہے کہ جنت ہر قسم کے خوش ذائقہ اور خوش رنگ پھلوں اور دل آویز خوشبودار' خوشنما پھولوں سے لدا ہوا ایک ایسا باغ ہے کہ جس میں کبھی خزاں نہیں آتی' جس میں اہل ایمان کے لیے انتہائی خوبصورت' سونے' چاندی اور موتی کے محلات بنائے گئے ہیں۔ جنت میں جابجا دودھ' شہد' ٹھنڈے اور میٹھے فرحت انگیز خوشبودار

مشروبات کی نہریں رواں دواں ہیں' ذہاں ایسے ایسے انواع و اقسام کے لذیذ اور پر لطف کھانے کہ جن کو کسی نے چشم تصور میں بھی نہیں دیکھا' وہ ہر وقت تازہ بہ تازہ اہل جنت کے لیے موجود ہیں۔ جنت میں مسہریاں اور تخت بچھے ہیں۔ ان پر دبیز ریشم کے گدے رکھے گئے ہیں' ان پہ اہل ایمان تکیہ لگائے جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے' جبکہ جنت کے حور و غلمان جو ایسے حسین و جمیل ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا' وہ اہل ایمان کی دل و جان سے خدمت کے لیے دست بستہ حکم کے منتظر تیار کھڑے ہوں گے۔ وہاں پہ نہ تو پیشاب کی حاجت ہوگی نہ ہی پاخانہ کی۔ نہ تو ناک کی رینٹھ ہوگی نہ ہی کان کا میل۔ نہ تو بغل وغیرہ سے بو آئے گی نہ ہی گندہ دہنی' نہ تو جسم کی میل کچیل ہوگی' نہ ہی کپڑے کا پرانا یا میلا ہونا' نہ تو کسی قسم کی بیماری ہوگی نہ ہی بڑھاپا نہ تو کسی قسم کی کوئی پریشانی ہوگی اور نہ ہی کبھی موت آئے گی۔ نہ تو وہاں لڑائی جھگڑا ہوگا نہ ہی فضول گوئی' بلکہ اللہ رب العزت کے ارشادِ گرامی سلام قولا من رب رحیم کے مصداق رب کریم رحمت ہی رحمت اور اس کی طرف سے سلامتی ہی ہوگی۔ غرضیکہ جنت مقام رحمت و سکون اور دوزخ مقام وحشت و مصیبت ہے۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ کیا حرام خوری سے اس دنیا کا عیش و آرام کہ جس کا بدلہ جہنم ہے' وہ بہتر ہے یا پھر حرام خوری اور گناہ سے بچنا (کہ دنیا میں خواہ تکلیف ہی ہو مگر) بدلہ جنت کا آرام و سکون ہے' وہ بہتر ہے...... انتخاب آپ خود فرمائیے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ اپنے محبوب کریم ﷺ کی شانِ رحمت کے تصدق ہم سب اہل ایمان کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ابلیس لعین کی مکروہ سازشوں سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین!

حوالہ جات

-1 یعنی (اے مسلمانو!) تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

-2 یعنی غیب کی باتیں انکل پچو لگا کر بتانا' یہ بات اسلام میں حرام ہیں

-3 کتاب المفردات خواص الادویہ۔

-4 مخزن الحکمۃ۔

-5 جن ادویات میں الکحل شامل ہوتا ہے' گویا ان میں شراب کا جوہر شامل ہوتا ہے۔

-6 کنزالایمان۔

-7 ایضاً

-8 ایضاً

-9 صحیح بخاری' صحیح مسلم

-10 وہ شراباً طہوراً کبھی نہیں پی سکے گا (واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم)

-11 صحیح مسلم

-12 صحیح بخاری

-13 مسلم شریف

-14 بخاری شریف

-15 مسلم شریف

-16 مسلم شریف

-17 ترمذی' نسائی

-18 مسند امام احمد

-19 مشکوٰۃ بحوالہ دارمی

-20 مسند امام احمد

-21 مسند امام احمد

-22 رواہ الشیخان

-23 اگر شراب کے بتدریج حرام ہونے کے تفصیلی واقعات کا مطالعہ فرمانا ہو تو ملاحظہ فرمایئے تفسیر روح المعانی جلد 1' تفسیر مظہری جلد نمبر 1' تفسیر نعیمی جلد 2' تفسیر حسینی جلد 1' خزائن العرفان'

نورالعرفان وغیرہم۔

-24 بخاری شریف

-25 اس جگہ صرف فقہ حنفیہ کے مطابق کچھ مسائل نقل کیے جا رہے ہیں۔

-26 شامی کتاب الاشربہ

-27 شامی کتاب الاشربہ' تفسیرات احمدیہ' سورۃ مائدہ' تفسیر نعیمی پارہ۔

-28 تفسیر نعیمی پارہ دوم۔

-29 فتاویٰ عالمگیری۔

-30 بہار شریعت۔

-31 تفسیر مظہری۔

-32 مخزن الحکمت

-33 کتاب المفردات' خواص الادویہ

-34 کنزالایمان

-35 یعنی آیت نمبر 172 میں

-36 خزائن العرفان

-37 بہار شریعت جلد نمبر 15

-38 خزائن العرفان پارہ دوم

-39 خزائن العرفان پارہ دوم۔

-40 تفسیر نعیمی پارہ دوم۔

-41 انگریزی میں اس خبیث جانور کے اُبلے ہوئے گوشت کو بیکن (Becon) مصالحہ دار بھنے ہوئے گوشت کو پارک (Pork) اور بغیر مصالحہ والے کو ہیم (Ham) کہتے ہیں۔

-42 ملاحظہ ہو: روزنامہ جنگ لاہور' 25 اگست 1984ء

-43 نوائے وقت لاہور' 22 مارچ 1981ء

-44 روزنامہ جنگ لاہور' 2 اکتوبر 1984ء خیال رہے کہ یہ نظرثانی شدہ ایڈیشن ہے' اس میں اختصار سے کام لیا گیا ہے' جبکہ پہلے ایڈیشن میں ان خبروں کے مکمل متن بھی درج تھے دیگر خبریں بھی۔

لائف بوائے صابن اور سبز ہلالی پرچم!

عبدالرشید ارشد

اسلامی جمہوریہ پاکستان' جس کی بنیاد ہی اسلام کا نظریہ حیات ہے' بتدریج اسلام دشمن ملٹی نیشنل کمپنیوں کے آہنی پنجوں میں پھنسا جا رہا ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیاں جو مال سمیٹنے کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار کی حامل اقدار کا سرمایہ بھی قوم سے چھین رہی ہیں' قوم سے محبت' خیر خواہی اور اقدار کے ساتھ وابستگی کی دعوے دار بھی ہیں جن کی پشت پر ثبوت بھی ہیں مثلاً ایریل کی ''ماں'' کا گھر گھر جا کر عمرے کے ٹکٹ اور تحائف دینا ہے۔

پرچم ہر ملک میں انتہائی احترام کا حامل گردانا جاتا ہے جسے صبح سویرے لہراتے اور شام کو اتارتے وقت سلامی دی جاتی ہے۔ پرچم کی بے حرمتی' قوم کی توہین کے مترادف قرار دی جاتی ہے۔ لائف بوائے صابن بنانے والی کمپنی یونی لیور یا لیور برادرز نے پاکستان سے ''محبت کا اظہار'' کرنے اور ''فروغ تعلیم'' میں حصہ ڈالنے کے لیے صابن کے ریپر پر پاکستانی پرچم بنایا ہے کہ اہل وطن پرچم کی محبت میں لائف بوائے خرید کر صحت مند ہوں گے اور ریپر پر پرچم' پاؤں تلے' نالیوں میں رسوا ہوگا۔

حکمران طبقے کو' افسر شاہی کو' ان ''چھوٹے چھوٹے'' امور پر توجہ دینے کی

فرصت نہیں ہے کہ ان کے سامنے ''بڑے بڑے مسائل'' کا انبار لگا ہے مثلاً ''دہشت گردی کا خاتمہ'' امریکی' برطانوی وفود سے ملاقاتیں اور انہیں ''مطمئن'' کرنا' خارجہ پالیسی پاکستان کے ''مفاد'' میں وضع کرنا۔ اسلام کی ''سربلندی'' کے لیے سوچ و بچار کرنا' سیمیناروں اور ورکشاپس کا افتتاح کرنا اور سب سے بڑھ کر دوروں اور میٹنگوں میں مصروف رہنا۔ انہیں مصروفیت سے فرصت کہاں!

ملٹی نیشنل کمپنیاں بڑے سائنٹیفک طریقے سے آگے بڑھ کر اپنے طے شدہ اہداف تک پہنچ رہی ہیں۔ اگرچہ یہ صرف پاکستان ہی کا مسئلہ نہیں ہے' عالمی معیشت پر 45,40 معروف ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اجارہ داری ہے جن میں سے دو تہائی سے زائد پر بالواسطہ یا بلاواسطہ یہودی مسلط ہیں اور ایک آدھ فیصد پر شاید مسلمان بھی ملکیت کا دعویٰ رکھتے ہوں مگر کارندوں میں نادانستہ یہود بھی موثر کردار ادا کر رہے ہوں۔ ہمیں اصرار ہے کہ عملاً ایسا ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے اہداف کو مختصراً یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

- ☆ متعلقہ ممالک سے سرمایہ کا بہاؤ اپنے وطن کی طرف' اپنے بنکوں کے ذریعے' دیگر ہتھکنڈوں کے ذریعے مثلاً خام مال کی درآمد کی آڑ میں۔
- ☆ سرمایہ کے زور پر پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں شوبز کے نام پر اخلاق سوز پبلسٹی کے ذریعے اخلاقی اور مذہبی اقدار پر حملے۔
- ☆ سرمایہ کی بنیاد پر جدید ریسرچ کے نام پر صحت و تعلیم کی تباہی کے انتظامات۔

ہم تہمت اور الزام تراشی پر یقین نہیں رکھتے۔ سرمایہ کا بہاؤ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ کوئی بھی ذمہ دار ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ملک کے اندر تیار ہونے والی مصنوعات کا بے لاگ تجزیہ کر کے دیکھ لے کہ حقیقی مصارف کیا ہیں' پراڈکٹ کی قیمت مارکیٹ سے کیا وصول کی جاتی ہے اور درمیانی رقم اخراجات کے نام پر کن کن

مدوں میں دکھائی جاتی ہے؟ ان اخراجات میں سے بنیادی کتنے ہیں اور غیر ضروری کتنے ہیں اور وہی چیز ملکی کمپنیاں کتنے میں بناتی ہیں؟

خام مال ملک میں ملنے کے باوجود باہر سے ''کوالٹی'' کے نام پر درآمد کر کے سرمایہ ملک سے باہر بھیجا جاسکتا ہے' اسی طرح اس خام مال کی من مانی قیمت کاغذات میں درج کروائی جاسکتی ہے۔ مثلاً بعض ادویات میں بنیادی سالٹ کی یکسانیت کے باوجود بھارت' چین' کوریا میں پراڈکٹ کی قیمت پاکستان سے بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ وہاں لیبر سستی ہے مگر یہ موقف مبنی بر صداقت نہیں ہے۔ ان ممالک کے مقابلے میں پاکستان میں لیبر سستی اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کو رعاتیں زیادہ بہتر ہیں۔ ملٹی نیشنل کمپنیاں پراڈکٹ کی تشہیر کے نام پر بھی کئی مقاصد حاصل کر رہی ہیں' مثلاً:

☆ انعامی سکیموں کے ذریعے عوام میں جوئے' لاٹری کی ترویج' جن سے دوسری بے شمار اخلاقی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

☆ انعام حاصل کرنے کے لالچ میں زیادہ خریدنے کا رجحان' اسراف کا چسکا اور قوت خرید میں کمزوروں میں شدید احساس محرومی اور اس پر ردعمل۔

☆ پبلسٹی کے لیے ماڈلز کو اپنے مخصوص و مطلوب انداز میں پیش کر کے ان سے حیا چھین لینا اور پھر بے حیائی کے ان ماڈلز کے ذریعے بہتوں کو یہ راستہ دکھانا۔

☆ الیکٹرانک میڈیا میں پروگرام سپانسر کرنے کے نام پر انتہائی غلیظ پروگرام پیش کروانا' مثلاً لکس نائٹ' پیپسی پروگرام اور نہ جانے کیا کیا ہوتا ہے۔

☆ پبلسٹی میں اخلاقی مذہبی اقدار پر کاری ضرب کی مثال ''کڑک چائے کا پیالہ'' ہے۔ باریش بدمعاش' مقابلے میں جرأت والی استانی وغیرہ۔

جہاں تک ریسرچ کے نام پر صحت و تعلیم کی تباہی کا تعلق ہے یہ کوئی

ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ امریکی سنڈی ہو یا کپاس کی دوسری امراض، ان کے علاج کے لیے ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ''تحقیق کے ثمرات'' نے زمین کو بانجھ اور علاقے کے لوگوں مویشیوں کو مریض بنا دیا ہے۔ جس کو ہماری بات میں کھوٹ کا شبہ ہو خود کپاس کی پٹی میں جا کر چند ہفتے قیام کر کے تحقیق کر لے۔ یہی حال انسانوں کے لیے تیار کردہ دواؤں کا ہے کہ ان کی مہلک سائڈ افیکٹ جان لیوا ہیں۔

ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات میں مضر صحت اجزاء کے پائے جانے پر ملکی ماہرین گواہ ہیں، مثلاً پیپسی کولا اور کوکا کولا کے اجزا کا مدلل تجزیہ محترم ڈاکٹر انعام الحق صاحب، چائلڈ سپیشلسٹ جو فارن کوالیفائڈ ہیں نے کر کے اہل وطن کو قائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح روزنامہ ''اسلام'' نے بعض ماہرین کے حوالے سے ان مصنوعات کی فہرست شائع کی تھی جو ہر لحاظ سے نہ صرف مضر صحت ہیں بلکہ حرام بھی ہیں، مگر مسلمان افسر شاہی نوٹس لینے میں ناکام رہی ہے۔

TEEM

Tease Each & Every Muslim

ہر ایک مسلمان کو اذیت دو۔۔۔

ملٹی نیشنل کمپنیاں اور پاکستان

سیّد عظیم

تاریخی پس منظر

ملٹی نیشنل کمپنیوں کے پاکستان پر اثرات تو ظاہر ہے ایک سطح پر اسی طرح ہوں گے جس طرح ہر تیسری دنیا کے ملک پر ہو رہے ہیں مگر پاکستان کی طبقاتی نوعیت' طبقاتی تضادات کی ارتقائی سطح اور محنت کشوں کی تحریک کے معروضی (Objective) اور موضوعی (Subjective) حالات جدوجہد کے تخلیقی راستے کے ادراک کے لیے علیحدہ سے دیکھنے ہوں گے۔ پاکستان ایک سامراج گزیدہ ملک تھا اور تقسیم ہند کے وقت پاکستان کے پاس سامراجی نو آبادیاتی دور کا ریاستی ڈھانچہ' جاگیردار اور اکا دکا سرمایہ دار تھے جو کہ بنیادی طور پر تاجر تھے۔ ایسے میں اس ملک کو نئے سامراجی آقا کی ''حفظ و امان'' قبول کرنے میں کچھ بھی مانع نہ تھا۔ انہی حالات میں سے گذر کر لیور برادرز (یونی لیور)' آئی سی آئی' گلیکسو' ویلکم' سمتھ کلائن بیکام' شیل' میکڈونلڈ' ڈیوو' سوزوکی' سیمنز' ٹویوٹا' ہنڈا' ڈیوپونٹ (Du Pont)' کارگل' سٹی بینک' کوکا کولا' پیپسی کولا' سیون اپ' آئی بی ایم' مائیکروسافٹ' فلپس' کیٹر پلر' ریکٹ اینڈ کولمن' فورڈ' مونسانٹو اور ہوئیکسٹ وغیرہ نے اپنے راستہ بنایا۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم نے اب تک عالمی معاشی و سیاسی حالات کا جو تجزیہ کیا ہے اور معیشت پر ملٹی نیشنل کمپنیوں کے قبضے کے بارے میں جو معلومات حاصل کی ہیں اس کا

اطلاق پاکستان کے موجودہ معاشی و سیاسی منظر و پس منظر پر کریں۔ اس کے لیے یہ ہر طبقے کے تاریخی ارتقاء اور موجودہ ارتقائی سطح کو سمجھیں' پھر ہر طبقے کی ملٹی نیشنل کمپنیوں سے عبارت موجودہ آزاد معیشت میں حصے داری اور تعلق داری کو سمجھیں اور یوں مختلف جدلیاتی سطوح کے ادراک کے بعد کسی تھیوری تک پہنچیں۔

تھیوری مخصوص زمان و مکان (Time and Space) سے عبارت تاریخی حالات کے بطن سے جنم لیتی ہے اور مخصوص مادی صورتحال کا سائنسی تجزیہ اور حل ہوتا ہے۔ تھیوری اس وقت آتی ہے جب معاشرہ بحران میں ہوتا ہے اور مسائل زمانہ کے بارگراں سے سماج کے تار و پود بکھر جاتے ہیں۔ وہ قوتیں جنہوں نے معاشرے کی شیرازہ بندی کی ہوتی ہے' کمزور اور بوسیدہ ہو چکی ہوتی ہیں۔ تھیوری پھر سماج کی بکھری ہوئی ساخت میں سے ان نوپختہ مگر ابھرتی ہوئی قوتوں کو اپنے گرد کرسٹل کرتی ہے اور انہیں سماج کی تبدیلی کا فریضہ سونپتی ہے۔ تھیوری کو خواہ وہ انقلابی ہو یا اصلاح پسند' دوران افزائش مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اس مزاحمت میں اس کی تراش خراش بھی ہوتی ہے۔ بہرحال مجموعی طور پر ابھرتی ہوئی پیداواری قوتوں کے موافق تھیوری' جو کہ روح عصر کے حوالے کی حامل ہوتی ہے' جیت جاتی ہے' سماج بدل جاتا ہے۔ اس تھیوری کے اطلاق کے دوران ہی نئے تضادات ابھرنا شروع ہو جاتے ہیں اور یوں انقلاب اور تبدیلی سے ''روگردانی'' کی آوازیں بھی آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر نیا سماج' نئے مسائل اور نئی تھیوری۔ غرض یہی انسانی تہذیب وتمدن کی ترقی کا راز ہے۔ تاریخ کے مادی تصور میں کوئی چیز حتمی اور مقدس نہیں ہوتی ماسوائے انسانوں کے وسیع تر اور دیرپا مفاد کے اور اسے مارکیٹ یعنی ''منڈی'' کی آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ تاریخ کے مادی تصور میں کوئی ''حق'' اور ''باطل'' کا معرکہ بھی نہیں ہوتا۔[1] محض مختلف سماجی قوتوں کے مفادات'

1 دہریوں یعنی منکرین خدا کے نزدیک اس دنیا کا نہ کوئی خالق ہے نہ ہی کوئی مقصد تخلیق ہے۔ اس طرح خیر وشر بھی لوگوں کے اپنے تصورات ہیں۔

سٹرٹیجی اور بصیرت کا تضاد اور ٹکراؤ ہوتا ہے۔ بات محض متضاد قوتوں کی نوعیت' ان کے منصوبوں' ان کے منصوبوں کے ٹکراؤ کے ممکنہ نتائج اور ان ممکنہ نتائج پر اثر انداز ہونے کے لیے ہماری جدوجہد (تاکہ سماجی ترقی کو انسانیت کے وسیع تر مفاد کے حامل نتائج تک لے جایا جاسکے) کے بارے میں ہوسکتی ہے۔کوئی بھی تھیوری' جو کہ طبقاتی لڑائی کی کاٹ کو کند کر دے یا کند کر دینے کے غالب گمان کی حامل ہو' لامحالہ طبقاتی جنگ کو استحصالی طبقات کی طرف موڑ دے گی خواہ وہ کتنی ہی جدید اصطلاحات (Terminology) کو لے کر آئے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی' شاک ایکسچینج اور میڈیا پر ملٹی نیشنل کمپنیوں کے غلبے سے یہ نتیجہ نکالنا' کہ طبقاتی جنگ ممکن نہیں اور "1917ء نہیں ہے" وغیرہ اس سے بھی زیادہ سادہ ذہنی ہے جس طرح ہر چیز کو محض 1917ء کے تناظر میں دیکھنا۔

آج پوری دنیا معاشی بحران میں مبتلا ہے۔ گلوبلائزیشن اور آزاد معیشت کے نام پر ملٹی نیشنل کمپنیاں ایک نئے سامراجی نظام کی داغ بیل ڈال رہی ہیں جس کے سامنے دنیا بظاہر بے بس نظر آ رہی ہے۔ ہم گلوبلائزیشن کو پسند کریں یا نہ کریں مگر یہ ذرائع پیداوار کی ترقی سے مشروط ایک سائنسی نتیجہ ہے۔ ہماری تمام اندرونی سیاسی تشکیلات جہاں ہماری اندرون ملک طبقاتی جدلیات کا اظہار ہیں وہاں اس کی ساخت پر بیرونی دنیا میں جاری جدلیات بھی بڑا موثر کردار ادا کر رہی ہیں۔ آج کے حالات سے متعلق سائنسی تھیوری تک عالمی و مقامی سطح پر جدلیات کے ادراک اور تخلیقی شعوری انسانی سرگرمی کے ذریعے پہنچا جاسکتا ہے۔ چونکہ سیاست اپنے آخری تجزیے میں معیشت ہی کا اظہار ہوتی ہے لہٰذا ہم عالمی و مقامی سطح پر مختلف معاشی مفادات کے ٹکراؤ کا سائنسی ادراک کرتے ہیں۔ گلوبل اکانومی میں عالمی و مقامی سطح پر جدلیاتی عمل تین سطحوں میں جاری ہے۔ ایک جدلیاتی سطح غریب اور امیر ملکوں کے درمیان ہے جس میں کہ ترقی یافتہ سامراجی ملک مختلف ہتھکنڈوں سے غریب ممالک

کی معیشت پر ایک نیا سامراجی غاصبانہ قبضہ کرتے جا رہے ہیں۔ دوسری جدلیاتی سطح امیر ملکوں کے Haves اور Have Nots کے درمیان ہے۔ کیونکہ کولڈ وار کے خاتمے سے امیر ملکوں کی ورکنگ کلاس کی مراعات کا ختم ہو جانا' ان کی صنعت کا سستی لیبر والے ملکوں کی طرف حرکت کرنا اور آزاد معیشت کی پالیسیوں سے عالمی معاشی بحران سے ''ٹرکل ڈاؤن'' (Trickle Down)' منافعوں کا امیر ملکوں کی عوام تک نہ پہنچنا' وہ وجوہات ہیں جو کہ اس تضاد کو مہمیز لگا رہی ہیں۔ جاری جدلیاتی عمل کی تیسری سطح غریب ممالک کے محروم اور بالا دست طبقات کے درمیان ہے۔ اب مذکورہ بالا جاری جدلیات سے نبرد آزما ہونے کے لیے تین قسم کی تھیوریاں پیش کی جا رہی ہیں۔ پہلی قسم کے وہ ممالک ہیں جو کہ سرمایہ داری اور ٹرانس نیشنل سرمائے کو جی آیا نوں کہہ رہے ہیں۔ وہ اپنی معیشت اور اقدار کو آزاد منڈی کے ''آزاد'' مقابلے میں دھکیل رہے ہیں اور بھیڑ اور بھیڑیے کی ''آزادانہ'' لڑائی دیکھنے کے متمنی ہیں۔ انڈونیشیا' ملائیشیا وغیرہ ایسے ممالک کی مثالیں ہیں۔ اب ان کا انجام ایک نئی سرمایہ دار سامراجی طاقت ہوگا یا سامراجی کمپراڈور ریاست یعنی ایک جدید قسم کی نوآبادیاتی ریاست؟ یہ عقدہ تا حال حل طلب ہے۔ عالمی معیشت و سیاست کا موجودہ فیز (Phase) ایک جدید طرز کے نوآبادیاتی نظام کی طرف لے جا رہا ہے۔ دوسری قسم کی اقوام یہ تھیوری دے رہی ہیں کہ نیشنل ازم اور سوشلزم کو بچاتے ہوئے اس گلوبلائزیشن کا نہ صرف مقابلہ کیا جائے بلکہ اس کے سائنسی حاصلات و ثمرات سے کما حقہ' استفادہ کرتے ہوئے اپنے نظام کو مزید مستحکم کیا جائے۔ چین' کیوبا اور شمالی کوریا ایسے ممالک کی مثالیں ہیں۔ یہ ممالک اپنے اندر سامراجی استحصال اور اثر و نفوذ کی رفتار کو قدرے کم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ جیسے جیسے عالمی سطح پر ٹرانس نیشنل اور ملٹی نیشنل سرمائے کے ریلے کے خلاف احتجاج بڑھے گا ویسے ویسے یہ ممالک سنبھلتے چلے جائیں گے اور ان کا سفر آسان ہو جائے گا۔ تیسری قسم کے ممالک وہ

ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ سوشلزم اور کیپٹل ازم کا مسئلہ غیر ضروری ہے اور بس نظام ریاست چلنا چاہیے۔ یہ ممالک دراصل سامراجی کاسہ لیس ہیں اور کسی بھی فیصلے سے بالکل قاصر ہیں اور ان ممالک کی یہ غیر جانبداری دراصل سرمایہ داری کو قائم رکھنے ہی کی کاوش کی طرف داری ہے۔ پاکستان ایسے ممالک کی فہرست میں آتا ہے۔

ماضی میں جب یورپی سرمایہ داری سامراج ملوکیت اور جاگیرداری پر مبنی ایشیاء اور افریقہ کی اقوام پر حملہ آور ہوا تو اسے تین قسم کے ردعمل کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلا ردعمل روایتی قوم پرست اور بنیاد پرست تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ جدیدیت سے دور رہو اور اسے یکسر مسترد کر دو۔ یورپیوں کا حملہ انہوں نے اپنے عقائد پر حملہ تصور کیا۔ یہ ردعمل سنٹرل ایشیاء کی ملا بطروش اور ملا کاظم کی تحریکوں کی شکل میں اور برصغیر میں سیّد احمد شہید کی شکل میں نظر آتا ہے۔ یہ ردعمل ناکام رہا کیونکہ تضاد میں ملوث قوتوں کی مادی ارتقائی حیثیت کا تعین نہ کرسکا اور وقت کے دھارے کے آگے کھڑا ہوگیا۔ وقت سے آگے سوچنے کی بجائے اس نے چودہ سو سال پیچھے بھاگ کر پناہ حاصل کی۔ یہی ردعمل آج ہمیں طالبان اور ایران کی شکل میں جدید سرمایہ داری کے مقابل نظر آتا ہے یہ یقیناً تاریخ کا پہیہ الٹا گھمانے کی کوشش ہے جو ناکام ہوگی۔ دوسرا ردعمل جدیدیت کو قبول کر لینے کا تھا۔ کمال اتاترک اور رضا شاہ اس کی مثالیں ہیں۔ ان لوگوں نے سرمایہ داری کی ہر چیز کو ہی دامے درمے سخنے قبول کرلیا اور انگریزوں کی طرح رہنے اور بولنے کو ہی ترقی سمجھ بیٹھے۔ یہ سمجھے کہ شاید نام نہاد شخصی آزادی' جمہوریت اور سیکولر ازم ہی یورپ کی ترقی کی وجوہات ہیں اور یورپی سامراج کی ترقی میں شامل اربوں انسانوں کے استحصال کو نہ دیکھ سکے۔ آج یہ ردعمل ناکام نظر آتا ہے۔ رضا شاہ کے ایران اور اتاترک کے ترکی میں بنیاد پرستی عروج پر ہے۔ یہ لوگ نہ تو قوم کو سیکولر کرسکے اور نہ ہی معاشی بنیاد فراہم کرسکے جو کہ ان قوموں کو دنیا کی قوموں کے سامنے سرخرو کرسکتی تھی۔ تیسری قسم کا ردعمل ہمیں ماؤ ازم

کی شکل میں نظر آتا ہے۔ یہ انقلابی اور قومی ردعمل ہے۔ اس نے جدیدیت کے اطلاق کے لیے عوامی اور قومی قوتوں کو پکارا مگر سرمایہ داری کا راستہ بھی چھوڑ دیا۔ یہی راستہ بعد میں کوریا اور ویت نام نے بھی اختیار کیا۔

آج جب کہ عالمی سامراج ملٹی نیشنل کمپنیوں کی شکل میں اپنی تجارت اور سرمایہ کاری کے ذریعے ایک نئے نوآبادیاتی نظام کے ساتھ حملہ آور ہو رہا ہے تو ہمارے پاس ان تینوں اقسام میں سے کسی ایک ردعمل کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ مگر کسی بھی ردعمل کے محرکات میں ہمارے سماج کے مختلف طبقات کی معروضی اور موضوعی صورتحال کو تاریخی تناظر میں دیکھنا اشد ضروری ہے۔ آیئے اس بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

وطن عزیز جب معرض وجود میں آیا تو اس وقت سرمایہ دار اور مزدور طبقہ انتہائی کم تھا۔ بیورو کریٹ کیپٹل' جاگیردار' کسان اور ترقی پسند ذی فہم (Intelligentsia) ہی وہ طبقات تھے جو کوئی کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں تھے۔ ان میں سے بیورو کریٹ کیپٹل وہ طبقہ تھا جو کہ ریلوے اور نظم ونسق کے لیے انگریز نے پیدا کیا تھا۔ جاگیردار طبقہ وہ تھا جس نے انگریزوں سے وفاداری کے عوض جاگیریں حاصل کی تھیں۔ اب پاکستان کی معاشی تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1- 1947-71ء کا دور: اس دور میں عالمی سامراج کے پیچھے ہٹنے کا فائدہ اٹھا کر متحدہ ہندوستان کی ایک مسلمان تاجر کلاس تیزی سے پاکستان کا رخ کرتی ہے۔

2- 1971-77ء کا دور: وہ دور ہے جس میں سرمایہ کاری کی وجہ سے مزدور تحریک پیدا ہوتی ہے جس کو بنیاد بنا کر بھٹو اپنی سیاست چمکاتا ہے۔ اس دور میں بڑی صنعت اور بینکوں کو قومیا لیا جاتا ہے۔

3- 1977ء سے اب تک کا دورِ معیشت کے پہیے کو الٹا گھمانے کی کوشش سے عبارت ہے

سب سے پہلے ہم 71-1947ء تک کے دور کو دیکھتے ہیں۔ 1947ء میں پاکستان کی معیشت محض بیورو کریٹ کیپٹل یعنی سول و ملٹری افسر شاہی اور جاگیرداروں پر مشتمل تھی۔ اس طبقے نے دینا تو سیکھا نہیں تھا محض لینے کا گر جانتے تھے۔ اسی لیے 1947ء کا بجٹ 15 کروڑ روپے پر مشتمل تھا جبکہ حکومت کو 8 کروڑ روپے حبیب بینک سے تنخواہوں کے لیے قرض لینے پڑے تھے۔ پاکستان میں صرف 159 کمپنیاں تھیں۔ وسط ہند کی ایک مسلمان تاجر کلاس' جس میں داؤد آدم جی' ہارون' احمد داؤد' سہگل' حبیب اینڈ سنز وغیرہ شامل تھے پاکستان کی تحریک کی قدرے پشت پناہی کرتے رہے کیونکہ یہ طبقہ' بشمول مسلمانوں کا پڑھا لکھا طبقہ جو کہ بیورو کریٹ کیپٹل کا حصہ تھا' خاص طور پر ہندوؤں کے مقابل اپنے آپ کو کمتر سمجھتا تھا۔ سر داؤد آدم جی نے پاکستان مسلم لیگ میں برلا جیسا کردار ادا کیا۔ ہارون ہاؤس سندھ میں تحریک پاکستان کا مرکز تھا۔ ان لوگوں نے نوزائیدہ پاکستان کا رخ اس طرح کیا جس طرح انگریزوں نے سونے کی دریافت کے بعد امریکہ کا رخ کیا تھا۔ قائداعظم نے سہگلوں کی ٹیکسٹائل مل جو کہ کلکتہ میں لگی تھی اسے فیصل آباد میں کوہ نور ٹیکسٹائل مل کے نام سے شفٹ کروا دیا۔ احمد کریم باوانی نے 1950ء میں اقوام متحدہ جانے والے پہلے پاکستانی وفد کو مالی مدد فراہم کی تھی۔ یوں یہ چھوٹا سا کمپراڈور سرمایہ دار طبقہ پاکستان میں اپنے کاروباری مفادات کے لیے جڑ گیا۔ تمام کاروباری ذرائع اور مواقع پر قابو پانا اس طبقے کے لیے چنداں مشکل نہ تھا۔ لہٰذا 1959ء تک سٹیٹ بینک آف پاکستان کی کریڈٹ انکوائری نے بتایا کہ 222 افراد دو تہائی تک قرض کی سہولتوں کو استعمال کر جاتے ہیں۔ گویا تمام تر ارتکاز زر چند ہاتھوں میں تھا۔ 1959ء سے 1968ء تک کے دور میں بڑی آسانی سے 22 خاندانوں نے 66 فیصد صنعتی

اثاثوں' 70 فیصد انشورنس اور 80 فیصد بینکنگ پر قبضہ کرلیا۔ یہ 22 گھرانے یوں آباد تھے کہ ہمارے انتہائی محترم پیارے عوامی شاعر حبیب جالب کو کہنا پڑا کہ "22 گھرانے ہیں آباد۔ اور کروڑوں ہیں ناشاد۔" اس ارتکاز زر کی صورتحال کا تذکرہ پروفیسر لارنس وائٹ' جو کہ یو ایس ایڈ پاکستان کے دفتر میں کام کرتے تھے' نے یوں کیا ہے کہ 43 گھرانے کل اثاثوں کا 53 فیصد بنانے والی 197 نان فنانشل کمپنیوں کے 98 فیصد پر قابض ہیں۔ وائٹ کے مطابق پہلے چار سرمایہ دار (سہگل' داؤد' آدم جی اور امین) کل اثاثوں کے زیادہ تر حصوں کے مالک ہیں۔ اب اس دور یعنی 1947ء سے 1971ء کے دوران 22 خاندانوں کی کمپراڈور کلاس بن رہی تھی مگر ساری سیاسی طاقت بیورو کریٹ کیپٹل (سول و ملٹری بیورو کریسی) اور جاگیرداروں کے قبضے میں تھی۔ محنت کش تحریک تیزی سے پھیل رہی تھی۔ اس تحریک پر پہلا حملہ پنڈی سازش کیس کے نام پر ہوا اور تحریک کی کمر توڑنے کی کوشش کی گئی۔ مگر جیسے جیسے سرمایہ دار طبقہ بڑھتا گیا' مزدور طبقہ اور اس کے اقتدار کی داعی پارٹیاں بھی بڑھ گئیں۔ سیاسی صف بندی یوں تھی کہ پاکستان کی کمپراڈور بورژوازی' جاگیردار' بیوروکریٹ کیپٹل ایک طرف تھے اور مزدور' کسان اور ترقی پسند ذی فہم (Intelligentsia) دوسری طرف تھا۔ کمپراڈور سرمایہ دار 22 خاندان' داؤد' سہگل' آدمی جی' جلیل' کالونی' فینسی (Fancy)' ولیکا' باوانی' کریسنٹ' وزیر علی' گندھارا' اصفہانی' حبیب' خیبر' نشاط' بیکو' گل احمد' ارگ' حفیظ' کریم' مل والا' دادا پر مشتمل تھے۔ اس کے علاوہ اسی ترتیب میں حبیّ سنز' پریمیئر' حسین ابراہیم' منوں' مولا بخش' آدم' اے کے خان' غنی' رنگون والا' ہری جینز' شفیع' فقیر چند' ہاشم' دادا بھائی' شاہ نواز' فتح' نون' ہوتی' دوست محمد اور فاروق قابل ذکر ہیں۔

(Industrial Concentration and Economic Power in Pakistan by Lawrence White

as is Quoted by Shahid-ur-Rehman in his Book "Who Owns Pakistan, 1998)

اب ہم 1970ء سے 1977ء تک کے دور کو سمجھتے ہیں۔ 1970ء کی طبقاتی خلیج اور بے چینی کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ دونوں بڑی پارٹیاں پاکستان پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ نے اپنے منشور میں واضح طور پر کہا کہ وہ نیشنلائزیشن کریں گے کیونکہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ آئی ہے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد بنگلہ دیش کی حکومت نے غیر بنگالی لوگوں کے 260 صنعتی یونٹوں کو نیشنلائز کیا جن کی مالیت ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ تھی۔ بھٹو نے پہلے ہلے میں 21 دسمبر 1971ء اور یکم جنوری 1972ء کو نیشنلائزیشن اینڈ اکنامک ریفارمز آرڈر کے ذریعے 31 اہم صنعتوں کو نیشنلائز کرلیا۔ نیشنلائزیشن کے دوسرے دور یکم جنوری 1974ء کو درجنوں انشورنس کمپنیوں' 2 پیٹرولیم کمپنیوں اور دس شپنگ کمپنیوں کو نیشنلائز کرلیا گیا۔ یکم جولائی 1976ء کو بھٹو نے نیشنلائزیشن کے تیسرے دور میں 2815 کپاس اور چاول کی فیکٹریوں کو نیشنلائز کر کے عجیب و غریب خوف و ہراس پیدا کر دیا۔ اب 1965ء کی جنگ' 1968ء کی عوامی بغاوت' 1971ء کی جنگ اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی وہ واقعات تھے جنہوں نے پاکستان میں جاگیرداری اور بیوروکریٹ کیپٹل کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ ایسے میں بھٹو عوامی جمہوری قوتوں اور شکست خوردہ ریاستی ڈھانچے کے درمیان کھڑا ہوگیا۔ بھٹو کے دور میں بیوروکریٹ کیپٹل' جاگیرداری اور کمپراڈور سرمایہ داری کے اوسان بحال ہو گئے۔ انہوں نے امریکہ کی آشیرباد سے مولویوں کو ساتھ ملایا اور بھٹو' جو کہ اپنی مزدور دشمن پالیسیوں سے ایکسپوز ہو چکا تھا' کا تختہ جولائی 1977ء کو الٹ دیا۔ اس سارے دور میں یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ عالمی سرمائے اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کو کسی حکمران نے نہ چھیڑا۔

اب 1977ء سے آج تک نج کاری کا دور شروع ہوتا ہے۔ ضیاء الحق

لیے لے کر "سوشلسٹ" بھٹو کی صاحبزادی تک سبھی نے یہ الزام لگایا کہ نیشنلائزیشن سے نقصان ہوا ہے۔ ہر ایک نے یہی کہا کہ قرضے اتارنے کے لیے نج کاری ضروری ہے۔ بے نظیر نے روتھز چائلڈ اینڈ سنز (Rothschild and Sons) نامی کمپنی کو نج کاری منصوبہ تیار کرنے کی ذمہ داری دی۔ اب بنیادی طور پر کولڈ وار کے خاتمے کے آثار تھے۔ ملٹی نیشنل کمپنیاں اور ان کے حلیف عالمی مالیاتی ادارے دنیا بھر میں قدم جمانے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ بے نظیر اب واضح طور پر امریکہ اور اس کے حلیف ملکی طبقات یعنی بیورو کریٹ کیپٹل اور کمپراڈور بورژوازی کے ساتھ کمپرومائیز کر کے آئی تھیں اب اس دور میں کمپراڈور کلاس نے ملٹی نیشنل کمپنیوں یعنی عالمی سرمائے کے ساتھ جائنٹ وینچرز کرنے تھے۔ بے نظیر ابھی نج کاری کے لیے پر ہی تول رہی تھی اور محض پی آئی اے کے دس فیصد حصص ہی فروخت کر پائی تھی کہ اس کی حکومت 6 اگست 1990ء کو ختم کر دی گئی۔ یہ اس طرح ہوا کہ 1973ء کے آئین کو ہی طاقتور بیورو کریٹ کیپٹل نے استعمال کر لیا۔ 1973ء کے آئین کے مطابق بالادست طبقے کی جمہوریت کی تھیوری اس طرح بنائی گئی تھی کہ ریاست کے تین ستون مقننہ (Legislative)' انتظامیہ (Executive) اور عدلیہ (Judiciary) بنائے گئے۔ 1977ء کے بعد بیورو کریٹ کیپٹل یعنی سول و ملٹری بیورو کریسی نے اگزیکٹو کی مدد سے مقننہ کو مضبوط نہ ہونے دیا اور آٹھویں ترمیم کی مدد سے پورے سیاسی عمل کو کنٹرول میں رکھا اور کمپراڈور کلاس کو بحال کرنا شروع کیا۔ گویا 1977ء سے 1988ء تک کا دور دو طبقات کمپراڈور کلاس (یعنی سرمایہ دار اور جاگیردار) اور بیورو کریٹ کیپٹل (سول و ملٹری بیورو کریسی) کی سامراج دوستی کا دور ہے اور اس دور میں خوب امدادیں ملتی ہیں۔ 1988ء کے بعد آزاد معیشت کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام اور قرضوں کی تلوار ننگی ہو کر لہراتی ہے۔ کمپراڈور کلاس خوش ہو جاتی ہے۔

مزدور، کسان، تحریک کی مزاحمت سوویت یونین کے ٹوٹنے سے بالکل دم توڑ جاتی ہے۔ سرد جنگ کی مراعات واپس ہونا شروع ہوتی ہیں۔ یہ سکڑتی ہوئی معیشت بیورو کریٹ کیپٹل اور کمپراڈور کلاس کے درمیان باعث تنازعہ بن جاتی ہے۔ ڈیو، بجلی کی نجی کمپنیاں، کاروں کے پلانٹ، میکڈونلڈ اور زراعت کی کمپنیاں آنے کے لیے پر تولتی ہیں۔ بے نظیر اور نواز شریف ان کی چٹی دلالی کے لیے بے چین تھے۔ یہ دور ملکی اثاثوں کی لوٹ کھسوٹ کے عروج کا دور ہے۔ نواز شریف کے 1990ء سے 1993ء کے تین سالہ دور میں 115 یونٹوں کی نج کاری کی کوشش ہوئی جس میں سے صرف 68 صنعتی یونٹ، دو بینک، سوئی ناردرن گیس کے دس فیصد حصص پرائیویٹائز ہو سکے۔ منشاء اور اس کے گروپ نے پانچ سیمنٹ پلانٹ اور مسلم کمرشل بینک خریدا۔ شون گروپ نے پاک چائنا فرٹیلائزر اور نیشنل فائبر پر ہاتھ صاف کیا۔ توکل گروپ نے بلوچستان وہیلز، نیا دور موٹرز خریدے، ہیو جی گروپ آف حبیب اللہ خٹک نے نیشنل موٹرز، جو کہ پہلے گندھارا موٹرز تھی، واپس لی، سکندر جتوئی نے میٹروپولیٹن سٹیل، زیل پاک، سیمنٹ اور شکارپور رائس حاصل کی۔ 1993ء سے 1996ء کے دور میں بے نظیر بھٹو نے 20 صنعتی یونٹ، ایک مالیاتی ادارہ، کوٹ ادو پاور پلانٹ اور پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن لمیٹڈ کے 12 فیصد حصص کی نج کاری کی۔ اب تک کی نج کاری فراڈ، دھوکہ دہی، اقرباء پروری اور لوٹ کھسوٹ کی بدترین مثال ہے۔ چند مثالیں حاضر ہیں۔

1- 1991-92ء میں نیشنل فائبر نے 99 کروڑ کی فروخت پر 20 کروڑ نفع کمایا مگر اس کو شون گروپ کے ہاتھوں محض 30 کروڑ روپے میں بیچ دیا گیا جو تاحال ادا نہیں ہوئے۔

2- میٹروپولیٹن سٹیل نے 1992ء میں ایک ارب 20 کروڑ ٹرن اوور دکھایا اور اسی سال اس کو محض 6 کروڑ روپے کے عوض بیچ دیا گیا اور 2 کروڑ

50 لاکھ روپیہ حکومت نے ملازموں کے گولڈن ہینڈ شیک کے لیے دیا۔ گویا محض 4 کروڑ روپے میں ایک ارب 20 کروڑ روپے کی صنعت بیچ دی گئی۔ مگر اس کی ادائیگی بھی نہیں ہوئی اور صنعت تا حال بند ہے۔

-3 نیا دور موٹرز کا تخمینہ 23 کروڑ 10 لاکھ روپے لگایا گیا۔ تو کل گروپ کو 1 کروڑ 56 لاکھ کے عوض فروخت کر دیا گیا۔

-4 برطانیہ کی نیشنل پاور کمپنی کو کوٹ ادو پاور پلانٹ 215 ملین ڈالر کے 26 فیصد کے عوض فروخت کر دیا گیا۔ مگر حکومت پاکستان کو محض 136 ملین ڈالر کی ادائیگی کی گئی جس سے 51 ملین ڈالر کا براہ راست نقصان ہوا۔

-5 میاں منشاء نے جس طرح اونے پونے دام مسلم کمرشل بینک کو خریدا ہے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ میاں نواز شریف اور منشاء اس طرح اس سلسلے میں بدنام ہیں جس طرح بے نظیر اور ہاشوانی گروپ ہے۔

اب ہماری کمپراڈور کلاس محض ملکی صنعت نہیں خرید رہی بلکہ بڑی تیزی سے ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ساتھ ساجھے داری کے لیے بھی بھاگ دوڑ کر رہی ہیں۔ مثلاً بابر علی ہو ٹیکسٹ پاکستان لمیٹڈ کا چیئرمین ہے' یہ شخص سیمنز (Siemens)' اور لیور برادرز بروک بانڈ کا چیئرمین ہے کیونکہ ان کے کاروبار میں 25 فیصد حصص رکھتا ہے۔ اس طرح جتنی بھی ملٹی نیشنل کمپنیاں سابقہ دس سالوں میں پاکستان میں آئی ہیں انہوں نے سیاسی مشکلات سے بچنے کے لیے مقامی سرمایہ داروں کے حصص ضرور رکھے ہیں۔ اسی روپے کی وجہ سے ہم پاکستانی سرمایہ داروں کو کمپراڈور کلاس یا گماشتہ سرمایہ دار طبقہ کہتے ہیں۔ یہ ملک کے اندر ملٹی نیشنل کمپنیوں کی چٹی دلالی میں مصروف ہے۔ اس کے علاوہ چند بڑے صنعتی گروہ بیرون ملک بھی کاروبار رکھتے ہیں مثلاً نسیم سہگل کے پاس کوہ نور انگلینڈ ہے۔ منشاء کے پاس نشاط یورپ اور نیو بری منشاء (Newbury Mansha) پرائیویٹ لمیٹڈ ہے۔ صدر الدین ہاشوانی ٹیمپا پاک

لمیٹڈ فلوریڈا رکھتا ہے اور حبیب کے پاس اے جی زیورخ اور حبیب سنز ہے جبکہ فتح گروپ کے پاس زیر انتظام کمپنیاں ہانک کانگ اور جرمنی میں ہیں۔

اب اس سارے دور یعنی 1988ء سے 2000ء تک کے دور میں حکومتی پالیسیاں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے حکم پر اس طرح بنتی رہیں کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی سرمایہ کاری اور ایک نئے نو آبادیاتی دور کے آغاز کے لیے پیش قدمی ہو سکے۔ بے نظیر جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے سامراج سے معاہدے اور نظریات کو بیک بینچز (Back Benches) پر پھینک کر آئی تھی۔ لہٰذا اس سے کسی خیر کی توقع یا ''انٹرازم'' بھولے لوگ بھی نہیں مفاد پرست ہی رکھ سکتے تھے۔ اب سوویت یونین کے بکھرنے اور سرد جنگ کے خاتمے کے بعد آزاد معیشت کے علمبرداروں نے استحصال کی رفتار بڑھا دی۔ ساری تیسری دنیا کے ممالک کی طرح پاکستان کو حکم ہوا کہ صنعت کو تحفظات ختم کر دیے جائیں اور آزاد معاشی مقابلے کو ممکن بنایا جائے۔ صنعت کو تحفظ ٹیرف یعنی درآمدی ڈیوٹی کی شکل میں دیا جاتا تھا۔ مطالبہ ہوا کہ ٹیرف کو کم کیا جائے۔ اب ٹیرف ہمارے زرمبادلہ کا 50 فیصد بنتا تھا۔ کٹھ پتلی حکمرانوں نے عرض کیا کہ حکومت کس طرح چلے گی۔ حکم آیا کہ غیر ترقیاتی اخراجات کم کر دو۔ غیر ترقیاتی اخراجات دو قسم کے تھے' صحت اور تعلیم وغیرہ پر یا سول و ملٹری بیورو کریسی یعنی بیورو کریٹ کیپٹل پر۔ اب فوج اور بیورو کریسی یعنی بیورو کریٹ کیپٹل اور کمپراڈور کلاس (جس کے نمائندے بے نظیر اور نواز شریف تھے) کے درمیان تناؤ کا آغاز ہوا۔ فوج اور سول بیورو کریسی نے اپنے اللے تللے کم کرنے سے انکار کر دیا۔ 1990-93ء کے دوران نواز شریف کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ ان ڈائریکٹ ٹیکس لگاتا' بہرحال نواز شریف نے ٹیرف ڈیوٹی بھی کم نہ کی۔ کمپراڈور بورژوازی کے موافق عالمی حالات تو تھے مگر ایکسائز انسپکٹر سے ڈر جانے والی کمپراڈور کلاس کے تگڑا ہونے میں کچھ وقت درکار تھا۔ لہٰذا نواز شریف کو پرانے

امریکی نمک خوار غلام اسحاق خان نے رخصت کر دیا اور اس کی جگہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کا ایجنٹ معین قریشی آیا۔ اس نے آتے ہی سب سے پہلا کام ٹیرف ڈیوٹی کو کم کر کے دکھایا۔ 125 فیصد سے 65 فیصد یعنی نصف کر دی۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ درآمدی ڈیوٹی سے حاصل ہونے والا ریونیو کم ہوگیا۔ دوسرا سستی درآمد سے مقامی صنعت جو کہ نزاع کے عالم میں تھی نصف سے زیادہ بند ہوگئی۔ اس سے ریونیو پر دوسرا حملہ ٹیکس میں کمی کی شکل میں ہوا۔ گویا بے نظیر کے اقتدار کی کشتی میں سوار ہونے سے قبل ہی آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے نمائندے معین قریشی نے اس میں سوراخ کر دیا۔ بے نظیر کے پاس ماسوائے ان ڈائریکٹر ٹیکس لگانے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ بے نظیر کے دور میں بے نظیر مہنگائی ہوئی۔ فوج اور بیورو کریسی نہ ہی اپنے سائز کو کم کرنے پر تیار تھی اور نہ ہی اخراجات کم کرنے پر رضامند تھی۔ مارشل لاء کی تلوار ہر وقت لٹک رہی تھی اور بیورو کریٹ کیپٹل اپنے نمائندے صدر (بہ ہمراہ آٹھویں ترمیم) بڑی چابکدستی سے کمپراڈور کلاس کو زچ کیے ہوئے تھے۔ بے نظیر بجلی، گیس، روٹی غرض ہر چیز مہنگی کرتی چلی گئی۔ مزید برآں ان کے خاوند کو یہ پختہ یقین تھا کہ پیسے کے بغیر سیاست ممکن نہیں، لہٰذا خوب لوٹ سیل لگائی گئی۔ بے نظیر کے پاس جب اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ فوج اور بیوروکریسی کو لگام ڈالے تو اس سے پہلے ہی اسے رخصت کر دیا گیا۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کا نمائندہ شاہد جاوید برکی تیزی سے آیا اور ٹریف کو مزید نصف کر گیا۔ ریونیو مزید کم ہوگیا۔ ملکی صنعت جھٹکے کھانے لگی اور عنان حکومت صنعت کار وزیراعظم کے سپرد ہوئی۔ 1993ء میں ادھورے خوابوں کی تکمیل کا موسم آ گیا۔ ڈیوو، مکڈونلڈ جیسی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو آوازیں دی گئیں کہ پاکستان برائے فروخت ہے۔ کمپراڈور بورژوازی اب زیادہ پر اعتماد تھی۔ بیورو کریٹ کیپٹل پر حملے کیے گئے۔ چیف آف آرمی سٹاف سمیت ایک عدد چیف جسٹس کو بھی رخصت ہونا پڑا۔ کمپراڈور بورژوازی آزاد منڈی کے اطلاق

سے مزید پھول جاتی ہے۔ آٹھویں ترمیم کا جوا اتار پھینکتی ہے۔ پاک انڈیا دوستی کی کوشش آگے بڑھتی ہے تاکہ بڑی منڈی حاصل کی جاسکے۔ بیورو کریٹ کیپٹل مجبوراً مارشل لاء لگا دیتا ہے اور کسی طور پر بھی اپنی شکست کو تسلیم نہیں کرتا۔ آج لڑائی بڑی واضح ہے۔ بیورو کریٹ کیپٹل اپنی مراعات اور چودھراہٹ سے دست کش ہونے کو تیار نہیں جبکہ کمپراڈور بورژوازی آزادی معیشت کے اطلاق کے لیے اکٹھی ہے یعنی مسلم لیگ' پیپلز پارٹی اکٹھے ہیں۔ بیورو کریٹ کیپٹل سرد جنگ کے بعد اپنے نئے کردار کو واضح کر رہا ہے اور موجودہ ملٹری دور یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ عالمی مالیاتی اداروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کا سچا خادم ہے۔ اس دباؤ سے بیورو کریٹ کیپٹل (سول اور ملٹری بیورو کریسی) اندر سے ٹوٹنی شروع ہو چکی ہے۔ یعنی سول بیوروکریسی اور ملٹری بیورو کریسی موجودہ ڈی سنٹر لائزیشن پلان پر غیر متفق ہیں۔ آج کی سیاسی کمپوزیشن کچھ اس طرح بنتی ہے کہ ایک طرف بیورو کریٹ کیپٹل یعنی سول و ملٹری بیورو کریسی ہے۔ جو کہ ایڑیاں اٹھا کر عالمی سرمایہ داری کو دکھا رہی ہے کہ ہم آپ کے بہتر خادم ہیں۔ جنرل سیلز ٹیکس' کمشنروں کے عہدے ختم کرنا' ڈی سنٹر لائزیشن اور ضلعی حکومتوں والا کام' ٹریڈ یونین قوانین کو ختم کرنا' غرض پاک انڈیا نارملیسی بھی ہم ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ دراصل ''ہم ہی نے درد دیا ہے اور ہم ہی دوا دیں گے'' والی بات بنی ہوئی ہے۔ دوسری طرف کمپراڈور بورژوازی ہے یعنی نواز شریف اور بے نظیر جو خود کو اپنے اپنے جاگیردار اور سرمایہ دار حلیفوں کے ساتھ ملٹی نیشنل کمپنیوں اور عالمی سرمائے کے ساتھ بہتر تعاون کی پوزیشن میں بتا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سیاسی میدان میں مذہبی جماعتیں بھی جو کہ NGOS کو زیادہ نظر آتی ہیں کیونکہ انہوں نے یورپ اور امریکہ کو ''ہوا دکھا کر پیسہ کمانا ہوتا ہے۔

پاکستان میں ملٹی نیشنل کمپنیاں اور ان کا کردار

پاکستان کے معروف معیشت دان شاہد کاردار اپنی کتاب ''پولیٹیکل اکانومی

آف پاکستان" مطبوعہ 1987ء کے صفحہ 308 پر ملٹی نیشنل کمپنیوں کے بارے میں انتہائی جذباتی بیان دیتے ہیں کہ "دوسرے الفاظ میں' موجودہ صورتحال کو دیکھتے ہوئے' ٹرانس نیشنل کارپوریشنوں کو بند کردینا زیادہ مفید ہوگا۔"

یہ 1987ء کی بات ہے۔ آج آزاد منڈی کے فلسفے میں شاہد صاحب نہ جانے کیا رائے رکھتے ہوں لیکن 1987ء تک اسی کتاب میں وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ پاکستان میں ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کے کام کے حوالے سے کوئی بھی سنجیدہ تحقیقی کام میری نظر سے نہیں گذرا (صفحہ 305)۔ یہی مشکل راقم الحروف کے آڑے تھی' سٹاک ایکسچینج میں تھوڑی بہت چھان بین سے کمپنیوں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔

پاکستان سمیت سارے ترقی پذیر ممالک میں ملٹی نیشنل کمپنیاں زیادہ تر تحقیق سے قریبی وابستگی کی حامل صنعتوں مثلاً کیمیکلز' فارماسیوٹیکل وغیرہ میں ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹی چھوٹی اشیائے صرف سے لے کر ہائی ٹیک مشینری جو کہ پبلک سیکٹر کی آرگنائزیشنز واپڈا پی ٹی سی وغیرہ کو بھی مہیا کرتی ہیں۔ لیکن مقامی سرمایہ کاری زیادہ تر کیمیکلز اور فارماسیوٹیکل کی صنعت میں ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے حمایتی پاکستان میں ان کی سرمایہ کاری پر مندرجہ ذیل دلیلیں دیتے ہیں۔

1- یہ جدید صنعت اور کاروباری معلومات کا واحد ماخذ ہیں ان کو چھوڑ کر ہم دوبارہ قرون وسطیٰ کے عہد میں چلے جائیں گے۔

2- نئے عالمی معاشی وسیاسی اُفق میں ان کے بغیر چلنا ناممکن ہے۔ چین' کوریا اور ویت نام جیسے ممالک کو انقلاب کے باوجود ان کمپنیوں کا سہارا لینا پڑ رہا ہے۔

3- ہمارے پاس سرمائے کی کمی ہے۔ ہم لوگ اپنی صنعتیں لگانے کے لیے انہی ملکوں سے امداد لیتے ہیں پھر کیوں نہ سرمایہ دار ملکوں کے سرمائے کو حاصل

کرنے کی جدوجہد میں ہی شریک ہوا جائے۔

اس کے برعکس پاکستان میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مخالفین یہ دلیلیں دیتے ہیں۔

1- ملٹی نیشنل کمپنیاں سرمایہ کاری کریں گی مگر تھوڑی عرصے میں مقامی صنعت کا صفایا کر کے مناپلی یعنی اجارہ داری قائم کر لیں گی۔

2- یہ مقامی صنعت کو آزاد مقابلے کے ذریعے خارج کر کے جو اجارہ داری قائم کریں گی وہ مقابلے کو ختم کر دے گی اور یہ کمپنیاں اپنی مرضی سے رسد اور طلب کو کنٹرول کریں گی۔

3- ان کی ٹیکنالوجی بھی مقامی وسائل سے ہم آہنگ نہیں۔ مثلاً ہمارے پاس سب سے اہم وسیلہ عوام ہیں جب کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی جدید صنعت چند لوگوں سے کام لے گی اور بڑے حصے کو فارغ کر دے گی۔

4- چند لوگوں کو روزگار اور کروڑوں کو بے روزگار کرنے سے امیر اور غریب کے درمیان خلیج گہری ہوگی۔

5- ان کمپنیوں کی اشیائے صرف محض ایک چھوٹی سی اشرافیہ خرید سکے گی۔

پاکستان میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کی طاقتور ترین اجارہ داری لیور برادرز ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ شروع میں قدم جمانے کے لیے ملٹی نیشنل کمپنیاں مقامی کمپراڈور کلاس کے ساتھ مضبوط اتحاد کے ہمراہ میدان میں اترتی ہیں۔ اسے وہ جائنٹ ونچر کا نام دیتے ہیں۔ وولف گینگ جی فرائڈ اپنی کتاب "جائنٹ انٹرنیشنل بزنس ونچرز" کے صفحہ 425 پر لیور برادرز کی مثال پاکستان کے حوالے سے دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ تقسیم سے قبل ہندوستان میں لیور برادرز کی دو کمپنیاں تھیں۔ ایک کا نام ہندوستان وناسپتی مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹڈ (Hindustan Vanaspati Manufacturing Company Limited) تھا جو کہ وناسپتی تیل کی برآمد کرتی تھی۔ دوسری کا نام لیور برادرز (انڈیا) لمیٹڈ تھا جو کہ صابن کی تیاری اور

تجارت میں مصروف تھی۔ تقسیم کے بعد یہ دونوں صنعتیں پاکستان کی منڈی سے دور پڑتی تھیں لہٰذا ریاست بہاولپور' جو کہ پاکستان میں شامل تھی' کو نیا ہدف بنایا گیا۔ یوں دو پرائیویٹ پارٹنرز سیّد امجد علی اور سر ولیم رابرٹ نے ریاست بہاولپور اور لیور برادرز سے مل کر صادق ویجی ٹیبل آئل اور الائیڈ انڈسٹریز کی 1948ء میں بنیاد رکھی۔ اس کے ساتھ ہی صادق سوپ فیکٹری بنانے کا ارادہ بھی کیا گیا۔ ریاست بہاولپور نے اس ملٹی نیشنل کمپنی کو عوام کو لوٹنے کے منصوبے کی خوشی میں دس سال کا ٹیکس ہالیڈے بھی دیا اور اس کے علاوہ متعدد مراعات سے بھی نوازا۔ ریاست بہاولپور بھی ہمارے آج کے حکمرانوں کی طرح جلد ''سرمایہ کاری'' چاہتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ کمپنی ہماری مقامی صنعت کو کینسر کی طرح کھا گئی۔ ہر پراڈکٹ کے ڈانڈے جا کر اسی ملٹی نیشنل کمپنی سے جا ملتے ہیں۔ کسی شے کے بظاہر دو مخالف برانڈ بیک وقت اسی کمپنی کی ملکیت ہوتے ہیں۔

ایک اور ملٹی نیشنل کمپنی سوزوکی نے پاکستان کی کار کی صنعت کو بڑی تیزی سے جکڑ لیا ہے۔ 89-1988ء کی ساتویں سالانہ رپورٹ کے مطابق پاک سوزوکی موٹر کمپنی نے 39182 یونٹ پیدا کیے اور بیچے۔ اس سے پچھلے سال اس کمپنی نے 35232 یونٹ بیچے تھے۔ مقامی طور پر تیار ہونے والی اس کمپنی کی گاڑی اب مارکیٹ پر اجارہ داری کے بعد اپر مڈل کلاس کی اپروچ سے بھی باہر ہو گئی ہے۔

1998ء کی قائم شدہ اوورسیز انوسٹرز چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی ممبران کی لسٹ کے مطابق چند ملٹی نیشنل کمپنیاں یہ ہیں۔

1- اے بی این ایمرو بینک

(ABN Amro Bank)

2- الکاٹل پاکستان لمیٹڈ

(Alcatel Pakistan Limited)

3- امریکن ایکسپریس بینک لمیٹڈ

(Americdan Express Bank Limited)

4- اے این زی گرنڈلیز بینک

(ANZ Grinlays Bank)

5- بینک آف امریکا

(Bank of America)

6- این ٹی اینڈ ایس اے

(NT and SA)

7- بینک آف سیلون

(Bank of Ceylon)

8- بینک آف ٹوکیو۔ متسوبشی لمیٹڈ

(Bank of Tokyo- Mitsubishi Limited)

9- باٹا پاکستان لمیٹڈ

(Bata Pakistan Limited)

10- بائیرز پاکستان لمیٹڈ

(Bayer Pakistan Limited)

11- بیکام پاکستان پرائیویٹ لمیٹڈ

(Beecham Pakistan (Private) Limited)

12- بی ایچ پی منرلز انٹرنیشنل ایکسپلوریشن

(BHP Minerals International Exploration Inc)

13- بروک بانڈ پاکستان لمیٹڈ

(Brook Bond Pakistan Limited)

14- برما آئل کمپنی (پاکستان ٹریڈنگ) لمیٹڈ

(Burmah Oil Company (Pakistan Trading) Limited)

15- کیڈبری پاکستان لمیٹڈ

(Cadbury Pakistan Limited)

16- کیلٹیکس آئل پاکستان لمیٹڈ

(Caltex Oil (Pakistan) Limited)

17- کیسٹرول لمیٹڈ

(Castrol Limited)

18- سیبا گائیگی پاکستان لمیٹڈ

(Ciba-Geigy (Pakistan) Limited)

19- سٹی بینک

(City Bank)

20- کوکا کولا بیوریجز پاکستان لمیٹڈ

(Coca Cola Beverages Pakistan Limited)

21- کوکا کولا ایکسپورٹ کارپوریشن

(Coca Cola Export Corporation)

22- کمرشل یونین انشورنش کمپنی پی ایل سی

(Commercial Union Assurance Company PLC)

23- کامن ویلتھ ڈویلپمنٹ کارپوریشن

(Common Wealth Development Corporation)

24- سی پی سی رفحان لمیٹڈ

(CPC Rafhan Limited)

25- دی گلوبل فرنچ بینک

(Gredit Agricole Indosuez)

26- ڈوچے بینک اے جی

(Deutschi Bank A.G)

27-دوہا بینک لمیٹڈ

(Doha Bank Limited)

28- ڈوپونٹ فار ایسٹ

(Dupont far East INC)

29- ایلی للی پاکستان پرائیویٹ لمیٹڈ

(Elililly Pakistan (Private) Limited)

30- امارات بینک انٹرنیشنل

(Emirates Bank International PTSC)

31- ایکسائیڈ پاکستان لمیٹڈ

(Exide Pakistan Limited)

32- فیصل بینک لمیٹڈ

(Faisal Bank Limited)

33-جیلیٹ پاکستان لمیٹڈ

(Gillette Pakistan Limited)

34- گلیکسو ویلکم پاکستان لمیٹڈ•

(Glaxo Welcome Pakistan Limited)

35-ہوئیکسٹ میرین رسل پاکستان لمیٹڈ

(Hoechst Marion Roussel (Pakistan) Limited)

36- ہنڈا اٹلس کارز (پاکستان) لمیٹڈ
(Honda Atlas Car (Pakistan) Limited)

37- ہانگ کانگ اینڈ شنگھائی بینکنگ کارپوریشن لمیٹڈ
[Honk Kong and Shanghai Banking Corporation Limited (The)]

38- حب پاور کمپنی لمیٹڈ
[Hub Power Compay Limited]

39- آئی بی ایم اٹیلیا۔ پاکستان برانچ
(IBM Italia-Pakistan Branch)

40- آئی سی آئی پاکستان لمیٹڈ
(ICI Pakistan Limited)

41- فلپس پاکستان لمیٹڈ
(Philips Pakistan Limited)

42- کے ایل ایم رائل ڈچ ایئر لائنز
(KLM Royal Dutch Airlines)

43- کنول فارماسیوٹیکل لمیٹڈ
(Knoll Pharma Ceuticals Limited)

44- کوڈک لمیٹڈ
(Kodak Limited)

45- کوٹ ادو پاور کمپنی لمیٹڈ
(Kot Addu Power Company Limited)

46- لیور برادرز پاکستان لمیٹڈ

(Lever Brothers Pakistan Limited)

47- لفتھنسا جرمن ائیرلائینز

(Lufthansa German Airlines)

48- تھری ایم پاکستان پرائیویٹ لمیٹڈ

(3M Pakistan (Private) Limited)

49- متسوبشی کارپوریشن

(Mitsubishi Corporation)

50- نیشنل پاور انٹرنیشنل

(National Power International)

51- نیسلے ملک پیک لمیٹڈ

(Nestle Milkpak Limited)

52- پیپسی کولا انٹرنیشنل پرائیویٹ لمیٹڈ

(Pepsi-Cola International (Private Limited)

53- فائزر لیبارٹیریز لمیٹڈ

(Pfizer Laboratories Limited)

54- پروکٹر اینڈ گیمبل پاکستان پرائیویٹ لمیٹڈ

(Procter and Gamble Pakistan (Private) Limited)

55- آر جے رینالڈز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

(R.J Reynold's (Private Limited)

56- ریکٹ اینڈ کولمن آف پاکستان

(Reckitt and Colman of Pakistan Limited)

57- سینڈوز پاکستان لمیٹڈ

(Sandoz (Pakistan) Limited)

58- شیل پاکستان لمیٹڈ

(Shell Pakistan Limited)

59- سیمنز پاکستان لمیٹڈ

(Siemens Pakistan Limited)

60- سٹینڈرڈ چارٹرڈ بینک

(Standard Charterd Bank)

اب جہاں تک ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کی لوٹ کھسوٹ کا تعلق ہے تو ہر تیسری دنیا کے ملک جیسا رویہ یہ پاکستان میں بھی روا رکھے ہوئے ہیں۔ سب سے زیادہ لوٹ کھسوٹ ادویات کے میدان میں ہے۔ اس میدان میں ہمہ جہت مواقع ہیں کہ مرتے ہوئے انسان سے کچھ بھی لیا جاسکتا ہے۔ مزید برآں لمبی چوڑی مشینری اور پلانٹ کی بجائے محض کیمیکلز کو ملانا ہوتا ہے۔ ادویات کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے باب میں اس سلسلے میں تفصیلات آ چکی ہیں۔ پاکستان کے حوالے سے چند اعداد و شمار پیش خدمت ہیں۔ ہیرالڈ کے ستمبر 1982ء کے شمارے نے واضح طور پر بتایا ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیاں سستے ترین کیمیکلز سے تیار ادویات کو انتہائی مہنگے داموں فروخت کرتی ہیں۔ اس آرٹیکل کے مطابق:

1- ایبٹ لیبارٹریز (Abbot Laboratories) پاکستان لمیٹڈ ایریتھرو مائیسین سٹیریٹ (Erithromycin Stearate) 220 ڈالر فی کلو گرام کے حساب سے خرید رہی ہے جبکہ یہ 102 ڈالر فی کلوگرام کی قیمت پر دستیاب ہے۔

2- سائینامڈ پاکستان لمیٹڈ (Cyanamid Pakistan Limited) ایتھمبٹول (Ethumbtol) 192.3 ڈالر فی کلوگرام کے عوض خرید رہی

تھی جبکہ اسے 50 ڈالر فی کلوگرام کے عوض خریدا جاسکتا ہے۔

-3 یہی کمپنی ٹرائیم سائینوکلون (Triamcinoclone) 750 ڈالر فی کلوگرام خرید رہی تھی اور یہی کیمیکل 48.50 ڈالر فی کلوگرام پر دستیاب تھا۔

-4 سینڈوز (Sandoz) بھی لینٹو سائیڈ سی (Lantoside) 27.5 ڈالر فی گرام کے حساب سے درآمد کر رہی تھی جبکہ یہ 10.5 ڈالر فی گرام پر بھی دستیاب ہوسکتا تھا۔

-5 ہوئیکسٹ پاکستان (Hoechst Pakistan Limited) گلبن کلیمائیڈ (Gilben Clamide)' فنیائل لاانئن میٹی ایٹ (Phenylalanine Mateate)، رولی ٹیٹرا سائیکلن (Rolitetracyclin) بالترتیب 20/25 ڈالرز 440 ڈالر اور 720 ڈالر فی کلوگرام کے حساب سے ادائیگی دکھا رہی تھی جب کہ یہی کیمیکلز 25.300 اور 75 ڈالر فی کلوگرام کی قیمت پر دستیاب تھے۔

-6 فائیزر لیباریٹریز پاکستان (Pfizer Laboratories Pakistan Limited) کی روداد بھی سنیئے کہ یہ کمپنی ڈوکسی لائن (Doxline)' میلٹا سائیکلائن (Meltacycline) اور پائیرنٹل پیموئٹ (Pyranteb Pamoatel) کو بالترتیب 325,350,1500 ڈالر فی کلوگرام کے حساب سے خرید دکھا رہی تھی جبکہ ان کو بالترتیب 70,280 اور 80 ڈالر فی کلوگرام حساب سے بھی خریدا جا سکتا تھا۔

-7 سیرلے پاکستان لمیٹڈ (Searle Pakistan Limited) کو بھی اس کی مادر کمپنی (Parent Company) کئی کیمیکلز بڑے مہنگے داموں دے رہی تھی۔ مثلاً نارمیتھاڈون (Normethadone) 2900 ڈالر فی کلوگرام کے حساب سے خریدنا پڑ رہا تھا جبکہ ایک اور ملٹی نیشنل کمپنی اس

کیمیکل کو 1600 ڈالر فی کلو گرام کے حساب سے بیچنے پر تیار تھی۔ یہی کمپنی سپائرنولیکٹم (Spironolactom) 1400 ڈالر فی کلو گرام حساب سے درآمد کر رہی تھی جبکہ اسے 275 ڈالر فی کلو گرام کے حساب سے بیچنے کی آفر بھی دی جا رہی تھی۔

-8 سٹرلنگ ونتھرپ پاکستان لمیٹڈ (Sterling Winthrop Pakistan Limited) ایک کیمیکل سٹینوزولول (Stanzolol) کو 5,640 ڈالر فی کلوگرام کے حساب سے خرید رہی ہے جبکہ یہ 240 ڈالر فی کلو گرام کے حساب سے بھی دستیاب ہے۔

اس ساری صورتحال سے کیا واضح ہے؟ یہی کہ ملٹی نیشنل کمپنیاں ہمیشہ سے پاکستان سے ناجائز منافع کما رہی ہیں۔ یہ اپنی منسلکہ یا جائنٹ ونچرز کی کمپنیوں کو مہنگے داموں خام مال اور ٹیکنالوجی فروخت کرتی ہیں اور یوں ہمارے وسائل کے ایک بڑے حصے کو بلا تردد اٹھا کر لے جاتی ہیں۔ پاکستان میں کئی سیاسی تبدیلیاں آئیں' عوام کے سروں سے غربت کے کئی ریلے گذر گئے' عسرت و تنگی بڑھتی رہی مگر جو چیز نہیں بدلی وہ ان کمپنیوں اور ان کے حلیف سامراجی ملکوں کی طرف ہمارے حکمرانوں کی پالیسیاں اور رویہ ہے۔ ان کمپنیوں کا استحصال ہر رنگ میں جاری رہا۔

ملٹی نیشنل کمپنیاں اور پاکستان کے محروم طبقات کا راستہ

اس مقصد کے لیے ہمیں سب سے پہلے پاکستان کے معاشرے کی طبقاتی ہیئت کا اندازہ لگانا ہوگا اور پھر دیکھنا ہوگا کہ کن طبقات کے مفادات ملٹی نیشنل کمپنیوں سے جڑے ہوئے ہیں اور کن طبقات کے مفادات کو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے موجودہ معاشی و سیاسی حملے سے خطرات لاحق ہیں۔ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ پاکستان میں اس وقت سب سے اوپر بیورو کریٹ کیپٹل یعنی سول و ملٹری بیورو کریسی ہے۔ یہ فوج تیسری دنیا کے زیادہ تر نو آزاد ملکوں کی طرح اقتدار میں بالواسطہ یا بلاواسطہ

شریک ہے اور ہر طرح سے اس لوٹ کھسوٹ میں حصہ داری چاہتی ہے جس طرح انڈونیشیا اور ترکی کی فوجیں اقتدار میں حصہ دار مافیا کی طرح عمل کرتی ہیں۔ دوسری سطح پر کمپراڈور سرمایہ دار اور جاگیردار طبقہ ہے۔ اس کے مفادات براہ راست ملٹی نیشنل کمپنیوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ پاکستان کا سرمایہ دار طبقہ یورپ کے روایتی سرمایہ دار کی طرح جاگیرداری کو ختم نہیں کرنا چاہتا تھا اور آج کے نئے عالمی و معاشی پس منظر یہ تعلق مزید گہرا ہوگیا ہے۔ اوّل یہ کہ جاگیرداروں نے زرعی خام مال پر منحصر صنعت بھی خود ہی لگالی ہے مثلاً شوگر' کپڑے اور گھی وغیرہ کی صنعت۔ دوسرے یہ کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے نئے فیز میں جاگیردار ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ساتھ کارپوریٹ فارمنگ میں حلیف کے طور پر عمل کریں گے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی کھاد بیج ٹیکنالوجی میں حصے داری کا چھوٹا کسان تو تصور بھی نہیں کرسکتا۔ وہ زمین بیچ رہا ہے اور دوبارہ جاگیرداری مضبوط ہو رہی ہے۔ کھیت مزدور بڑھ رہے ہیں۔ تیسرے یہ کہ پاکستان میں بیوروکریٹس' سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی قریبی رشتے داریاں اور طاقت کا ساجھا ہے جسے علیحدہ علیحدہ کر کے دیکھنا موضوع اور طبقاتی جنگ کو کنفیوژ کر دینے کا عمل ہے۔ سابقہ پچاس سال سے اوپر کے ان تین طبقوں کا Nexus توڑا نہیں جاسکا۔ یہ تینوں طبقے ملٹی نیشنل کمپنیوں کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ فوج سامراجی معاشی ایجنڈے پر گماشتہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ بڑھ رہی ہے اور خطے میں کسی نئے کرائے کے قاتلوں کے کردار کی متلاشی ہے۔ سرمایہ دار کلاس جائنٹ وینچرز اور کک بیکس کے لیے دوڑ لگا رہی ہے۔ ان تینوں کے درمیان بسا اوقات لڑائی بھی نظر آتی ہے مگر یہ غیر مخاصمانہ یعنی Non-antagonistic ہے جو کہ ڈاکوؤں کے درمیان لوٹ کے مال کی بندر بانٹ پر ہو جایا کرتی ہے۔ یہ لوگ کمزور سی معیشت پر بھوکے بھیڑیوں کی طرح پل پڑے ہیں۔ معیشت میں اتنی جان نہیں کہ وہ اس طفیلی (Prasitic) طبقے کو کھلا

سکے۔ اب تھوڑی بہت امداد یا مواقع پر اوپر والا طبقہ کتوں کی طرح آپس میں لڑ پڑتا ہے۔ ایک کتا بوٹی لے کر دوڑتا ہے تو دوسرا اس کے پیچھے دوڑ کر اسے گرا لیتا ہے اور بوٹی چھین لیتا ہے۔ تھوڑی سے بوٹی کا ٹکڑا پہلے کتے کے منہ میں رہ جاتا ہے۔ پھر کوئی اور تیسرا کتا یہ منظر دیکھتا ہوا آتا ہے اور دوسرے کتے سے زبردستی ٹکڑا چھین لیتا ہے۔ دونوں 'کتے باہر' بھاگ جاتے ہیں۔ کئی کتے اس کتے کو بھی سکون سے کھانے نہیں دیں گے۔ غرض اوپر والے طبقے کے درمیان تضاد کمزور معیشت پر جھپٹنے کا تضاد ہے۔ چند اداروں کی نج کاری کی بندر بانٹ پر ایک دوسرے کے خلاف کئی "سیاسی" حملے ہوئے۔ لیکن بحیثیت مجموعی بالادست طبقہ اپنی ساکھ بری طرح کھو چکا ہے۔ اس لڑائی میں وہ اپنی طاقت تیزی سے کھو رہا ہے۔

پاکستان کی نیشنل بورژوازی انتہائی کمزور اور نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ اپنی صنعت بند ہو جانے پر تاجر طبقے کی شکل دھارتی جا رہی ہے جو کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی چھٹی دلالی میں ہی عافیت سمجھتا ہے۔ درمیانہ طبقہ چھوٹے چھوٹے مفادات کی دوڑ میں لگا ہوا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاید ملٹی نیشنل کمپنیوں کی سرمایہ کاری سے اسے روزگار مل جائے گا یا وہ باہر چلا جائے گا۔ اس سے آگے اس کی سوچ کام نہیں کرتی۔ نچلی مڈل کلاس مذہب کے گورکھ دھندوں میں زیادہ دھنسی ہوئی ہے اور اس کا بڑی حد تک رجحان مذہبی جماعتوں کی طرف ہے۔ مزدور اور کسان غربت اور محرومی کی چکی میں بڑی بری طرح پس رہے ہیں۔ مزدوروں کی لڑائی سرمایہ داروں سے سیدھی ہے۔ کوئی عدالت اور قانون ان کے تحفظ کا ضامن نہیں۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مزدور کو دوسرے مزدوروں کی نسبت تنخواہ زیادہ ملتی ہے لیکن اس کا قدر زائد کے حوالے سے استحصال زیادہ ہوتا ہے مگر یہ بات اسے مشکل سے سمجھائی جا سکتی ہے۔

کسانوں کا مسئلہ بڑا ٹیڑھا ہے۔ ان کی حالت دگرگوں ہے۔ بڑے بڑے زمینداروں نے کسان کمیٹیاں بنائی ہوئی ہیں جن کا ہر سیزن پر شوگر ملوں سے جعلی

تصادم ہوتا ہے اور اس کی آڑ میں وہ اپنی فصل کی بہتر قیمت لے لیتے ہیں جبکہ چھوٹے کسان کی کوئی فعال تنظیم نہیں۔ اس کے لیے ملٹی نیشنل کمپنیوں کی یلغار سے کاشت کاری نامعقولیت کی حد تک غیر منفعت بخش ہوتی جا رہی ہے۔ وہ اونے پونے دام زمین فروخت کر کے شہروں میں بے روزگاروں کی طرح رخ کر رہا ہے۔ بڑے زمیندار یہ زمین ایڈوانس دے کر لے لیتے ہیں اور باقی پیسوں کی ادائیگی کے لیے بیچنے والے کو کچہری کا راستہ دکھا دیتے ہیں۔ یوں وسطی پنجاب میں بھی جاگیرداری اور جدید کارپوریٹ فارمنگ معرض وجود میں آ رہی ہے۔ پنجاب کے جنوبی حصوں میں تو خیر پہلے ہی سے بڑے بڑے رقبوں پر کسان ذلت آمیز شرائط پر زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ گویا مزدور اور کسان ہی وہ طبقہ ہے جس کی روزمرہ کی زندگی (Daily Conditions of Life) شدید ناانصافی اور ظلم کا شکار ہے اور یہی حالت اسے لڑنے پر مجبور کر رہی ہے۔

اب پاکستان کی مختلف سیاسی قوتوں' ان کے طبقاتی کردار اور ان کے ملٹی نیشنل کمپنیوں کی طرف رویے کا ادراک کرتے ہیں۔ پاکستان کی دو بڑی سیاسی پارٹیاں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی اپنے پروگرام اور کلاس کمپوزیشن کے حوالے سے کمپراڈور کلاس کی نمائندگی کرتی ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ کسی پارٹی کی طبقاتی پوزیشن اس میں مزدوروں اور کسانوں کی موجودگی یا مزدوروں اور کسانوں کے اس کو ووٹ مل جانے سے نہیں ہوتی بلکہ کسی بھی پارٹی کا پروگرام ہمیں بتاتا ہے کہ یہ پارٹی کس طبقے کی نمائندہ پارٹی ہے۔ اب مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی واضح طور پر ملٹی نیشنل کمپنیوں کو نہ صرف خوش آمدید کہتے ہیں بلکہ حصے داری اور وفاداری میں بڑھ چڑھ کر شریک ہوتی ہیں۔ یہ میر جعفر اور میر صادق کی طرح سامراجیوں کے ساتھ مل کر تخت تو لے لیتی ہیں لیکن پھر اقتدار کی چھپکلی کو نہ نگل سکتی ہیں اور نہ تھوک سکتی ہیں۔ اس کے بعد ہم خیال' ملت پارٹی' جی ڈی اے' تحریک انصاف وغیرہ' ان

بڑی پارٹیوں کے ٹوٹے ہوئے چھوٹے ٹکڑوں سے زیادہ اہمیت کی حامل نہیں اور یہ بھی بجا طور پر کمپراڈور کلاس کی ہی نمائندہ پارٹیاں ہیں۔ مذہبی جماعتوں کی طبقاتی جڑیں مڈل اور اپر مڈل کلاس میں ملتی ہیں۔ موجودہ بحران میں جیسے جیسے معاشی حالت پتلی ہو رہی ہے یہ طبقہ نچلے طبقے میں گر رہا ہے اور طبقاتی تضاد واضح ہو رہا ہے۔ مزید برآں مذہبی جماعتوں کی سپلائی لائن گلف کے ممالک کی معیشت پر امریکی تسلط سے کٹتی جا رہی ہے۔ مذہبی جماعتوں کے پروگرام میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کے سیاسی و معاشی ادراک کی سائنسی بنیاد نہیں ہے بلکہ محض امریکہ دشمنی ہے۔ یہ جماعتیں جب سامراج دشمنی کی بات کرتی ہیں تو لوگ یقین نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ بس کوئی لین دین کا جھگڑا لگتا ہے۔ مذہبی جماعتوں کی دوسری ٹریجڈی' ان کا سماجی زندگی کو عقیدے سے علیحدہ کر کے نہ دیکھنا ہے۔ ازمنہ وسطیٰ کی عیسائیت اور کنفیوشس کے چین میں بھی یہی صورتحال تھی۔ مگر پھر زندگی اتنی تیزی سے بدلی کہ عیسائیت اور کنفیوشس کے پیروکاروں کو عقائد کو سماجی زندگی سے علیحدہ کر کے دیکھنا پڑا۔ مذہبی جماعتیں سامراج اور ان کی حلیف ملٹی نیشنل کمپنیوں کی یلغار کے خلاف کوئی سائنسی تجزیہ نہیں رکھتیں اور بالآخر یہ ان کی آلہ کار ہی ثابت ہوں گی۔

سوال یہ ہے کہ وہ طبقہ جس کی نشاندہی ہم نے سابقہ سطور میں کی کہ جس کے مفادات کا براہ راست ٹکراؤ سامراجی مفادات سے ہے اور جس کی Daily Conditions of Life اسے تبدیلی کا ہراول دستہ بنانے پر مجبور کر رہی ہیں' اس کے پروگرام کی حامل کون سی پارٹیاں ہیں؟ تو بلاشبہ بائیں بازو کی پارٹیاں ہی سامراج دشمنی اور سامراج مخالف جدوجہد کا اعزاز سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ کمٹمنٹ اور عشق کی یہ داستان سابقہ ڈیڑھ صدی تک پھیلی ہوئی ہے۔

آج بھی دور اُفق پہ اینٹی گلوبلائزیشن کی شکل میں تبدیلی کی شفق صاف دیکھی جاسکتی ہے۔ یہی قوتیں ہیں جو اس تبدیلی کے ابھرتے ہوئے سورج کی کرنوں

سے اپنی دھرتی پر سواگت کے لیے اندھیروں کو منتشر کر دیں گی۔ یہ مقداری لحاظ سے کم سہی مگر کوالٹی کے حوالے سے آج ماضی سے زیادہ مضبوط ہیں۔ دوران انقلاب ماؤ کو جب ہزاروں میل پیچھے ہٹنا پڑا تو لاکھوں کی فوج صرف چھ ہزار رہ گئی۔ ماؤ نے وہاں تقریر کرتے ہوئے سرخ فوج کے سپاہیوں سے پوچھا کہ کیا ہم کمزور ہو گئے ہیں تو سب نے کہا کہ ہاں ہم زیادہ تھے کم رہ گئے ہیں۔ مگر ماؤ نے کہا کہ نہیں ہم مضبوط ہو گئے ہیں۔ ہمارے اندر سے کمزور عناصر ختم ہو گئے ہیں۔ یہی حال آج کے بائیں بازو کا ہے۔ سابقہ دہائی کے بحران نے ہماری صفوں کو صاف کر کے رکھ دیا ہے۔

آج بائیں بازو میں تین رجحانات واضح ہیں۔ ایک رجحان سمجھتا ہے کہ متشدد انقلاب ممکن نہیں' جمہوریت کا راستہ درست ہے' انقلاب کی بجائے اصلاحات کے ذریعے بڑی سماجی تبدیلیوں کی طرف بڑھا جاسکتا ہے' پرولتاریہ کی آمریت غلط ہے۔ اس رجحان کو ترمیم پسند رجحان کہا جاسکتا ہے۔ اسی رجحان میں این جی اوز کو شامل کیا جانا چاہیے۔ اس رجحان کی طبقاتی جڑیں مڈل کلاس اور نیشنل بورژوازی میں ڈھونڈی جاسکتی ہے۔ دوسرا رجحان بائیں بازو کی انتہا پسندی سے ٹکرا کر دائیں بازو کی مفاد پرستی میں پناہ لینے کا ہے۔ یہ لوگ پاکستان میں براہ راست سوشلسٹ انقلاب کی بڑھک بازی کرتے ہیں اور پھر دائیں بازو کی موقع پرستی میں گر جاتے ہیں۔ اس رجحان کی دو پارٹیوں میں سے ایک پیپلز پارٹی موقع پرستی کا شکار ہے اور پیپلز پارٹی کے اندر ''سوشلسٹوں'' کا ہائیڈ پارک بنائے ہوئے ہے۔ دوسری پارٹی بھی ریڈیکل نعرے لگاتی ہے اور ساتھ ساتھ این جی اوز کے تمام ''انقلابی'' اقدامات میں بھی ان کی ہم رکاب ہے۔ بائیں بازو کا تیسرا رجحان عوامی جمہوری قوتوں کا رجحان ہے۔ اس رجحان میں وہ تمام صلاحیتیں ہیں جو کہ پاکستان میں محنت کش انقلاب برپا کرنے کے لیے ضروری ہیں۔

✿......✿......✿

ملٹی نیشنل سے کسان دشمن معاہدے

عبدالرشید ارشد

صیہونی آکٹوپس نے سودی قرضوں کی چاٹ لگا کر صنعت وتجارت کو تو مکمل طور پر اپنی داشتہ یو این او کے ذیلی اداروں کے ذریعے جکڑ لیا تھا' اب پوری شدت کے ساتھ آئی ایم ایف کے قرضے سے مشروط سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ کے تحت جو ہر مقروض کے سر پر لٹکتی تلوار ہے یو این او کے ذیلی ادارے ڈبلیو ٹی او کے ایک معاہدہ کی رو سے جس کا اصل نام Trade related aspects of intellectual property rights ہے (TRIP) ملکی زراعت پر اجارہ داری کا حکومت سے قانون پاس کروانا چاہتا ہے۔

اس مجوزہ قانون سازی سے کسی بھی ملٹی نیشنل تجارتی کمپنی کو یہ حق حاصل ہو جائے گا کہ وہ سب سے پہلے جس پودے کو' بیج کو' اپنی تحقیق کو رجسٹرڈ کرا لے گی' وہی کمپنی اجارہ دار ہوگی اور اپنے پسندیدہ نرخوں پر صارفین کو بیج وغیرہ یا اپنی تحقیق کے ثمرات فروخت کرنے کی مجاز ہوگی۔ گویا پاکستان کا کاشتکار خود بیج تیار نہ کر سکے گا' بلکہ وہ منہ مانگے دام دے کر ان کمپنیوں سے خریدنے کا پابند ہوگا جبکہ پاکستان کا کاشتکار اپنے لیے خود بیج تیار کرتا ہے اور گنتی کے پراگریسو کسان محکمہ سے بیج وغیرہ لیتے ہیں' یہ کام نسلوں سے چل رہا ہے۔

پہلے کارپوریٹ فارمنگ کے نام پر ملٹی نیشنل کمپنیاں پاکستانی زراعت کو ''ٹھیکے'' پر حاصل کرنے کے لیے میدان ہموار کرنے میں مصروف تھیں اور اب "TRIPS" کا چکر چلانے کی کوشش شروع ہے اور چکر یہ دیا جا رہا ہے کہ اس سے ملک میں زرعی ٹیکنالوجی آئے گی' زرعی مشینری جو 21 ویں صدی کی ضرورت کے مطابق ہوگی ملک میں آئے گی۔ پیداوار بڑھے گی' غربت دور ہوگی' خوشحالی آئے گی' مگر دانشور پالیسی ساز یہ بھول جاتے ہیں کہ غربت ختم کرنے کے اس چکر میں زرعی مزدور جو ملک کا 85 فیصد ہیں خود ختم ہو جائیں گے۔

زرعی تجارتی کمپنیوں کو رجسٹریشن کا قانونی تحفظ فراہم کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ زرعی منڈیوں کا کنٹرول ان کے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔ پاکستان کا کسان خود بیج تیار نہ کر سکے گا' اپنی پسند کا بیج کاشت نہ کر سکے گا' منڈی کے سارے عمل سے خارج ہو کر یا تو بے کار گھر بیٹھ جائے یا ان کمپنیوں کی انگلیوں پر ناچ گا۔ ملک میں خوراک کے تحفظ کی گارنٹی اپنی موت آپ مر جائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ملٹی نیشنل کمپنیاں مقامی بیج کی حوصلہ شکنی کریں اور ''اپنے وطن'' کا بیج متعارف کرائیں جسے ہماری آب و ہوا' ہماری زرخیزی راس نہ آئے۔

TRIPS دراصل علم و تحقیق کی قانونی ملکیت کا معاہدہ ہے' جس کو قانون سازی سے ڈبلیو ٹی او کا ہر ممبر ملک تحفظ دینے کا پابند ہے۔ پاکستان شعوری یا لاشعوری طور پر اس معاہدے پر دستخط کر چکا ہے۔ TRIPS کے خطرناک اثرات کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ (الف) نظام حیات میں تحقیق و تجربات کی وجہ سے انسانی زندگی' طب و زراعت میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں' جن کا انسانی زندگی اور ماحول پر اثر ہوگا۔ (ب) صنعتی اشیاء کے علاوہ طب و زراعت کا اس کے دائرہ اثر میں آجانے کا مطلب نظام حیات کے تجرباتی علوم' طور طریقوں اور پیداوار پر ان کی قانونی ملکیت ہے۔

WTO نے ممبر ممالک کو 2005ء تک TRIPS کے لیے قانون سازی کرنے کی مہلت دی ہے' جس میں ناکام رہنے کا مطلب عالمی سطح کی پابندیوں سے ''لطف اندوز'' ہونا ہے۔ TRIPS کے خلاف عالمی سطح پر آواز بلند ہو رہی ہے کہ اس میں خیر خواہی کے بجائے زرعی تباہی پنہاں ہے۔ قانون سازی کا مطلب اپنے ملک کی 86 فیصد زرعی معیشت پر پلنے بڑھنے والی اکثریت سے ''ملک کو پاک کرنا'' ہے۔ نہ غریب رہے گا نہ غربت رہے گی کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مہنگی ادویات کی خوراک بھی مہنگی ہوگی۔

جہاں تک اس راستے سے ملک میں ترقی یافتہ زرعی ٹیکنالوجی آنے کے سندیسہ کا تعلق ہے' تو یہ اپنے ملک کے زرعی اور صناعتی سائنسدانوں کی توہین ہے' جو کسی بھی دوسرے ملک کے ماہرین سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ یہی ماہرین امریکہ اور یورپ میں ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے ہیں' مگر بے قدری ہے تو اپنے ملک میں۔ ملٹی نیشنل کمپنیاں بلاشبہ خوشحالی لاتی ہیں' مگر عوام کے لیے نہیں بلکہ صرف ان کے لیے جو انہیں راستہ دکھاتے ہیں' انہیں لے کر آتے ہیں' ان کے لیے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ بناتے ہیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے قانون ساز' پالیسی ساز' صیہونی سازشوں میں حصہ دار بننے کے بجائے جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہو کر صیہونیت کی چالوں کو سمجھیں اور ان کا تدارک کرنے کے ساتھ ساتھ قوم کو بیدار اور متحرک کریں۔ اپنے دیگر پروگراموں کے ساتھ ہم صنعت و تجارت کی یوں ''سرپرستی'' کریں کہ عملاً کنٹرول ہمارے ہاتھوں میں ہو۔ سٹہ بازی صنعت کی دشمن ہے اور سٹہ بازی سے پاک معیشت استحکام کی ضامن ہے اور سرمایہ نجی ہاتھوں میں رہنے سے زراعت مضبوط ہوتی ہے۔ کاشت والی اراضی قرضوں کی ادائیگی کے بعد نجی ہاتھوں میں جائے گی۔ ہماری کامیابی اس میں ہے کہ ان کی صنعت و زراعت سے سٹہ بازی

کے سوتے بند کر دیں۔

TRIPS کے مجوزہ ملک دشمن کی کسان دشمنی فی الواقعہ ملک دشمنی ہے' قانون کے منظور ہونے سے پہلے ملک کے 86 فیصد کسانوں کو اپنے حقوق کی جنگ لڑنے کے لیے بیدار ہو جانا چاہیے۔ بے حسی اور خاموشی ملٹی نیشنل تجارتی کمپنیوں کے ذریعے ان کے مقدر پر ایسے گہرے سائے لائے گی کہ ان کی آئندہ نسلیں سسک سسک کر زندگی گزارتے' اس قانون کو برداشت کرنے والوں پر لعنت بھیجیں گے۔ آج کے کسان کے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ منظم ہوں اور TRIPS کے مجوزہ قانون سے مطالبہ کریں کہ:

☆ حکومت کسی حکومت یا ایجنسی سے کسان دشمن معاہدے نہ کرے' جس سے زراعت کا مستقبل بھی تاریک ہو۔

☆ پاکستان میں پودوں کی افزائش کرنے والوں کے حقوق (Plants Breeder's Rights) کے قانون کے تحت غذائی فصلیں' پھل' سبزیاں اور چارے شامل نہ کیے جائیں' بلکہ Termination Technology پر پابندی لگائی جائے' جو کسانوں کے بیج بچانے پر پابندی لگانے کا سبب بن سکتی ہے۔

☆ نظام حیات یا جاندار اشیاء پر قانونی حق دوسروں کو دینے کے خلاف آواز اٹھانا بھی ہماری ضرورت ہے کیونکہ یہ زندگی کی پامالی کا راستہ کھولنے والے اقدامات میں سے ہے۔

☆ TRIPS کو Convention of Biodiversity کے اصولوں سے مطابقت رکھنی چاہیے کیونکہ سی بی ڈی ممالک میں اور مقامی باشندوں میں اپنے ملکی وسائل اور علم پر حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے۔

☆ مقامی لوگوں کے مشترکہ وسائل مثلاً شاملات دیہہ وغیرہ کو نجی تحویل میں

دیئے جانے کی مخالفت کرنی چاہیے۔

☆ خوراک کے ذخائر کو عوامی شعبہ سے نجی شعبہ میں منتقل کرنے کے ارادوں کا راستہ روکنے کی تدابیر کرنی چاہیے' تاکہ مقامی باشندوں کی خوراک کی ضروریات کا تحفظ ہو۔

☆ کسان کو ایسی زرعی اصلاحات پر اصرار کرنا چاہیے' جس سے چھوٹے اور غریب کسانوں کے ذرائع معاش کو یقینی بنایا جائے۔

☆ کسان کو اس پہلو سے بھی چوکنا رہنے کی ضرورت ہے کہ جین کے ذخائر عوامی شعبہ میں رہیں اور عوام کے وسیع تر مفاد میں استعمال ہوں۔

☆ یہ مطالبہ بھی کم اہم نہیں ہے کہ مقامی باشندوں (کسانوں وغیرہ) کو اپنے قدرتی وسائل تک رسائی اور ان ہی کے قبضے کو ترجیح ہونی چاہیے۔

☆ حکومت سے یہ مطالبہ کرنا بھی ناجائز نہیں ہے کہ پہلے سے کیے گئے اور زیر تجویز تمام معاہدوں پر نظرثانی کرکے چھوٹے کاشتکاروں کے حقوق اور خوراک کے تحفظ پر منفی اثرات مرتب کرنے والی شقیں ختم کردی جائیں۔

یہود اپنی تشکیل کردہ ایجنسیوں کے ذریعے بتدریج عالمی سطح پر تجارت' صنعت اور زراعت کو کنٹرول کررہے ہیں۔ یہود کا طریقہ واردات اس قدر شیطانی اور مکر وفریب سے پر ہے کہ عام شخص تو کیا بعض خاص اشخاص بھی بمشکل تہہ تک پہنچتے ہیں۔ یہودی ذہن اپنے سرمایہ کے بل بوتے پر ہر ملک کے پالیسی سازوں میں سے موثر ایجنٹ خرید لیتا ہے۔ ٹالسٹائی کے الفاظ میں پہلے یہود کے اس طریقہ واردات کو ملاحظہ فرمایئے: ''میں ایک شخص کی پیٹھ پر بیٹھا اس کا گلا دبا رہا ہوں اور ساتھ ہی یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے افسوس ہے میں تو تمہاری حالت بہتر بنانا چاہتا ہوں' مگر تمہاری پیٹھ سے نہ اترنا میری ''مجبوری'' ہے۔'' (سونے کے مالک صفحہ 34 ترجمہ کرنل ڈاکٹر محمد ایوب)۔

"(جہاں ہم کامیاب ہوں گے) عوام میں سے جو بھی انتظامیہ ہم منتخب کریں' اپنی وفاداریوں کی تکمیل کی صلاحیت کے حوالے سے کریں گے۔ وہ ان حکومتوں کے اپنے تیار کردہ افراد نہ ہوں گے' بلکہ بچپن سے کرہ ارض پر حکمرانی کے لیے زیر تربیت رکھے گئے وہ لوگ ہوں گے جو مہروں کی طرح ہمارے ماہرین' مشیروں اور دانشوروں کے اشارۂ ابرو کو سمجھیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔"

(Protocols, 2:2)

عمائدین سلطنت ماضی کے ہوں یا حال کے ہم کسی ایک کا نام لے کر دو چار کی نشاندہی کر کے "تہمت کا جرم" اپنے سر لینے کو تیار نہیں ہیں۔ اہل وطن کے باشعور' خارجہ' خزانہ اور ابلاغیات وغیرہ سے متعلقہ حضرات کے ماضی و حال سے ہماری نسبت زیادہ باخبر ہیں۔ امریکہ ساختہ حکومتوں پر کون گواہ نہیں اور یہود ساختہ امریکی حکومتیں بھی ہر کسی کے سامنے ہیں' یوں بات سمجھنے میں کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔

MIRINDA

Muslim & Islam Ruined Intensively Never Dawn Again

مسلمان اور اسلام بری طرح سے تباہ و برباد ہوں اور کبھی بھی عروج میں نہ پہنچیں

کارپوریٹ فارمنگ کا منصوبہ

گذشتہ ماہ کے دوران ملکی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ امریکی سفیر نے بعض دیگر اعلیٰ امریکی فوجی حکام کے ہمراہ صوبہ بلوچستان کا دورہ کیا اور ڈیرہ جمالی جاکر وزیراعظم جمالی سے ملاقات کی تھی' اس ملاقات کی اخباری تفصیلات صرف اس حد تک محدود تھیں کہ دونوں کے مابین پاک امریکہ تعلقات' علاقائی صورت حال اور دہشت گردی کے خلاف جاری مہم کے بارہ میں مزید تعاون کیے جانے کے معاملہ پر غور کیا گیا۔ اسی دوران یہ خبر بھی سامنے آئی کہ امریکی حکام نے پاک افغان سرحدوں کی نگرانی کے لیے خصوصی حفاظتی بلٹ پروف گاڑیاں بھی حکومت کے سپرد کی ہیں۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ امریکی سفارت کار اور فوجی افسران ایک تسلسل سے پاکستانی حکام کے ساتھ ملاقاتیں کر رہے ہیں اور یہ ملاقاتیں بالخصوص ان دنوں میں زیادہ ہو رہی ہیں جب ایک طرف امریکہ عراق پر حملہ کی تیاریاں تقریباً مکمل کر چکا ہے اور دوسری طرف افغانستان میں اس کے خلاف مزاحمت کا سلسلہ از سرنو مربوط ہو رہا ہے۔ گذشتہ 15 یوم کے دوران طالبان مجاہدین اور امریکی فورسز کے مابین جھڑپوں کی اطلاعات آتی رہی ہیں۔ اس عرصہ مزاری بگٹی قبائل کے مابین خونریز تصادم کے واقعات بھی قومی اخبارات کی شہہ سرخیاں بنے رہے۔ اس قبائلی تصادم کے دوران راکٹوں' دستی بموں کا آزادانہ استعمال کیا گیا۔ حکومت اور ایک دوسرے کے مخالف قبائل کے درمیان کشیدگی اور قومی اثاثہ ''سوئی گیس پائپ لائن'' کی تباہی

نے کئی سوالیہ نشان کھڑے کیے ہیں۔ اگر بات صرف قبائلی تصادم تک محدود ہے تو شاید بہت جلد باہمی افہام وتفہیم کے ذریعہ معاملہ کو سلجھا لیا جائے اور اگر یہ پاکستان کے معدنیاتی علاقہ بلوچستان پر امریکی تسلط کی مہم کا آغاز ہے تو یقیناً معاملہ انتہائی تشویش ناک ہے' اخبارات وجرائد میں شائع ہونے والی بعض خبروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاملہ صرف قبائلی تصادم کا نہیں بلکہ بات اس سے آگے کی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ امریکی حکام نے وزیراعظم جمالی سے ملاقات کے دوران بلوچستان میں فوجی اڈے قائم کرنے کی بات کی ہے جسے ممکنہ عراق امریکہ جنگ کے تناظر میں دیکھا جا رہا ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ علاقے کے بعض قبائل نے امریکی حکام کی خواہش کی بھنک ملنے پر شدید ردعمل ظاہر کیا اور حکومت کو ایسے کسی بھی فیصلے سے باز رہنے کی تنبیہ کی ہے۔ اخباری ذرائع کا کہنا ہے مزاری بگٹی قبیلوں کے درمیان دشمنی و اختلافات کا سلسلہ پرانا ہے لیکن موجودہ حساس ترین صورت حال میں ان کے مابین تصادم کی فضا کسی گہری سازش کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے۔ اخباری ذرائع نے یہ خدشہ بھی ظاہر کیا ہے کہ گوادر کے علاقہ میں فوجی اڈے کے قیام میں دشواری اور وزیراعظم جمالی کے عذر کے سبب امریکی سفیر کا لب ولہجہ ان دنوں پاکستان کے بارہ میں خاصہ اشتعال انگیز ہوگیا ہے جس کا ثبوت امریکی سفیر نینسی پاؤل کا وہ اہم بیان ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پاکستان ابھی تک کشمیر میں دراندازی کر رہا ہے اور دہشت گردوں کے ٹولے بارڈر کراس کر کے مقبوضہ کشمیر جا رہے ہیں۔ پاکستانی حکومت نے گو کہ اس پر احتجاج کیا ہے لیکن اس کمزور احتجاج کو یہ کہہ کر لائق اعتنا نہیں سمجھا گیا کہ ہم نے حقیقت بیان کی ہے۔ دوسری طرف امریکہ میں پاکستانیوں کی رجسٹریشن کے حوالہ سے بھی پاک امریکہ تعلقات میں تناؤ پیدا ہوا ہے۔ صدر بش اور سیکرٹری آف سٹیٹ ''کولن پاؤل'' واضح انداز میں کہہ چکے ہیں کہ رجسٹریشن کے قانون میں پاکستانیوں کے لیے کوئی خصوصی رعایت نہیں دی جائے گی اور پاکستانی حکام کو تنبیہ کرتے ہوئے

کہا گیا ہے کہ وہ ایسے مطالبات پیش نہ کریں جن پر عمل درآمد تو کجا غور کرنا بھی ممکن نہیں۔ اس کورے جواب کے سبب جمالی حکومت کی بیچارگی واضح ہوتی ہے اور پاکستان کی فرنٹ لائن حیثیت سوالیہ نشان بن جاتی ہے۔

یہ بات طے ہے کہ امریکی حکام پاکستان کو کئی ایک خاص معاملات کے حوالہ سے مسلسل دباؤ میں رکھنا چاہتے ہیں' خاص طور سے مسئلہ کشمیر پر بھارتی واویلے کو اہمیت دی جا رہی ہے اور پاکستان کے مؤقف کو یکطرفہ طور پر نظر انداز کیا جا رہا ہے' جبکہ افغانستان میں تبدیلی ہوتی صورت حال بھی امریکیوں کے حق میں نہیں جا رہی اور امریکی حکام بالواسطہ طور پر اس کا ذمہ دار پاکستان کو ہی ٹھہرا رہے ہیں۔ تازہ ترین اطلاعات یہ ہیں کہ افغانستان کے جنوب مشرقی علاقے ''سپین بولدک'' کے پہاڑی علاقہ میں پاکستانی سرحد کے قریب گلبدین حکمت یار کی تنظیم حزب اسلامی اور طالبان مجاہدین کے حامی دستوں اور امریکی فوج کے درمیان شدید جنگ چھڑ گئی ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق ان جھڑپوں میں 19 امریکی اور 48 افغانی بھی ہلاک ہوئے ہیں جبکہ امریکی فوج کی جانب سے 16 مجاہدین کو شہید کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ امریکی طیاروں اور ہیلی کاپٹروں نے اس علاقہ میں شدید بمباری کی ہے' اخباری اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے ایک امریکی جنگی ہیلی کاپٹر بھی مار گرایا جس کے نتیجہ میں 4 امریکی ہلاک ہو گئے ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت 29 جنوری 2003ء)

گزشتہ دنوں اس خبر نے بھی پاکستانی حکومت کو تشویش میں مبتلا کر دیا کہ امریکہ بھارت کے ساتھ فضائی جنگی مشقیں بھی کرے گا۔ پاکستان نے اس اطلاع پر ردعمل کرتے ہوئے امریکہ سے احتجاج کیا ہے...... وزیر خارجہ خورشید قصوری نے امریکی وزیر دفاع ڈونلڈ رمزفیلڈ سے ملاقات کر کے اس حوالے سے اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان مشترکہ فوجی فضائی مشقوں پر پاکستان کو سخت تشویش

ہے۔ مزید یہ کہ اس سے پاک امریکہ تعلقات کشیدہ بھی ہوسکتے ہیں۔ لیکن امریکی وزیر دفاع نے پاکستانی وزیر خارجہ کی تشویش کو بے بنیاد قرار دے کر مسترد کر دیا ہے جبکہ امریکی فضائیہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ بھارت کے ساتھ مشترکہ فضائی مشقیں جنوبی ایشیا میں صدر بش کے فوجی مقاصد اور امریکی پالیسی کا حصہ ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت ملتان' 29 جنوری 2003ء)

مبصرین کا خیال ہے کہ یہ سارا کھیل علاقہ میں بھارتی بالادستی کو مزید بڑھاوا دینے اور پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نشانہ بنانے کی بھارتی صلاحیت میں اضافہ کے لیے کیا جا رہا ہے۔ حکومت پاکستان نے امریکہ کے اس غیر مناسب فیصلہ پر اپنا احتجاج تو ضرور ریکارڈ کرایا ہے مگر آثار یہی نظر آتے ہیں کہ آنے والے دنوں میں بھارت امریکی شہہ پر اپنی جارحیت میں اضافہ کر سکتا ہے۔ مبصرین کا یہ بھی خیال ہے کہ اس نوعیت کے فیصلوں کا مقصد پاکستان کو عراق کے حوالے سے دباؤ میں رکھنا ہے کیونکہ پاکستان شاید عالم اسلام کا وہ واحد ملک ہے جہاں دینی و سیاسی جماعتوں نے عراق کے خلاف ممکنہ امریکی حملہ کی نہ صرف مخالفت کی ہے بلکہ احتجاجی مظاہرے بھی کیے ہیں' جبکہ دیگر بلادِ اسلامیہ جن میں بالخصوص عرب ممالک شامل ہیں سے کسی قسم کے احتجاج کی آواز ابھی تک بلند نہیں ہوئی۔ عالمی سطح پر بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص تمام مذہبی و سیاسی حلقوں نے 28 جنوری کو شائع ہونے والی اس خبر پر بھی اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے جس میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ صدر بش نے امریکی افواج کو ایٹمی ممالک پر حملے میں پہل کرنے کا اختیار دے دیا ہے اور اس سلسلہ میں ایک ٹاپ سیکرٹ دستاویز پر دستخط بھی کر دیے ہیں' ٹائم میگزین کے حوالے سے شائع ہونے والی خبر میں انکشاف کیا گیا ہے کہ انرجی ڈیپارٹمنٹ کے ایٹمی ہتھیاروں کے مابین ایٹمی تنصیبات پر حملے کے لیے خصوصی آپریشن کے کمانڈوز کو تربیت دے رہے ہیں اس دستاویز پر امریکی صدر کے دستخط کو انتہائی مقدم قرار دیا جا رہا ہے جس کی رو

سے امریکی دفاعی ادارے پینٹاگون اور امریکی تفتیشی ادارے سی آئی اے کو ایسے حملے کرنے کا اختیار ہوگا۔

(نوائے وقت ملتان' اشاعت 28 جنوری 2003ء)

دفاعی تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ امریکی حکومت کے اس فیصلہ سے دور رس نتائج مرتب ہوں گے اور شمالی کوریا سمیت پاکستان کی ایٹمی تنصیبات خطرات کی زد میں آ جائیں گی۔

پاکستان اس وقت جن مشکلات سے دوچار ہے اور عالمی سطح پر اس کی جو حیثیت متعین کی جا رہی ہے اس سے آنے والے خطرات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک طرف امریکہ نے پاکستان کو فرنٹ لائن سٹیٹ بنا کر افغانستان کے خلاف ہمیشہ کی طرح اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا اور اب جبکہ اس کی ضرورت پوری ہوچکی ہے تو بھارت کی پشت پناہی کرتے ہوئے پاکستان کی سالمیت کو خطرات میں ڈال رہا ہے۔ امریکہ نے صدر مشرف کے ذریعہ پہلے پاکستان کی مذہبی جماعتوں کے خلاف کریک ڈاؤن کرایا اور پھر سیاسی جماعتوں کو تقسیم کیا گیا اور اب تازہ ترین خبریں یہ ہیں کہ پاکستان کی اقتصادیات پر آخری ضرب لگانے کے لیے ہماری زراعت کو تباہ کرنے کا حتمی فیصلہ بھی کرلیا گیا ہے۔ 21 جنوری کو روزنامہ خبریں میں شائع ہونے والی یہ خبر اقتصادی تباہی کے اس منصوبہ کا انکشاف کرتی ہے۔ خبر کے مطابق...... پنجاب بھر میں بورڈ آف ریونیو نے غیر ملکی سرمایہ کاروں (ملٹی نیشنل کمپنیوں) کو سینکڑوں ایکڑ اراضی پٹے پر دے دی ہے۔ یہ اراضی ڈیرہ غازی خاں' مظفر گڑھ' راجن پور' لیہ اور بہاولپور میں کارپوریٹ کے لیے دی جا رہی ہے۔ یہ زمین 500 ایکڑ سے لے کر 2600 ایکڑ رقبہ کے بلاکس پر مشتمل ہوگی' اس کے علاوہ ''لیہ'' میں چھے ہزار ایکڑ' غلاماں روڈ بھکر میں دس دس ہزار ایکڑ پر مشتمل لائیو سٹاک فارموں کو بھی (ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعہ) کارپوریٹ فارمنگ کے لیے فراہم

کرنے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ پنجاب حکومت چولستان میں پچیس ہزار ایکڑ رقبہ پر فارم بنائے گی۔ جہاں پر پانی کا مناسب طریقہ سے بندوبست کر کے کارپوریٹ فارمنگ کو شروع کیا جا رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پنجاب میں جہاں جہاں بھی بیمار اراضی پڑی ہوئی ہے اس زمین کو اس کارپوریٹ منصوبہ کے ذریعہ کاشت میں لایا جائے گا۔ حکومت کا کہنا ہے کہ اس فیصلہ سے ملک میں سبز انقلاب آئے گا اور خوشحالی آئے گی۔ (روزنامہ خبریں' 21 جنوری 2003ء)

حکومت اپنے اس ناعاقبت اندیشانہ فیصلہ سے ملک میں خوشحالی اور سبز انقلاب لانے کی دعویدار ہے جبکہ زرعی ماہرین کا کہنا ہے کہ کارپوریٹ فارمنگ کا مطلب پاکستان کے پورے زرعی نظام کو تباہ و برباد کرنا ہے۔ اپنا زرعی نظام ملٹی نیشنل کمپنیوں کو سونپنے سے ملک میں خوراک کی شدید قلت پیدا ہوگی جبکہ حکومت کو ریونیو کی مد میں بھی اربوں روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر ملکی کمپنیوں کو ٹیکس کی چھوٹ ہوگی اور معاہدہ کے مطابق 5 سال تک نہری پانی مفت فراہم کیا جائے گا مزید یہ کہ کسان اپنی اجناس بھی انھی کو فروخت کرنے کے پابند ہوں گے۔ مگر حکومت امریکی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے اور پورے ملک کو کرایہ پر دینے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ یاد رہے کہ حکومت نے غیر ملکی کمپنیوں کو 99 سال کی لیز پر دینے کے لیے پندرہ لاکھ ایکڑ سے زائد زمین مختص کی ہے۔ سب سے زیادہ زمین صوبہ سندھ سے دی جائے گی جو سات لاکھ ایکڑ بتائی گئی ہے۔ اس طرح پنجاب کی 3 لاکھ ایکڑ اور بلوچستان کی 4 لاکھ ایکڑ سے زائد زرعی زمینیں غیر ملکی ٹھیکیداروں کو ابتدائی مرحلہ میں دی جائیں گی۔ حکومت کے اس فیصلہ سے سینکڑوں کاشتکار بھی زمینوں سے بے دخل ہوں گے جو اس وقت سرکاری زمینیں کاشت کر رہے ہیں۔ جس سے ملک میں بے روزگاری اور افراتفری مزید بڑھے گی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ تمام سیاسی جماعتیں جو آئین کی بحالی اور اقتدار کی رسہ کشی کی مہم پر

زور آزمائی کر رہی ہیں اور کاشتکاروں کی بڑی تنظیمیں جو سارا سال اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے دہائی دیتی نہیں تھکتی تھیں انہوں نے پر اسرار خاموشی اختیار کر رکھی ہے جبکہ چھوٹے کسانوں کو ابھی تک اس ہولناک فیصلہ سے لاعلم رکھا جا رہا ہے۔ اس حوالہ سے کارپوریٹ فارمنگ سے صرف پنجاب' سندھ' اور بلوچستان کے با اثر جاگیرداروں کا 8 فیصد طبقہ ہی محفوظ رہے گا' باقی تمام درمیانہ درجے اور چھوٹے درجے کے کاشتکاروں کا معاشی مستقبل اس فیصلہ کے سبب تباہ ہو جائے گا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ صوبہ سرحد کی زمینوں کے بارہ میں ابھی غیر ملکی کمپنیوں سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا۔ اس کی وجہ شاید مجلس عمل کی حکومت ہو سکتی ہے؟ لیکن باقی تمام صوبوں میں جہاں ''ق لیگ'' کی حکومت نے دھونس دھاندلی اور بدتمیزی کے ذریعہ اپنا اقتدار قائم کیا وہاں غیر ملکی کمپنیوں کو ڈیرے ڈالنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ قارئین محترم یوں لگتا ہے ایسٹ انڈیا کمپنی والا کھیل دوبارہ شروع ہو چکا ہے اور صدر مشرف اپنے ناہموار عہد حکومت میں وہ سب کچھ کر جائیں گے جو بیرونی قوتیں ایک عرصہ سے کرنے کے لیے بے تاب تھیں چنانچہ پاکستان کی آخری لڑکھڑاتی اقتصادی قوت زراعت کو بھی چاروں شانے چت گرانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

قارئین کے علم میں رہے کہ برصغیر میں فرنگی سامراج کے تسلط کی داستان پر مشتمل تاریخ کے سیاہ اوراق اس بات پر گواہ ہیں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے مالکان بھی پہلے سفیروں پھر سیاحوں اور آخر میں تاجروں کے روپ میں داخل ہوئے تھے اور پھر فرنگی افواج کی راہ ہموار ہو گئی تھی۔ سفیروں نے تعلقات استوار کیے اور سیاحوں کی آمد کے راستے کھولے' تاجروں کے روپ میں آنے والے سیاحوں نے پھر حقیقی تاجروں کا بہروپ بدلا اور برصغیر میں صنعتی و زرعی انقلاب لانے کی خوشخبریاں سنائیں اور بالکل ایسے ہی وعدہ بائے مکر و فریب کیے جو آج ملٹی نیشنل کمپنیوں کو ملک سونپ کر کیے جا رہے ہیں۔ برصغیر میں فرنگی راج کی کہانی اور اس کے انجام و نتائج

سے یقیناً ہمارے حکمران بھی بے خبر نہیں ہوں گے کہ سڑکیں تب بھی تعمیر ہوئیں' نہری نظام بھی بہتر اور وسیع ہوا' صنعتیں بھی قائم ہوئیں مگر اس کے ساتھ ہی پورا برصغیر فرنگی راج کے زیرِ نگیں بھی آ گیا۔ تقسیم برصغیر اور مملکت خداداد کا قیام دورِ جبر و غلامی سے نجات کا ذریعہ بنا تھا اور فرنگی کو مسلمانوں کی تحریک جدوجہد آزادی میں بے مثال قربانیوں کے باعث اپنے اقتدار کی بساط سمیٹنا پڑی تھی۔ اپنی اس ہزیمت کو اس نے فراموش نہیں کیا اور مملکت خداداد کے قیام کے ساتھ ہی سازش کر کے مسئلہ کشمیر کھڑا کر دیا اور مملکت خداداد پاکستان میں اقتدار ان لوگوں کے ہاتھوں میں سونپ دیا جو اس کے ذلہ خوار تھے۔ انہیں کے ذریعہ اس نے مذہبی سیاسی اور اقتصادی جکڑ بندیوں کے سلسلے دراز کیے اور آج نوبت حالات پھر وہیں جا پہنچی ہے جو تقریباً تین سو برس پہلے درپیش تھی' لاکھوں جانوں اور عصمتوں کی قربانی کے عوض حاصل ہونے والی مملکت پر غلامی کی سیاہ رات کے مہیب سائے پھیلنے لگے ہیں' مگر حکمران قوم کو خوشحالیوں اور ترقیوں کی نویدیں سنا کر بے وقوف بنانے میں مصروف ہیں۔ احتجاج کرنے والی ہر زبان پابند کی جا رہی ہے۔ صدر صاحب فرماتے ہیں کہ امریکہ مخالف گفتگو کرنے سے ملکی مفادات کو نقصان پہنچ رہا ہے' وزیراعظم فرماتے ہیں کہ سڑکوں پر امریکہ مخالف جلوس نکلیں گے اور ان کے جھنڈے جلائے جائیں گے تو ملکی ترقی کا خواب کیسے شرمندہ تعبیر ہوگا۔ گویا ہم نے طے کر لیا ہے کہ ترقی و خوشی کا ہر خواب قومی غیرت و حمیت کی موت سے ہی نمو پا سکتا ہے۔ کیا واقعتاً یہ سوچ کسی آزاد ملک کے آزاد حکمرانوں کی دانش مندانہ سوچ کہلا سکتی ہے؟

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

21 جنوری کے روزنامہ خبریں میں شائع شدہ یہ خبر بھی پاکستان کے مستقبل کے حوالہ سے پیدا ہونے والے خدشات کو یقین میں بدلنے کے لیے کافی ہے جس میں واضح طور پر اس پروگرام کی تفصیل دی گئی ہے۔ جو پاکستان کو اقتصادی طور پر تباہ کرنے کا منصوبہ ہے۔ خبر ملاحظہ فرمالیں۔

فیصل آباد (سٹاف رپورٹر) پنجاب اور سندھ کو 60 سالہ لیز پر کسی غیر متنازعہ اور غیر جانبدار یورپی ملک کو دے دیا جائے' جبکہ انتظامی اخراجات کی مد میں ہونے والی بچت اور لیز کی رقم سے حکومت پاکستان صوبہ سرحد اور بلوچستان میں تعمیر و ترقی کرسکتی ہے۔ ان 60 سالوں کے دوران کوئی ملک پاکستان پر حملہ نہیں کرے گا' جبکہ حکومت پاکستان کے ذمہ واجب الادا تمام غیر ملکی قرضے بھی دوصوبوں کو لیز پر حاصل کرنے والا ملک ادا کرے گا۔ اندازے کے مطابق انتظامی اخراجات کی بچت اور لیز کی رقم کی صورت میں حکومت پاکستان کو مجموعی طور پر 2920 کھرب روپے ملیں گے۔ اس بات کا انکشاف انٹرنیشنل پیس آرگنائزیشن کی ایک رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ انٹرنیشنل پیس آرگنائزیشن جس کا صدر مقام ''ہیگ'' میں ہے نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے ایک مغربی ذریعہ کے مطابق ایک عالمی طاقت مارچ 2003ء کے بعد پاکستان کے خلاف کارروائی کرکے اس کی فوج کو نہتا کرنے اور اس کی نیوکلیائی صلاحیت کوختم کرنے کا فیصلہ کرچکی ہے۔ تجزیے کے آخر میں یہ تجویز دی گئی ہے کہ پاکستان کے دوصوبوں پنجاب اور سندھ کو 60 سالہ لیز پر کسی یورپی ملک کو دے دیا جائے جو لیز کے طور پر 1800 کھرب روپے سالانہ دے گا جبکہ ان دونوں صوبوں کے اخراجات کی مد میں 1120 کھرب روپے کی بچت ہوگی جبکہ پنجاب اور سندھ کے تمام ترقیاتی کام لیز پر حاصل کرنے والے کروائیں گے۔ تعلیم اور صحت جیسی سہولیات مفت ہوں گی۔ تجویز میں کہا گیا ہے کہ اس طرح دنیا کو پاکستان کو ایک غیر دہشت گرد ملک تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس سلسلہ میں انٹرنیشنل پیس آرگنائزیشن کے ایمبیسیڈر آف پیس برائے جنوبی ایشیا ''زیڈ اے ملک'' سے بات کی گئی تو انہوں نے تسلیم کیا کہ ان کی تنظیم کی جانب سے تجویز دی گئی ہے اور عالمی سطح پر پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے جو تجاویز زیرغور ہیں ان میں سے یہ بہترین ہے' تاہم اگر کسی کے پاس اس سے بہتر تجویز ہے تو وہ سامنے لائے۔ انہوں نے

ایک سوال کے جواب میں کہا کہ خریدار کوئی بھی ہوسکتا ہے' سویڈن' سوئٹزرلینڈ' ڈنمارک یا نیدرلینڈ دلچسپی لے سکتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ اس منصوبے کی حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ...... بہت اعلیٰ سطح پر اس پر کافی پیش رفت ہوچکی ہے اور انٹرنیشنل پیس آرگنائزیشن نے اس ڈیل کو فائنل کرانے کے لیے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ (روزنامہ خبریں' ملتان' 21 جنوری 2003ء)

اس خبر میں اگر رتی بھر بھی صداقت ہے تو پھر وزیراعظم جمالی اور ان کی کابینہ کے تمام افراد کو مبارک ہو کہ صدر مشرف نے پاکستان کو واقعی فرنٹ لائن سٹیٹ بنا دیا ہے اور ان کی حب الوطنی' ملکی سلامتی کے وعدے' قومی وقار کی بحالی' اقتصادی ترقی' کے خواب بذریعہ (ملٹی نیشنل کمپنیوں کے پورے ہونے کو ہیں اور پاکستانی قوم کو 21 ویں صدی کی آزاد ساعتوں میں طوق غلامی کا تحفہ ایک بار پھر مبارک ہو۔ دینی غیرت' قومی ضمیر اور قومی حمیت کی موت پر اے ساکنان پاکستان آخری بار جی بھر کر رو لیجیے کہ پھر شاید اس کی مہلت بھی نصیب نہ ہو۔

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

✿.....✿.....✿

ذرا سوچیے!

اپنے خلاف ہونے والی سازش کے بارے میں مسلمان ہونے کے ناطے دوسرے مسلمان بھائیوں کو خبردار کیجیے۔ اور تمام غیر ملکی مشروبات استعمال کرنے سے انکار کیجیے۔

خوفناک انکشافات اور مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ

ڈاکٹر محسن رضا' محمد عبداللہ

متحدہ عرب امارات کی حکومت نے پروفیسر امجد صقر (بیروت) کا مقالہ شائع کیا ہے جس میں بڑی تحقیق کے ساتھ یورپ اور امریکہ کی ان چیزوں کی فہرست دی گئی ہے جن میں خنزیر کے جسم کا کوئی نہ کوئی جز شامل کیا جاتا ہے۔ ان اشیاء میں صابن اور کریم کے علاوہ کھانے کی چیزیں مثلاً چاکلیٹ' بسکٹ' پنیر' ڈبل روٹی اور مشروبات بھی شامل ہیں۔

مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے کہ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل الفاظ خاص طور پر نوٹ کرلیں اور جن چیزوں پر بھی یہ الفاظ لکھے ہوئے ہوں' سمجھ لیں کہ ان میں خنزیر کی چربی اور گوشت وغیرہ شامل ہیں۔ یہ چیزیں ہرگز ہرگز استعمال نہ کریں اور جسے استعمال کرتا پائیں اس کے علم میں لائیں کہ یہ حرام ہے۔ جس دکاندار کے پاس دیکھیں اس کی ایمانی حس سے اپیل کریں اور بتائیں کہ یہ چیزیں ہمارے دین میں حرام ہیں اور ان کا فروخت کرنا بھی حرام ہے۔

1- پگ' ہاگ اور سوائن (Pig, Hog, Swine) خنزیر کو کہتے ہیں۔

2- پورک (Pork)' سپارکل (Sporkle)' ہیم (Ham)' بیکن (Bacon) اور نمکین پورکر (Saltish Porker) خنزیر کے گوشت کے مختلف نام

ہیں۔

-3 لارڈ (Lard) خنزیر کی چربی کو کہتے ہیں۔

-4 جیلیٹن (Gelatin) یا جیلو (Gello) ایک سیال مادہ ہے جس میں زیادہ جز خنزیر کی کھال' ہڈیوں اور کھروں کا ہوتا ہے۔

-5 پیپسن (pepsin) ایک دوا ہے جس میں خنزیر کا خون شامل ہوتا ہے۔

-6 ایل شارٹننگ (L-Shortening) یا انیمل شارٹننگ (Animal-Shortening) ایک تیل ہے جس میں عام طور پر کھانا پکایا جاتا ہے اس میں زیادہ تر خنزیر کی چربی ہوتی ہے۔ جن کا جھٹکا کر کے گوشت بنایا جاتا ہے۔

اشیائے خوردنی میں سؤر کے اجزاء کی ملاوٹ

مندرجہ ذیل کمپنیوں کے بنے ہوئے پنیر (Cheese) خنزیر کے اس بچے کے معدے سے بنائے جاتے ہیں جو دودھ پیتا ہو۔

(1) Kraft Cheese کرافٹ چیز

(2) Ramark Cheese رے مارک چیز

یورپ اور امریکہ میں بنے ہوئے زیادہ تر بسکٹ' پیسٹریاں اور روٹیاں خنزیر کی چربی سے تیار کی جاتی ہیں۔

پیپسی کولا (Pepsi Kola) جسے ہم بڑے شوق سے نوش فرماتے ہیں' اس میں پیپسن (Pepsin) کی ملاوٹ ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ Pepsin ایک دوا ہے جس میں خنزیر کا خون شامل ہوتا ہے۔

کاسمیٹک یعنی بناؤ سنگھار (میک اَپ) کے سامان میں ملاوٹ

مندرجہ ذیل میک اپ کی چیزوں میں لارڈ (خنزیر کی چربی) شامل کی جاتی ہے۔

-1	Lux soap	-2	Camy soap
-3	Avery Soap	-4	Soap Lata
-5	Safe Guard	-6	Zict
-7	Bryl Cream	-8	Liscap
-9	بالوں کی کریم		

مندرجہ بالا تمام چیزیں کولگیٹ اور پام لیف کمپنیوں کی بنی ہوتی ہیں۔

ٹوتھ پیسٹ میں خنزیر کی چربی

مندرجہ ذیل دو کمپنیوں کے بنے ہوئے ٹوتھ پیسٹوں میں بھی سؤر کی چربی ملائی جاتی ہے۔

-1 Kolgate (کالگیٹ) ٹوتھ پیسٹ

-2 Bordenfood

عورتوں کے لیے لپ اسٹک (Lipstick)

سائنسی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ سوائے خنزیر (سؤر) کی چربی کے دیگر ہر جانور کی چربی انسانی جسم پر پگھل جاتی ہے۔ چنانچہ خنزیر کی چربی عورتوں کی لپ اسٹک میں ملائی جاتی ہے۔

نوٹ: میک اپ کے سامان میں خنزیر کے علاوہ اسقاطِ حمل کے ذریعے ضائع کیے جانے والے بچوں کی ہڈیوں سے حاصل شدہ ایک کیمیائی مرکب استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا انکشاف فرانس کی ایک مشہور Cosmetic کی کمپنی کی گاڑی کی تلاشی کے دوران ہوا جس میں مردہ بچوں کے اجسام پائے گئے اور بعد میں پتہ چلا کہ ان کو مختلف قسم کی کریموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اس لیے خدارا درآمد شدہ میک اپ کا سامان بالخصوص استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ اور غیر ملکی کمپنیاں ہمارے ہاں یہ سامان تیار کرتی ہیں تو چونکہ

Rawmaterial تو غیر ملکی ہی ہوتا ہے۔ اس لیے اس Cosmetic کے سامان سے بھی پرہیز کیجئے۔ اپنے بیوی اور بچوں کو ان سے دور رکھیے۔

پرفیوم یعنی (Spray) میں شراب کی ملاوٹ

ہمارے مذہب میں خوشبو لگانا سنت نبوی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے لیکن مسلمانوں کے علاوہ باقی تمام لوگ شراب اٹھتے' بیٹھتے' سوتے اور چلتے پھرتے پیتے ہیں۔ اور خوب پیتے ہیں جبکہ ہمارے مذہب میں شراب بالکل حرام ہے' گو کچھ مسلمان بھی اس گناہ کبیرہ کے مرتکب پائے گئے ہیں۔

بہرحال غیر مسلم شراب کے اتنے دلدادہ ہیں کہ انہوں نے خوشبو میں بھی اس کی ملاوٹ کر دی ہے۔ چنانچہ تقریباً تمام قسم کے (Spray) میں شراب کی ملاوٹ ہے۔

حضور پاک ﷺ نے رب کائنات کے فرمان سے لوگوں کو آگاہ کیا کہ لوگو! سن لو شراب حرام ہے حتیٰ کہ جو شراب کو بطور دوا استعمال کرے اس کے لیے بھی بددعا کی کہ اللہ اسے شفا نہ دے۔

اور اگر وہی حرام چیز ہم اپنے کپڑوں پر لگا کر نماز پڑھیں عبادت کریں تو وہ بارگاہِ الٰہی میں کہاں مقبول ہوگی۔ اس کے بارے میں خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہم اسلام سے دور ہیں اور غیر مسلموں کی چیزوں کو محبوب سمجھتے ہیں اس لیے بلا تامل یہ چیزیں استعمال کیے جا رہے ہیں۔ خواہ یہ چیزیں خدا کے قہر اور غیظ و غضب کا ہی سبب کیوں نہ بن جائیں۔

مذکورہ بالا تمام اشیاء کا استعمال نہ صرف شرعی لحاظ سے حرام ہے بلکہ تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مغربی معاشرہ سینکڑوں بیماریوں کا شکار ہے۔ مثلاً جلد کی بیماریاں' خارش' الرجی' جلد کا وقت سے پہلے لٹک جانا وغیرہ۔ یہ تمام بیماریاں خنزیر کی چربی سے تیار کی ہوئی میک اپ کی چیزیں Cosmetics استعمال کرنے سے پیدا

ہو رہی ہیں۔

اگر آپ مندرجہ بالا اشیاء لاعلمی میں استعمال کر رہے ہیں تو آج ہی ان سے پرہیز کیجئے۔ وگرنہ اس دن کے منتظر رہیئے جب بارگاہِ الٰہی میں بے یارومددگار کھڑے ہو کر اپنے کرتوتوں کے جواب دہ ہوں گے جس دن بارگاہِ الٰہی سے یہ فرمان سنایا جائے گا۔

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ وَلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ (پارہ عم)

ترجمہ: پس اس دن اس کے عذاب جیسا کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس کی پکڑ جیسی کوئی پکڑ ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اے مسلمان! کیا تجھے گوارا ہے کہ 'پیپسی' 'کوکاکولا' 'میکڈونلڈز' کے۔ ایف۔ سی اور لیور برادرز تجھ سے ہی نفع کما کر تیرے ہی مسلمان بھائیوں کے قتل پر خرچ کرے...... اگر تو یہود نواز ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ نہیں کرسکتا تو یاد رکھ کہ کل میدان حشر میں امریکی اور یہودی غنڈوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے بچوں اور عصمتیں تار تار کروانے والی بہنوں کو کیا جواب دے گا......؟؟

اسرائیل کی حمایت یافتہ اسلام دشمن ملٹی نیشنل کمپنیاں

عبدالوارث ساجد

لامہ احمد طائف کی آٹھ سالہ بچی ہے..... کروڑ پتی باپ کی یہ اکلوتی اولاد ہے..... جو ان کی خوشیوں' شادمانیوں اور مسرتوں کا سامان ہے ماں باپ کی محبت نے اسے بلا کا ضدی بنادیا تھا۔ وہ تین سال سے گھر کا پکا کھانا نہ کھاتی تھی۔ اس کے لیے صبح کا ناشتہ دوپہر کو لنچ اور شام کو ڈنر میکڈونلڈ ریستوران سے آتا تھا۔ گزشتہ دنوں اس ضدی لامہ احمد نے سب کو حیران کر دیا۔ اس کے فیصلے سے نہ صرف اس کے والدین انگشت بدنداں رہ گئے بلکہ پورے طائف میں اس کو سراہا گیا۔ آٹھ سالہ لامہ احمد کو جب یہ معلوم ہوا کہ جس میکڈونلڈ ریستوران سے وہ کھانے کھاتی ہے اس کی آمدنی سے خطیر رقم کا حصہ یہودیوں کی فلاح و بہبود اور اسرائیل کے استحکام کے لیے جاتا ہے اور اس رقم سے اسرائیل گن شپ ہیلی کاپٹر' بکتر بند گاڑیاں اور شیطان نما ٹینک تیار کر کے فلسطین کے معصوم بچوں کو روندتا ہے تو اس نے احتجاجاً میکڈونلڈ کے کھانے بند کر دیئے۔ عرب سرزمین کی یہ ننھی لامہ احمد ان تین کروڑ مسلمانوں میں سے ایک ہے جنھوں نے اسرائیل کی حمایت کرنے والی کمپنیوں کی پراڈکٹس کے

بائیکاٹ کا اعلان کیا ہے۔ وہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ان تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کر چکے ہیں جو اسرائیل کی حمایت کرتی ہیں اور انہیں اپنی آمدنی سے فنڈز مہیا کرتی ہیں۔ عرب عوام نے یہ عظیم قدم فلسطین میں قائم اسلامک ہیومن رائٹس کمیشن فرینڈز آف الاقصیٰ، تحریک یکجہتی فلسطین، فلسطینی ایسٹرن سینٹر الاقصیٰ اور انتفاضہ کی اس اپیل کے بعد اٹھایا جو انہوں نے کوکا کولا اور پیپسی کی طرف سے اسرائیل کو اپنی چار دن کی آمدنی دینے کے اعلان کے بعد کی تھی۔ ان تنظیموں نے ایک مشترکہ اعلامیہ میں عالم سے یہ اپیل کی تھی کہ وہ ایسی ملٹی نیشنل کمپنیاں جو اسرائیل کی حمایت یافتہ ہیں اور انہیں فنڈز مہیا کرتی ہیں ان کی مصنوعات خرید کر فلسطینیوں کے قتل عام میں اسرائیل کی مدد نہ کریں۔ ان دنوں عرب ممالک میں اس اپیل پر ایک زبردست لہر اٹھی ہوئی ہے اور چھوٹے بچوں تک نے ایسی مصنوعات کے تصرف سے گریز شروع کر دیا ہے جو اسرائیل کی حمایت یافتہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ہیں۔ کوکا کولا، پیپسی، میکڈونلڈ، مارکس، اے او ایل، سی این این، ڈیلٹا گیس، ایسپارڈز، ڈائینم، ڈزنی، اسپائی لورل، ایس ٹی لورڈز، جانسن اینڈ جانسن، لیکس ٹرسٹ گروپ، سلفرتج، ہوم ڈیوسفار بکس، کیبر وے کلارک لاریئل اور وی لمیٹڈ جیسی ساری کمپنیوں کی مصنوعات کو اب عرب عوام ہاتھ لگانا پسند نہیں کرتے۔ عرب ممالک کے عوام کا یہ اقدام قابل تحسین ہے جس سے عالم کفر کو نہ صرف دھچکا لگا ہے بلکہ ان کی تمام کمپنیاں زبردست خسارے کی زد میں ہیں۔ اس کا انکشاف سعودی عرب کے معروف تجارتی ادارے فاسٹ فوڈ کے مالک ملک سیمر نصیر نے کیا۔ ملک سیمر کے سعودی عرب میں فاسٹ فوڈ کے 180 سینٹرز ہیں جس میں امریکی مصنوعات کی فروخت بند ہو چکی ہیں اور ان سب ملٹی نیشنل کمپنیوں کی بھی جو اسرائیل کی حمایت یافتہ ہیں۔ سیمر نصیر کا دعویٰ ہے کہ اس کے تمام سینٹرز پر ملٹی نیشنل کمپنیوں کی کوئی پراڈکٹ موجود نہیں ہیڈ اینڈ شولڈرز، پیزا، آلو کے چپس سے لے کر ملبوسات اور میک اپ کے سامان تک کی فروخت میں

خاصی کمی آچکی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ ملٹی نیشنل کمپنیاں گذشتہ کئی روز سے مسلسل خسارے میں جا رہی ہیں اور یہ خسارا ہر بیتے دن کے ساتھ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ عرب ممالک کے ساتھ مل کر اگر عالم اسلام کے تمام ممالک ان کمپنیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیں تو اسلام دشمن ان تمام ممالک کی معاشی اور اقتصادی حالت کو بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ ورنہ صورت حال یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان ہی صرف سگریٹ نوشی کی مد میں روزانہ 96 لاکھ ڈالر اسرائیل کو ادا کر رہے ہیں' دنیا کی ساڑھے چھ ارب میں سے مسلمانوں کی آبادی ایک ارب 30 کروڑ سے زائد ہے اس میں سے 40 کروڑ مسلمان سگریٹ نوشی کرتے ہیں اور اس سگریٹ نوشی کے بدلے 96 لاکھ ڈالر روزانہ اسرائیل کو فراہم کرتے ہیں۔ دنیا بھر میں سگریٹ سپلائی کرنے والی کمپنی فلپس مورس کے مالکان کٹر یہودی ہیں جو اپنے منافع کا 21 فیصد اسرائیل کو بطور امداد عطیہ دیتے ہیں۔ یعنی مسلم دنیا سے تقریباً 8 سو ملین ڈالر روزانہ اس کمپنی کو جاتے ہیں جس سے کمپنی کا اوسطاً منافع 10 فیصد جو کہ 80 ملین ڈالر روزانہ بنتا ہے فلپس مورس کے علاوہ دیگر یہودی اور اس کی حمایت یافتہ ملٹی نیشنل کمپنیاں جن میں لیور برادرز' پراکٹر اینڈ کیمبل' کولگیٹ اینڈ پامولیو' جیلے' فلپس کی تمام تر مصنوعات سے حاصل شدہ آمدنی بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اسرائیل کے استحکام کے لیے بروئے کار لائی جاتی ہے جس کی سب سے بڑی وجہ ان کمپنیوں کے مالکان کا یہودی ہونا ہے جو نظریاتی طور پر اسرائیل کے استحکام اور بقاء کے لیے ہر قسم کی معاونت کے لیے کوشاں ہیں آپ لیور برادرز کنزیومر مصنوعات فراہم کرنے والی سب سے بڑی کمپنی کو دیکھ لیں جس کی مصنوعات میں سرف' سن لائٹ' واشنگ پاؤڈر' وم بار' میجک بار' لائف بوائے' لکس' رکسونا' لرل' لائف بوائے گولڈ' ڈوسن لائٹ سوپ' کلوز اپ ٹوتھ پیسٹ' پیپسو ڈنٹ' فیر اینڈ لولی' سن سلک شیمپو' لائف بوائے شیمپو' ڈالڈا بناسپتی' ڈالڈا کوکنگ آئل' پلانٹا کوکنگ آئل' ڈالڈا سن فلاور آئل' بلیو بینڈ مارجرین'

لپٹن یلولیبل' بروک بانڈ' سپریم' لپٹن پرل ڈسٹ بروک بانڈ' کینیا مکسچر' ٹاپ سٹار' پونڈز کریم' والز آئس کریم' پولکا آئس کریم شامل ہیں۔ یہ کمپنی کب سے قائم ہے اور اب تک کتنا منافع کما کر اسلام دشمن ممالک کو فراہم کر چکی ہے۔ یہ ایک لمبی داستان ہے آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ رواں سال کے ماہ جنوری سے مارچ تک 3 ماہ کے مختصر عرصہ میں اس کمپنی نے 71 کروڑ 70 لاکھ روپے کا منافع کمایا جو گزشتہ سال کی نسبت 48 فیصد زیادہ ہے اس سے آپ بخوبی جان گئے ہوں گے کہ یہ کمپنی سال میں کتنا منافع حاصل کرتی ہے اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن اسرائیل کو کتنا فراہم کرتی ہے۔

شیرٹن کے ریستوران میں قدم رکھتے ہوئے کبھی نہیں سوچا کہ اس کی آمدنی کہاں جاتی ہے......؟ میکڈونلڈ کے کھانوں میں آنے والی لذت سے ہمیں فلسطینیوں کے دکھ کا پتہ بھی نہیں چلتا......؟ وجہ یہ ہے کہ ہم میں احساس کی کمی ہے ہم مجموعی طور پر بے حسی کا شکار ہیں ورنہ کیا ہم لکس' رکسونا' لائف بوائے سے غسل نہ کریں تو کیا ہم صاف نہیں ہو سکتے......؟ سنسلک' ہیڈ اینڈ شولڈر سے بال نہ دھوئیں تو کیا گنجے ہو جائیں گے......؟ پیپسوڈنٹ' کلوز اپ ٹوتھ پیسٹ سے دانت صاف نہ کریں تو کیا ہم کھانا نہیں چبا سکتے......؟ کوکا کولا' پیپسی نہ پئیں تو کیا ہماری تشنگی دور نہ ہوگی......؟ لپٹن' بروک بانڈ کی چائے نہ پئیں گے تو کیا زندہ نہ رہیں گے؟ فیئر اینڈ لولی' پونڈز کریم استعمال نہ کریں گے تو کیا ہمارے چہرے بگڑ جائیں گے؟ پارکر اور ایڈجیل کے قلم نہ ہوں تو کیا دوسرے قلموں سے روشنائی بند ہو جائے گی؟ وڈلینڈ' ایکشن کے جوتے نہ پہنیں گے تو کیا ہم چل نہ پائیں گے؟ یہ مصنوعات ان کمپنیوں کی ہیں جو یہودی ہیں یا پھر صیہونی عزائم کی طرفدار' اگر ہم ان سب کو استعمال نہ کریں تو کوئی قیامت نہیں آجائے گی؟ ہماری زندگی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کیونکہ ان سب کے متبادل بھی اشیاء ہیں جو ہم استعمال کر سکتے ہیں' صابن میں میڈیا

باتھ اور پیکوائٹ سوپ ہے۔ ٹوتھ پیسٹ میں مسواک اور اسنکر و شیمپو اور چک اور ایور ہے کولڈ میں چنیل اور امول ہے چائے اور کافی میں پتا کا اور تیز ہے کریم میں امامی نیچرل فیئر ہے۔ قلم اور روشنائی میں ٹو ڈے اور روٹومیکس ہے۔ جوتوں میں لبرٹی اور پیراگون ہے۔ الغرض کہ اگر ہم روزمرہ کی ان اشیاء کو ڈھونڈیں جس کی خریداری سے اسلام اور مسلمان کی آن پر چوٹ نہ پڑے تو ہمیں مل سکتی ہیں۔ آیئے! آپ اور میں اسلام دشمن ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیں' کام کا آغاز عرب عوام نے کر دیا ہے ان کے قدم سے قدم ملا دیں' طائف کی ننھی لامہ احمد نے راستہ دکھایا اس پر چل پڑیں تاکہ نہ ہماری جیب سے ان کمپنیوں کو کوئی رقم جائے نہ ہم فلسطینیوں کے قتل عام میں اسرائیل کا ساتھ دیں۔ لمبی سے لمبی مسافت کا آغاز چھ انچ کے پاؤں سے ہوتا ہے۔ آیئے! یہ پاؤں اٹھا دیں۔ اور اسرائیل سمت عالم کفر کی گماشتہ کا کردار ادا کرنے والی ان تمام ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیں جو اسلام دشمنی میں نمایاں ہیں اور اسرائیل کی حمایت یافتہ ہیں تاکہ کفر کے خاتمے کے ساتھ ہی ان گماشتوں کا بھی سرخم ہو جائے۔

گماشتے ہیں یہ سب سامراج کے
عدو کے ساتھ ہی کرنا ہے کام ان کا بھی

ملٹی نیشنل کمپنیاں اور اسلام

محمود رشید حدوٹی

یہ بات اب روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ دنیا بھر میں جتنی ارتدادی سرگرمیاں جاری ہیں اور جتنی مسلم کش پالیسیاں پنپ رہی ہیں سب کی پشت پر کوئی نہ کوئی قوت کارفرما ہے' حالات و واقعات پر گہری نظر رکھنے والے لوگوں سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ارتدادی مہموں اور مسلم کش مظالم کی پشت پر استعماری طاقتوں کے ساتھ ساتھ ملٹی نیشنل کمپنیوں کا ہاتھ بھی ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں میں زیادہ تر اثر و رسوخ یہود و نصاریٰ کا ہے۔ ان میں معدودے چند ایسی ہیں جو مسلمانوں کے پاس ہیں' اکثر پنجہ اغیار میں ہیں۔ آپ اسی بات سے اندازہ لگا لیجئے کہ کوکا کولا کے انگریزی مارکہ کو اگر الٹا کر کے پڑھا جائے تو صاف دکھائی دیتا ہے "لامکۃ لا محمد" پیپسی کو انگریزی میں لکھا جائے تو اس کا مجموعہ جن حروف سے بنتا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ "اسرائیل کے تحفظ کے لیے ہر کوئی پائی پائی جمع کرے۔"

اسرائیل کے صحراؤں' شہروں اور دیہاتوں میں فلسطین کے بچے' بوڑھے اور جوان جس دست جفا سے چھلنی اور شہید کیے جا رہے ہیں اس کے پس پردہ بھی انہی ظالم کمپنیوں کا ہاتھ ہے۔ سرب درندوں کے ہاتھوں جب بوسنیائی مسلمانوں کی لاشوں سے خدا کی دھرتی رنگین کی جا رہی تھی اس سے بھی ان ظالم خون چوسنے والی

کمپنیوں نے خوب خوب سرمایہ پانی کی طرح بہایا۔

وطن عزیز پاکستان میں ملٹی نیشنل کمپنیوں نے بڑے سائنٹیفک انداز سے اپنا جال بچھایا ہے' جس کے تانے بانے پورے ملک میں مکڑی کے جال کی طرح بنے جا رہے ہیں' پاکستان کے دیہی علاقوں میں رفاہی کاموں کی آڑ میں نوجوان نسل کو اسلام اور اسلامی تعلیمات سے برگشتہ کرنے کا شرمناک منصوبہ عملی مراحل سے گزر رہا ہے' عورتوں اور سادہ لوح نوجوانوں کو اسلامی تعلیمات سے متنفر کیا جا رہا ہے' خانیوال سے لے کر سیالکوٹ تک کے علاقوں کو کوڑیوں کے حساب سے خرید کر عیسائی ریاست تشکیل دینے کی سازش تیار ہو چکی ہے۔ اس گھناؤنے منصوبے کی پیٹھ پر بھی انہی ظالم کمپنیوں کا سرمایہ عریاں ناچ رہا ہے۔ فوجی وردی میں ملبوس بعض ڈریکو لے بری طرح ان کمپنیوں کے دام تزویر میں الجھ چکے ہیں۔ وطن عزیز سے 1973ء کے آئین کا تعطل' جہادی تنظیموں پر پابندی' قادیانیوں کے لیے نرم پالیسی اور عیسائی ریڈیو اسٹیشنوں کا قیام انہی ظالم کمپنیوں کا کیا دھرا ہے۔

حیرانی کی بات یہ ہے کہ دنیا بھر میں عیسائی فلاحی ادارے خدمت خلق کے نام پر اپنا پیغام عام کر رہے ہیں۔ ان کی خفیہ تنظیمیں دنیا بھر میں اپنا جال بچھائے ہوئے ہیں۔ اسلامی حکومتوں کا عروج و زوال' ان کا استحکام اور عدم استحکام' اندرون خانہ سازشیں اور شرارتیں پورے زور و شور سے جاری ہیں۔ مگر کسی سمت سے ان کے اس اخلاق سوز رویے پر صدائے احتجاج بلند نہیں ہوتی۔ صدائے احتجاج کی بجائے نہیں داد دی جاتی ہے' انہیں سراہا جاتا ہے' مگر اس کے علی الرغم دنیا بھر کے غیور و جسور مسلمانوں کے فلاحی اداروں اور ٹرسٹوں کو بدنام کیا جا رہا ہے' ان پر مقامی حکومتوں کے ذریعے پابندیاں لگوائی جا رہی ہیں۔ ان کے اکاؤنٹس منجمد کرنے کے احکامات صادر کیے جا رہے ہیں۔

مسلمان کی سادہ لوحی پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنے سرمائے سے مسلمان کو

اذیت دے رہا ہے' اس کی دولت سے مسلمان کے خلاف گولی اور بارود خریدا جا رہا ہے' اس کے سرمائے سے اسلام اور مسلمان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے پراگندہ خواب دیکھے جا رہے ہیں' مسلمان کے سرمائے سے اس کے دین کا صفایا کیا جا رہا ہے' مسلمان کی دولت سے ملت اسلامیہ کا شیرازہ ابتر ہو رہا ہے' مسلمان کی جوتی مسلمان کے سر پر ماری جا رہی ہے' اگر مسلمان غور کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ یہود و نصاریٰ کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کی تیار کردہ اشیاء خریدنے سے انہیں مالی قوت ملتی ہے۔ پیپسی کی بوتل ایک مسلمان کے جگر کو ٹھنڈا کرتی ہے لیکن اس کے عوض کئی سو مسلمانوں کی زندگیوں کے چراغ گل کر دیئے جاتے ہیں۔ کوکا کولا کی ایک بوتل کسی ایک مسلمان کے جگر کو ٹھنڈا کرتی ہے مگر اس رقم سے سینکڑوں مسلمانوں کی آرزوؤں اور امنگوں کا خون کیا جاتا ہے۔

قطر کے ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے دوا ساز یہودی کمپنیوں کو یہود کی مددگار قرار دیا ہے' کویت سے شائع ہونے والے عربی ہفت روزہ ''المجتمع'' نے 25 مئی 2002ء کی اشاعت میں ڈاکٹر قرضاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے عرب اسلامی ممالک میں تیار کی جانے والی دوائیں اگر فی نفسہ درست ہیں اور مغربی ممالک کی تیار کی ہوئی دواؤں کے معیار سے کم بھی ہوں تو پھر بھی اسلامی ممالک کی دواؤں کا نسخہ لکھ کر دینا چاہیے۔ بیرونی ممالک سے آنے والی دواؤں کی آمدنی یہودیوں کو سپورٹ کرتی ہے' امریکہ اور دوسرے ممالک جو یہودیوں کی مدد کرتے ہیں ان کی تیار کی ہوئی دواؤں کو خریدنا ان کی تقویت کا باعث ہے۔ یہ گناہ اور ظالم کی مدد کے مترادف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرو' گناہ اور ظلم کے کام پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو' اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ اس کی گرفت سخت ہے۔'' (المائدہ: 2)

ڈاکٹر قرضاوی نے ببانگ دہل کہا کہ یہودیوں کی بنائی ہوئی اشیاء خریدنا

جائز نہیں ہے۔ اگر بہت ہی مجبوری ہو تو ''الضرورۃ یتقدر بقدر الضرورۃ'' کے تحت اس وقت خریدی جاسکتی ہیں' جب اسلامی ممالک کی تیار کردہ ادویہ بالکل کفایت نہ کریں' اپنی ادویہ کا درست ہونا ہی کافی ہے بہت اعلیٰ اور معیاری ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ ڈاکٹر حضرات اسے مریضوں کے لیے تجویز کرسکتے ہیں' لیکن اسلام دشمنوں کی بنائی ہوئی ادویہ تجویز نہ کریں' جن کی قیمت سے وہ گولی خریدی جاتی ہے جو ہمارے مسلمان بھائیوں کے خلاف استعمال ہوتی ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی فلسطین اور دوسرے ممالک میں ان ظالمانہ اور مسموم گولیوں کا نشانہ بنتے ہیں۔

(ماہنامہ ''آب حیات'' لاہور' ستمبر 2002ء)

ڈاکٹر قرضاوی نے واضح کیا کہ فتنہ عالمگیریت کے اس دور جدید میں ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم مسلمان ملکوں کی بنی ہوئی چیزوں کو ترجیح دیں' جنہیں ملٹی نیشنل کمپنیوں کے خونی شکنجے کا سامنا ہے' جن کے خونی پنجے براعظموں کی گہرائی تک پیوست ہو چکے ہیں' ہماری مسلم مصنوعات کو ان ملٹی نیشنل کمپنیوں سے سخت خطرہ لاحق ہے' ہمارے لیے ضروری ہوگیا ہے کہ ہم اپنی پیداوار کو بچائیں خصوصاً جو ہماری زندگی کے لیے مفید ہیں اور اس سے متعلق ہیں' دوائیں بھی انہی خصوصی اشیاء میں شامل ہیں' جن کی ہمیں اس ہمہ گیر تباہی اور خوفناک جنگ کے دوران ضرورت پیش آتی ہے۔ (ماہنامہ ''آب حیات'' لاہور' ستمبر 2002ء)

یہ ڈاکٹر قرضاوی کی بصیرت افروز باتیں تھیں' اس طرح کی چشم کشا اور دلوں کے بند دریچے کھولنے والی کھری کھری باتیں اب ہر عالم دین کی نوک زبان اور نوک قلم پر ہیں' بہت سے عرب علماء نے ملٹی نیشنل کمپنیوں کے خلاف فتوے جاری کیے ہیں اور عرب ممالک میں ان کی مصنوعات کا باقاعدہ بائیکاٹ کیا جا رہا ہے۔

ملٹی نیشنل کمپنیوں کا طریقۂ واردات

یاسر محمد خان

حقائق شرمناک بھی ہیں اور تلخ بھی۔ اس وقت دنیا میں تیل پیدا کرنے والے گیارہ بڑے ممالک ہیں: الجیریا، انڈونیشیا، ایران، عراق، کویت، لیبیا، نائیجیریا، قطر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور وینزویلا۔ ان گیارہ ممالک میں دس مسلمان ہیں۔ سعودی عرب کے پاس 2 لاکھ 62 ہزار 7 سو 84 ملین بیرل خام تیل کے ذخائر ہیں جبکہ 6 ہزار ایک سو 46 بلین کیوبک میٹر قدرتی گیس ہے۔ وہ روزانہ 7 ہزار 5 سو 84 بیرل تیل اور 46 ہزار 2 سو ملین کیوبک گیس نکالتا ہے۔ سعودی عرب ہر سال 44 ہزار 9 سو 34 ملین ڈالر کا تیل فروخت کرتا ہے۔ سعودی عرب کے بعد تیل کا سب سے بڑا ذخیرہ عراق میں ہے۔ عراق میں ایک لاکھ 12 ہزار 5 سو ملین بیرل تیل اور 3 ہزار ایک سو 88 بلین کیوبک میٹر گیس ہے۔ وہ روزانہ 2 ہزار 7 سو 19 بیرل تیل اور 3 ہزار 2 سو ملین کیوبک میٹر گیس نکالتا ہے۔ ایران کے پاس 93 ہزار ایک سو ملین بیرل تیل اور 22 ہزار 3 سو 70 بلین کیوبک میٹر گیس ہے۔ لیبیا کے پاس 29 ہزار 5 سو ملین بیرل تیل اور ایک ہزار 3 سو 15 بلین کیوبک میٹر گیس ہے۔ الجیریا کے پاس 11 ہزار 3 سو 14 ملین بیرل تیل اور 4 ہزار 5 سو 23 بلین کیوبک میٹر گیس۔ نائیجیریا 22 ہزار 5 سو ملین بیرل تیل اور 3 ہزار 5 سو 10

بلین کیوبک میٹر گیس۔ انڈونیشیا 4 ہزار 9 سو 80 ملین بیرل تیل اور 4 ہزار 4 سو 80 بلین کیوبک میٹر گیس اور وینزویلا میں 76 ہزار 8 سو 84 ملین بیرل تیل اور 4 ہزار ایک سو 52 بلین کیوبک میٹر گیس ہے' لیکن دلچسپ حقیقت ملاحظہ کیجئے: ان گیارہ تیل پیدا کرنے والے ممالک میں صرف وینزویلا ایسا ملک ہے جس کی آئل کمپنی کا نام دنیا کی پانچ سو بڑی کمپنیوں میں شامل ہے جبکہ باقی دس اسلامی ممالک کی کوئی کمپنی ملٹی نیشنل کمپنیوں کی فہرست میں شامل نہیں۔ یہ واضح رہے وینزویلا ایک غیر مسلم ملک ہے۔ یہ بھی ملاحظہ کیجئے! امریکہ میں بیسیوں ایسی آئل کمپنیاں ہیں جو آئل پیدا کرنے والے مسلم ممالک سے تیل خرید کر آگے بیچتی ہیں اور اس خرید و فروخت میں اتنا نفع کما لیتی ہیں کہ ان کا شمار نہ صرف دنیا کی بڑی کمپنیوں میں ہوتا ہے بلکہ وہ دنیا کی پہلی بیس کمپنیوں میں رکھی اور دیکھی جاتی ہیں' مثلاً آپ ایکسن موبائل ہی کو لیجئے' یہ دنیا کی پانچ سو بڑی کمپنیوں کی فہرست میں پہلے اور سو بڑی امریکی کمپنیوں کی لسٹ میں دوسرے نمبر پر ہے۔ یہ کمپنی عربوں سے تیل خرید کر دنیا میں بیچتی ہے۔ اس خرید و فروخت سے اس کے اثاثہ جات کی مالیت 2 لاکھ 10 ہزار 3 سو 92 ملین ڈالر ہو چکی ہے جو سعودی عرب کی پانچ برس کی تیل کی کل فروخت کے برابر ہے۔ یہ کھلی ڈھلی بدمعاشی اور زیادتی ہے۔ اس کے برعکس وینزویلا عربوں سے کہیں کم تیل پیدا کرتا ہے لیکن غیر مسلم ریاست ہونے کے باعث نہ صرف وہاں آئل کمپنی بن گئی بلکہ اسے دنیا کی بڑی کمپنیوں میں شامل ہونے کا موقع بھی دیا گیا۔

تیل ہی نہیں بلکہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی زندگی کے ہر شعبے' ہر ذریعے اور ہر وسیلے پر مکمل اجارہ داری قائم ہے۔ یہ کمپنیاں ٹڈی دل کی طرح حملہ کرتی ہیں اور پل بھر میں سارے وسائل چاٹ جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں زراعت کی مثال بھی دی جاسکتی ہے' مثلاً آپ پنجاب ہی کو لیں' یہ صوبہ کبھی پورے برصغیر کی غذائی ضروریات پوری کیا کرتا تھا۔ آپ برما چلے جاتے آپ کو وہاں بھی ڈیرہ غازی خان کی گندم اور

چنے ملتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد جب مشرقی اور مغربی دونوں پاکستان کی زرعی اور غذائی ضروریات کا کفیل تھا۔ ڈھاکہ ہو یا سلہٹ یا فرید پور پورے مشرقی پاکستان میں سیالکوٹ کے چاول خریدے اور کھائے جاتے تھے' پھر پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا' مشرق بنگلہ دیش بن گیا اور مغرب پاکستان۔ اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مغربی پاکستان میں خوراک فالتو ہو جاتی' پاکستان خوراک برآمد کرنے والا ملک بن جاتا' کیونکہ کھانے اور خریدنے والے کم ہو گئے تھے جبکہ کھیت کھلیان اور ہاری کسان وہی تھے' لیکن عجیب تماشا ہوا' آنے والے چند برسوں میں پاکستان غذائی قلت کا شکار ہو گیا۔ وہ پاکستان گندم' چاول' دالیں' سبزیاں اور پھل جس کی وجہ افتخار ہوتے تھے' جو دوسرے ممالک کو بیچ دیا کرتا تھا' وہ پاکستان دانے دانے کو محتاج ہو گیا۔ حد تو یہ تھی اور اب بھی ہے پاکستان کا شمار گندم درآمد کرنے والے پہلے پندرہ ممالک میں ہونے لگا۔ یہ کیسے ہوا؟ اس کی کیا وجوہات تھیں؟ یقیناً ہر بالغ الذہن شخص کی طرح یہ سوال آپ کے دل و دماغ پر بھی دستک دے رہا ہوگا۔ اس ''انقلاب'' کے پیچھے ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں۔ وہ ملٹی نیشنل کمپنیاں جو بیج ایجاد کرتیں' کھادیں اور کیڑے مار دوائیں بناتی اور محفوظ کرتی ہیں۔ ان کمپنیوں کا کمال یہ ہوتا ہے کہ یہ بیج ایجاد کرتی ہیں۔ اس بیج کو سیاسی اثر و رسوخ استعمال کر کے کسی ملک میں کاشت کراتی ہیں۔ یہ بیج شروع میں روایتی بیجوں سے ستر اسی فیصد زیادہ فصل دیتا ہے۔ وہ ملک اور اس ملک کا کاشتکار اتنی فصل دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے۔ اگلے سال یہی بیج دوبارہ کاشت کیا جاتا ہے۔ جب بیج زمین میں جڑ پکڑ لیتا ہے تو کمپنی اعلان کرتی ہے ''اگر آپ پہلے سے زیادہ فصل لینا چاہتے ہیں تو کھیت میں فلاں کھاد ڈالیں۔ کسان وہ کھاد خرید کر ڈال دیتا ہے۔ فصل اس سال بھی اچھی ہوتی ہے' اگلے سال کھاد کے ساتھ کیڑے مار ادویہ شامل ہو جاتی ہیں کیونکہ اس بیج میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ دوسرے تیسرے سال بعد فصل میں مخصوص قسم کے کیڑے پیدا کرتا ہے۔ یہ کیڑے صرف اسی ملٹی نیشنل

کمپنی کی دوا سے تلف ہوتے ہیں جس نے بیج ایجاد کیا تھا۔ چوتھے سال دو بڑے واقعات بیک وقت وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ بیج اچانک بانجھ ہو جاتا ہے۔ وہ بیج جو کبھی دوگنی پیداوار دیتا تھا' وہ سرے سے جڑیں پکڑنے سے انکار کر دیتا ہے۔ کسان بیچارہ پریشان ہو کر کمپنی کے دفتر کی طرف بھاگتا ہے' وہاں جا کر پتہ چلتا ہے کمپنی اس بیج کو بیکار قرار دے چکی ہے۔ اب اس کی جگہ نیا بیج آ چکا ہے۔ دوسرا واقعہ یہ وقوع پذیر ہوتا ہے کہ اب اس کھیت میں صرف اسی کمپنی کے بیج اگ سکتے ہیں۔ اگر کسان کسی دوسری فصل یا کمپنی کے بیج لگانے کی کوشش کرتا ہے تو زمین میں وہ بیج قبول کرنے سے انکار کر دیتی ہے لہٰذا کسان بری طرح اس کمپنی کے ہاتھوں میں کھلونا بن جاتا ہے۔

چھ سات مرتبہ فصل لینے کے بعد ایک نئی صورتحال سامنے آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اس بیج' اس کھیت کی فصل استعمال کرتے رہے' وہ ایک انوکھی بیماری کا شکار ہو چکے ہیں۔ وہ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں تو ڈاکٹر انہیں ایک مہنگی دوا لکھ کر دے دیتے ہیں۔ تحقیق کی تو پتہ چلا یہ دوا بھی وہی کمپنی بناتی ہے جس نے وہ بیج ایجاد کیا تھا' جو اس بیج کے لیے کھاد اور کیڑے مار دوائیں بناتی تھی۔ یوں پہلے کسان اور پھر آہستہ آہستہ پورا ملک اس کمپنی کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ ہمارے پنجاب کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ ستر کی دہائی میں ملٹی نیشنل کمپنیوں نے حکومت کے ساتھ ساز باز کرکے ہمارے کسان کو گندم' چاول اور کپاس کے بیج دیئے۔ شروع شروع میں ہمارے کھیتوں نے دوگنی پیداوار دی' ہم خوش ہو گئے۔ اگلے سال اس بیج نے کھاد کا مطالبہ کر دیا' ہم نے اس کو سائنس اور ٹیکنالوجی سمجھ کر قبول کر لیا۔ شروع میں یہ کھاد درآمد ہوئی پھر کمپنی نے پیش کش کی: ''آپ جو ہر سال کروڑوں اربوں روپے کی کھاد منگوائیں گے' کیوں نہ ہم آپ کو ملک ہی میں کارخانہ لگا دیں؟'' ہم خوش ہو گئے۔ کمپنی نے حکومت کے پیسے سے کھاد کا کارخانہ لگا دیا۔ اگلے سال فصل

میں کیڑے پیدا ہو گئے۔ کیڑوں کے لیے باہر سے دوائیں منگوائی گئیں' دوائیں چھڑکی گئیں تو پتہ چلا اب کھیتوں کو پہلے سے زیادہ پانی چاہیے۔ حکومت نے سوچا کہ اب کیا کریں؟ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے نمائندوں نے کہا کہ ٹیوب ویل لگوائیں' ٹیوب ویلوں کے لیے انجن اور دوسرے پرزے منگوائے گئے تو معلوم ہوا یہ پرزے اور انجن بھی بیج بنانے والی کمپنی ہی کی ''سسٹر کمپنیاں'' بناتی ہیں۔ ٹیوب ویل لگے تو بجلی کا استعمال بڑھا۔ اب بجلی کی سہولت میں اضافے کا فیصلہ ہوا۔ اس وقت معلوم ہوا بجلی کا سامان' تاریں' کھمبے اور میٹر بھی وہی کمپنی بناتی ہے۔ میٹر' کھمبے اور تاریں بھی انہیں سے خرید لی گئیں پھر معلوم ہوا اس کمپنی نے کھمبے دیے تو تاریں دینے سے انکار کر دیا۔ تاریں دیں تو آدھی دے کر باقی سے منکر ہو گئی' بجلی کا سارا سامان دے دیا تو ٹیوب ویلوں کے فاضل پرزوں سے جواب ہو گیا' اچانک کھاد کے لیے کیمیکل آنے رک گئے' دوائیں چھڑکنے کا وقت آیا تو کیڑے مار دوائیں شارٹ ہو گئیں۔ اس کے بعد وہ کھیل شروع ہو گیا جو تیسری دنیا کے اکثر ممالک میں ہو رہا ہے' مثلاً اس صورتحال میں حکومتی نمائندے بھاگے بھاگے ملٹی نیشنل کمپنی کے ہیڈ آفس پہنچے' کمپنی کے چیف ایگزیکٹو سے ملاقات ہوئی۔ اس نے چھوٹتے ہی کہاں: ''حضور! ہم آپ کے ملک میں کاروبار نہیں کر سکتے۔'' پوچھا ''کیوں؟'' جواب آیا: ''وہاں ٹیکس بہت ہیں' اتنے ٹیکس دے کر ہمیں وارہ نہیں کھاتا۔'' ٹیکسوں میں چھوٹ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یوں وہ ملٹی نیشنل کمپنی ہمارے بجٹ' ہماری قومی معیشت میں دخیل ہو گئی۔

ٹیکس معاف ہوا تو کمپنی نے کہا کہ آپ کو باقی تمام چیزیں تب ملیں گی جب آپ ہماری یہ نئی پراڈکٹ اپنے ملک میں متعارف کرائیں گے۔ پوچھا: نئی پراڈکٹ کیا ہے؟ پتہ چلا ''انجن آئل ہے'' پوچھا: ''بھائی صاحب! کھادوں' بیجوں اور تاروں کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔'' ''بتایا گیا کہ تیل بنانے والی یہ کمپنی بھی بیج

بنانے والی کمپنی نے خرید لی ہے' کمپنی یہ تیل سستا دے گی۔'' ملک میں تیل آ گیا' کچھ عرصے بعد کمپنی نے ملک میں پیٹرول پمپ لگانے شروع کر دیئے' پیٹرول پمپوں پر گاڑیوں کے فاضل پرزے رکھے جانے لگے' پرزے رکھے تو پرزوں کے آگے پیچھے ضروریات زندگی کے کیبن بھی لگا دیئے گئے' آہستہ آہستہ پیٹرول پمپوں پر شاپنگ مال بن گئے۔ ان شاپنگ مالز کے لیے مصنوعات درآمد کرنے کی اجازت لی گئی۔ اشیاء آئیں تو زیادہ آ گئیں لہٰذا حکومت سے درخواست کی گئی کہ کمپنی کو شہروں میں بھی دکانیں کھولنے کی اجازت دی جائے۔ اجازت مل گئی' کمپنی نے پہلے دو تین بڑے شہروں میں شاپنگ مال بنائے۔ شاپنگ مال چل نکلے تو وہ ضروریات زندگی بیچنے والی کسی بڑی کمپنی کو بیچ دی گئی۔ یوں ٹارگٹ یا وال مارٹ قسم کی کوئی بڑی کمپنی اس ملک میں داخل ہو گئی' جس کے بعد اس ملک کی معیشت گروی ہو گئی اور ہاں ایک بات تو ذہن میں ہی نہیں رہی کہ اس سارے عرصے کے دوران اس ملک میں کوئی حیران کن بیماری بھی پھیل گئی۔ ایسی بیماری جس کا پہلے نام سنا تھا اور نہ ہی دیکھی گئی تھی۔ علاج شروع ہوا تو اس کی دواء بھی اس کمپنی کی زنبیل سے دریافت ہوئی۔ دواء کا استعمال شروع ہوا' وہ مرض تو ٹھیک ہو گیا لیکن اس کی جگہ ایک نئے مرض نے لے لی۔ مریض ڈاکٹر کے پاس گیا' ڈاکٹر نے دواء کا کتابچہ نکال کر دکھایا۔ وہاں لکھا تھا' اس دواء کے استعمال سے یہ علامات پیدا ہو سکتی ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا یہ اس دوا کے ''سائیڈ افیکٹ'' ہیں۔ اب تم ان سائیڈ افیکٹس سے بچنے کے لیے فلاں دوا استعمال کرو۔ وہ دوا بھی اس کمپنی کی تیار کردہ ہوتی ہے۔ یوں وہ بیج اور اس بیج سے پیدا ہونے والی فصل کھانے والا شخص دائمی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں دنیا کی دو بڑی بیماریوں کا حوالہ خارج از بحث نہیں ہوگا۔ اس وقت کینسر اور ایڈز دنیا کے دو بڑے لاعلاج مرض ہیں۔ کینسر ایک خاصا پرانا مرض ہے۔ لیکن یہ جس شدت سے پچھلے تیس چالیس برسوں میں سامنے آیا ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

یہی وہ دورانیہ ہے جب دنیا میں نئے بیج، کھادیں اور کیڑے مار ادویات متعارف ہوتی ہیں۔ بالکل اسی طرح ایڈز بھی اسی عہد کی بیماری ہے جس میں ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کا کاروباری رسوخ پوری دنیا پر پھیل رہا تھا۔ بہرحال اوپر ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کا جو طریقہ واردات تحریر کیا گیا ہے، اس طریقے پر عمل کرتے ہوئے ان کمپنیوں نے صومالیہ، روانڈا، سوڈان اور شمالی کوریا کی زراعت تباہ کر دی جس کے باعث یہ ممالک شدید قحط کا شکار ہو گئے جبکہ ان کمپنیوں کی مہربانی سے 26 ممالک:

Djibouti, Elsalvador, Zimbabwe, Moldova. Peru, Ukraine, Albania, Armenia, Behrin, Burkina, Faso, Cameroon, Central African Republic, Chad, Republi of Congo, Ethiopia, Gambia, Guyana, Haiti, Malawi, Mali, Senegal, Nigeria, Rawanda, Tanzania, Yemon and a Zambia.

دیوالیہ ہو گئے پاکستان کے کھیت بنجر اور فصلیں امریکی سنڈی کا شکار ہوتی جا رہی ہیں جبکہ دوسری طرف ایک سروے کے مطابق پاکستان کا ہر دوسرا شہری عام اور ہر چوتھا شخص خاص یا کسی بڑی بیماری کا شکار ہے جو ظاہر ہے ملٹی نیشنل کمپنیوں ہی کا کمال ہے۔

اب آتے ہیں امریکہ کی ان سو بڑی کمپنیوں کی طرف جنہوں نے امریکہ اور امریکہ کی طفیل دنیا کی معیشت اپنے ہاتھوں میں لے رکھی ہے۔ ان میں پہلے نمبر پر وال مارٹ ہے۔ یہ اسٹورز کی کمپنی ہے، پورے امریکہ میں اس کمپنی کے بڑے بڑے اسٹورز ہیں جن میں دنیا کی ہر قسم کی مصنوعات ملتی ہیں۔ اس کمپنی کے اثاثے 2 لاکھ 19 ہزار 8 سو 12 ملین ڈالر ہیں۔ ایکسن موبائل دوسرے نمبر پر ہے۔ امریکہ میں اس کے اثاثے ایک لاکھ 91 ہزار 5 سو 81 ملین ڈالر ہیں۔ جنرل موٹرز گاڑیاں

بنانے والی کمپنی' اس کے اثاثے ایک لاکھ 77 ہزار 2 سو 60 ملین ڈالر ہیں۔ ان کے بعد فورڈ موٹر ایک لاکھ 62 ہزار 4 سو 12 ملین ڈالر' ایزون ایک لاکھ 37 ہزار 7 سو 17 ملین ڈالر' جنرل الیکٹرک ایک لاکھ 25 ہزار 9 سو 13 ملین ڈالر' سٹی گروپ ایک لاکھ 12 ہزار 22 ملین ڈالر' شیوران ٹیکسکو 99 ہزار 6 سو 99 ملین ڈالر' انٹل بزنس مشینز 85 ہزار 8 سو 66 ملین ڈالر' فلپس مورس 72 ہزار 9 سو 44 ملین ڈالر' وری زون کمیونیکیشن 67 ہزار ایک سو 90 ملین ڈالر' امریکی انٹل گروپ 62 ہزار 4 سو ملین ڈالر' امریکن الیکٹرک پاور 61 ہزار 2 سو 57 ملین ڈالر' ڈیوک انرجی 59 ہزار 5 سو 3 ملین ڈالر' اے ٹی اینڈ ٹی 59 ہزار ایک سو 42 ملین ڈالر' بوئنگ کارپوریشن 58 ہزار ایک سو 98 ملین ڈالر' ایل پاسو 57 ہزار 4 سو 75 ملین ڈالر' ہوم ڈپو 53 ہزار 5 سو 53 ملین ڈالر' بینک آف امریکہ گروپ 52 ہزار 6 سو 41 ملین ڈالر' فینی می 50 ہزار 8 سو 3 ملین ڈالر' جے پی مورگن چیس 50 ہزار 4 سو 29 ملین ڈالر' کروگر 50 ہزار 98 ملین ڈالر' کارڈینل ہیلتھ 47 ہزار 9 سو 47 ملین ڈالر' مرک 47 ہزار 7 سو 15 ملین ڈالر' اسٹیٹ فارم انشورنس 47 ہزار 7 سو پانچ ملین ڈالر' ریلعث انرجی 46 ہزار 2 سو 25 ملین ڈالر' ایس بی سی کمیونیکیشن 45 ہزار 9 سو 8 ملین ڈالر' ہیولٹ پیکارٹ 45 ہزار 2 سو 25 ملین ڈالر' مورگن سٹینلے 43 ہزار 7 سو 27 ملین ڈالر' ڈاٹے ینگی 42 ہزار 2 سو 42 ملین ڈالر' مکسن 42 ہزار 10 ملین ڈالر' سیرز روبیوک 41 ہزار 78 ملین ڈالر' اکیولا 40 ہزار 3 سو 76 ملین ڈالر' ٹارگٹ 39 ہزار 8 سو 88 ملین ڈالر' پراکٹر اینڈ گیمبل 39 ہزار 2 سو 44 ملین ڈالر' میرل لینچ 38 ہزار 7 سو 93 ملین ڈالر' اے او ایل ٹائم وارنر 38 ہزار 7 سو 34 ملین ڈالر' البرٹیمز 37 ہزار 9 سو 31 ملین ڈالر' برک شائر ہاتھوے 37 ہزار 6 سو 68 ملین ڈالر' کے مارٹ 36 ہزار 9 سو 10 ملین ڈالر' فریڈی میک 35 ہزار 5 سو 23 ملین ڈالر' ورلڈ کام 35 ہزار ایک سو 79 ملین ڈالر' میراتھن آئل 35 ہزار 41 ملین ڈالر' کاسٹکو ہول سیل 34 ہزار

7 سو 97 ملین ڈالر' سیف وے 34 ہزار 3 سو ایک ملین ڈالر' کمپاک کمپیوٹر 33 ہزار 5 سو 54 ملین ڈالر' جانسن اینڈ جانسن 33 ہزار 4 ملین ڈالر' کونوکو 32 ہزار 7 سو 95 ملین ڈالر' فائزر 32 ہزار 2 سو 39 ملین ڈالر' جے سی پینی 32 ہزار 4 ملین ڈالر' مٹ لائف 31 ہزار 9 سو 28 ملین ڈالر' می رینٹ 31 ہزار 5 سو 2 ملین ڈالر' ڈیل کمپیوٹر 31 ہزار ایک سو 68 ملین ڈالر' گولڈ مین سیش گروپ 31 ہزار ایک سو 38 ملین ڈالر' یونائیٹڈ پارسل سروس 30 ہزار 6 سو 46 ملین ڈالر' موٹر ولا 30 ہزار 4 ملین ڈالر' ا ی اسٹیٹ 28 ہزار 8 سو 65 ملین ڈالر' ٹی ایکس یو 27 ہزار 9 سو 27 ملین ڈالر' یونائیٹڈ ٹیکنالوجز 27 ہزار 8 سو 97 ملین ڈالر' ڈو کیمیکل 27 ہزار 8 سو 5 ملین ڈالر' کون ایگرا 27 ہزار ایک سو 94 ملین ڈالر' پروڈینٹل فلینشل 27 ہزار ایک سو 77 ملین ڈالر' پیپسی کولا 26 ہزار 9 سو 35 ملین ڈالر' ویلز فارگو 26 ہزار 8 سو 91 ملین ڈالر' اینٹل 26 ہزار 5 سو 39 ملین ڈالر' انٹرنیشنل پیپر 26 ہزار 3 سو 63 ملین ڈالر' ڈیفی 26 ہزار 88 ملین ڈالر' سپرنٹ 26 ہزار 71 ملین ڈالر' نیویارک لائف 25 ہزار 5 سو 78 ملین ڈالر' ڈوپانٹ 25 ہزار 3 سو 70 ملین ڈالر' جارجیا پیسفک 25 ہزار 3 سو 9 ملین ڈالر' مائیکروسافٹ 25 ہزار ایک سو 89 ملین ڈالر' والٹ ڈزنی 25 ہزار 2 سو 69 ملین ڈالر' ایٹینا 25 ہزار ایک سو 90 ملین ڈالر' ان گرام مائیکرو 25 ہزار ایک سو 89 ملین ڈالر' لوسینٹ ٹیکنالوجیز 25 ہزار ایک سو 32 ملین ڈالر' لاک ہیڈ مارٹن 24 ہزار 7 سو 93 ملین ڈالر' وال گرین 24 ہزار 6 سو 23 ملین ڈالر' بینک ون گروپ 24 ہزار 5 سو 27 ملین ڈالر' ٹی آئی اے اے۔ سی آر ای ایف 24 ہزار 2 سو 30 ملین ڈالر' فلپس پیٹرولیم 24 ایک سو 89 ملین ڈالر' بل ساؤتھ 24 ہزار ایک سو 30 ملین ڈالر ہنی ویل اینٹل 23 ہزار 6 سو 52 ملین ڈالر' یونائیٹڈ ہیلتھ گروپ 23 ہزار 4 سو 54 ملین ڈالر' وایا کام 23 ہزار 4 سو 54 ملین ڈالر' سپرویلیو 23 ہزار ایک سو 94 ملین ڈالر' پی جی اینڈ ای کارپوریشن 22 ہزار 9 سو 59 ملین ڈالر' الکوا 22 ہزار 8 سو 59 ملین ڈالر'

امریکن ایکسپریس 22 ہزار [illegible] سو 82 ملین ڈالر، [illegible] گروپ 22 ہزار 3 سو 96 ملین ڈالر، الائے مین براؤنز 22 ہزار 3 سو 92 ملین ڈالر، سیسکو سسٹمز 22 ہزار 3 سو 93 ملین ڈالر، سی وی ایس 22 ہزار 2 سو 41 ملین ڈالر، لوویز 22 ہزار ایک سو 11 ملین ڈالر، سامیسکو 21 ہزار 7 سو 84 ملین ڈالر، برسٹل مئیرز 21 ہزار 7 سو 71 ملین ڈالر، الیکٹرانک ڈیٹا سسٹمز 21 ہزار 5 سو 43 ملین ڈالر، کیٹرپلر 20 ہزار 4 سو 50 ملین ڈالر، کوکا کولا 20 ہزار 92 ملین ڈالر اور ارچر ڈینیل مڈ لینڈ 20 ہزار 51 ملین ڈالر کی مالک ہے۔

Pay Each Penny to Save Israil

اسرائیل کو مستحکم کرنے کے لیے ایک ایک روپیہ خرچ کرائیں

کیا آپ کریں گے!!!!!!

مسلمان ہونے کے ناطے براہِ کرم کہہ دیں......... نہیں کبھی نہیں

Will you do it.............?

Being a Muslim Please say No/Never

If you will see it in the mirror then

آئینے میں دیکھا جائے تو یہ الٹا ہو کر عربی زبان کے الفاظ میں

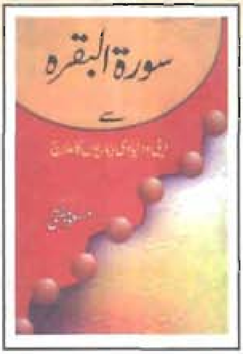
لا محمد لا مکہ

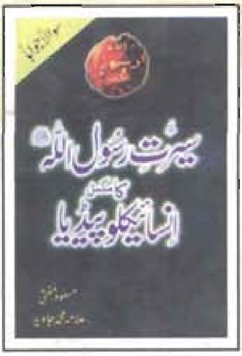
No Muhammad No Makka

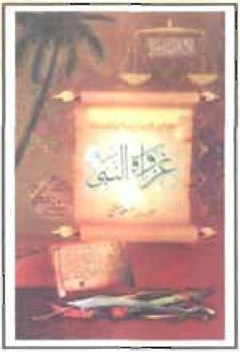
یہ موبی لنک ہے

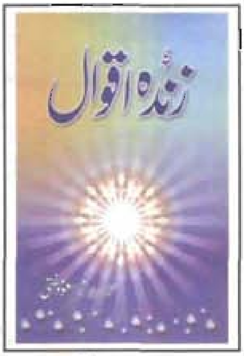
موبی لنک کمپنی کے عیاش صدر کو کرپشن اور خوبرو لڑکیوں سے نوکری کے عوض تعلقات استوار کرنے کی بناء پر ملازمت سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ ذرائع کے مطابق موبی لنک کمپنی کے صدر ایل ایف بیری کے اپنے آفس میں کام کرنے والی 3 سیکرٹریوں ڈاکٹر رفعت ناہید' سارہ اور عینی سے ناجائز تعلقات تھے' بیری ہر وقت شراب کے نشے میں دھت رہتا۔ ایک مرتبہ اس نے کلثوم پلازہ میں قائم اپنے آفس میں نوکری کرنے والی نئی لڑکی (ش) کے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی تو (ش) نامی لڑکی نے اس کے منہ پر زور دار طمانچہ دے مارا اور نوکری چھوڑ کر چلی گئی۔ ذرائع کے مطابق اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد یکم جنوری رات ساڑھے آٹھ بجے اسلام آباد میں اس کی گاڑی پر فائرنگ ہوئی اور یہ فائرنگ بھی اسی واقعہ کا نتیجہ ہے جبکہ انہوں نے اس حملے کو القاعدہ کے ساتھ جوڑ دیا جب اعلیٰ حساس اداروں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ بیری پر حملہ کسی بھی مذہبی یا دہشت گرد تنظیم نے نہیں کیا بلکہ نوکری کے لیے آنے والی لڑکی کے ساتھ زبردستی کرنے کا نتیجہ ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ میری نے اپنے آفس میں چار چار پرائیویٹ سیکرٹری رکھی ہوئی ہیں جن کو سال میں تین تین مرتبہ پروموشن دی گئی ہے اور اس کی وجہ ان کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کر رکھے ہیں۔ ذرائع نے انکشاف کیا کہ بیری آفس میں آنے والی ہر لڑکی کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرتا اور جو اس کے جال میں نہ پھنسے اس کو یا تو ملازمت سے نکال دیتا یا کسی دوسرے شہر تبدیل کر دیتا۔ موبی لنک کے صدر نے اپنے آفس میں ہی بہت بڑا بار روم بنا رکھا ہے ایک مرتبہ شراب زیادہ پینے اور نشے میں دھت ہونے پر اپنے کپڑے اتار کر آفس سے باہر آ گیا تھا جس پر آفس کے دوسرے افسران اور اہلکاروں نے بڑی مشکل سے بیری کو اس کے گھر پہنچایا۔ (روزنامہ انصاف لاہور' 8 فروری 2003ء)

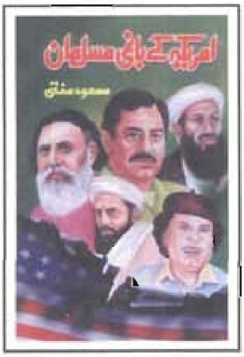
مصنف کی دیگر کتب

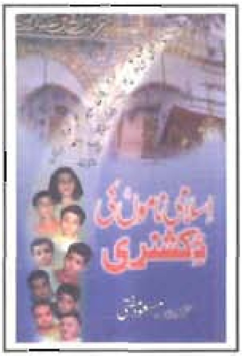












علم و عرفان پبلشرز

34 اردو بازار، لاہور۔ فون: 7232336-7352332
E-Mail:ilmoirfanpublishers@hotmail.com